سرکشیٔ ضلعِ بجنور

تصنیف

سید احمد خاں صدر امین بجنور

مرتبہ

شرافت حسین مرزا

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی

سرکشیٔ ضلع بجنور

تصنیف

سید احمد خاں صدر امین بجنور

مرتبہ

شرافت حسین مرزا
شعبۂ اُردو، دہلی یونی ورسٹی۔ دہلی

ندوۃ المصنفین۔ دہلی

ناشر :- ندوۃ المصنفین، دہلی

طبع :- الجمعیۃ پریس دہلی

اشاعت اول :- فروری ۱۹۶۴ء

تعداد :- ایک ہزار

انتساب

عالی جناب فضیلت مآب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں مدظلہ العالی

کے نام

جن کی ذاتِ گرامی آزادیٔ وطن اور اتحادِ قومی

کی جدوجہد کا

ایک

مظہر جمیل

ہے

فلک یک مطلع خورشید دارد با ہمہ شوکت
ہزاراں مطلعہا دارد گریبانے کہ من دارم

(سرسید)

فہرست مضامین

۱۔ پیش لفظ ۱۷

۲۔ مقدمہ ۲۱

متن سرکشی ضلع بجنور

۱۔ دیباچہ ۹۱

۲۔ فہرست حکام متعہد اور معزز اہلکاران ہندوستان ۹۲

۱۔ حکام متعہد ۲۔ انگریزی نویسان غیر متعہد ۳۔ شفا خانہ

۴۔ ہندوستانی حکام غیر متعہد ۵۔ تحصیل داران ۶۔ پیشکاران ۹۳

۷۔ عملہ خزانہ ۸۔ عملہ کلکٹری ۹۔ عملہ فوجداری ۹۴

۱۰۔ تھانہ داران ۱۱۔ جمعداران نمبر اوّل ۹۵

۱۲۔ جیل خانہ ۱۳۔ سررشتہ تعلیم ۹۶

۳۔ سلامت رہنا حکام وغیرہ کا ۹۶

۴۔ حالات وواقعات ۹۶

۵۔ کیفیت پھیلنے غدر کی بجنور میں ۹۸

۶۔ گوجروں کے فساد کا بیان ۹۹

۷۔ انتظام ضلع کی تدبیریں ۹۹

۸۔ ۲۹ پلٹن کی کمپنی کا سہارن پور سے بجنور میں آنا۔ ۱۰۲

۹۔ مراد آباد کے جیل خانہ کا ٹوٹنا اور اس کے سبب ضلع میں زیادہ تر بدنظمی کا ہونا ۱۰۳

۱۰۔ سفرمینا کی باغی کمپنیوں کا نجیب آباد میں آنا ۱۰۳

۱۱۔ نا۔ محمود خاں اور احمد اللہ خاں کا صوبہ داروں سے مصلحت کرنا ۱۰۵

۱۲۔ سفرمینا کی کمپنیوں کا نگینہ میں آنا اور تحصیل کا لٹنا ۱۰۷

۱۳۔ تفصیل روپیہ اور مال سرکاری جو نگینہ میں لٹا ۱۰۸

۱۴- بجنور کا جیل خانہ ٹوٹنا ۱۰۹

۱۵- برم پور کا لٹنا ۱۱۰

۱۶- نا محمود خاں کا بجنور میں آنا ۱۱۲

۱۷- سفر مینا کے تلنگوں کا دھام پور کو جانا ۱۱۳

۱۸- خاص بجنور کے انتظام کی اور ضلع کے انتظام کی زیادہ تدبیریں ۱۱۴

۱۹- چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری پرتاپ سنگھ کا بجنور میں آنا ۱۱۵

۲۰- چودھریوں کی کمک اور توپوں کے نہ ہاتھ لگنے کا ذکر ۱۱۶

۲۱- چند نامی دیہات لٹنے کا ذکر ۱۱۷

۲۲- انتظام ضلع کو سپرنٹنڈنٹوں کا مقرر ہونا ۱۱۷

۲۳- چاند پور میں ڈاکہ پڑنے کا ذکر ۱۱۹

۲۴- ملازمین جدید رکھنے سے کچھ فائدہ نہ تھا ۱۱۹

۲۵- چند سواروں کا بریلی سے اور تلنگوں کا مراد آباد سے آنا ۱۲۰

۲۶- جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا منڈاور کو جانا ۱۲۰

۲۷- احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں کا بدنیتی سے کام کرنا ۱۲۱

۲۸- نا محمود خاں کا دوسری دفعہ بلا طلب بجنور میں آنا ۱۲۲

۲۹- جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا منڈاور میں مفسدوں کو تنبیہ کرنا ۱۲۳

۳۰- پچاس ہزار روپیہ کا بجنور سے میرٹھ کو جانا ۱۲۴

۳۱- بریلی کا بگڑنا اور مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا بجنور میں واپس آنا ۱۲۵

۳۲- بریلی بگڑنے کے بعد بجنور کا کیا حال تھا ۱۲۵

۳۳- نا محمود خاں کا تیسری دفعہ بارادہ فساد بجنور میں آنا ۱۲۶

۳۴- نا محمود خاں کے اس ارادے کا ذکر کہ رات کو فساد کرے ۱۲۷

۳۵- رات کے وقت سید احمد خاں کا نا محمود خاں کی فہمائش کو جانا ۱۳۰

۳۶- نا محمود خاں کی بدنیتی معلوم ہونے کے بعد انتظام ضلع اور تشریف بری حکام ضلع میں مشورہ ہونا ۱۳۲

۳۷۔ چودھریوں کا انتظام ضلع سے انکار کرنا	۱۳۳
۳۸۔ تحریر ہونا خط سپردگی ضلع کا بنام نا محمود خاں	۱۳۵
۳۹۔ تفصیل روپیہ اور مال سرکاری کی جو خزانہ میں اس وقت موجود تھا	۱۳۵
۴۰۔ روانہ ہونا حکام کا بجنور سے	۱۳۶
۴۱۔ نا محمود خاں کے خاندان کا پچھلا حال	۱۳۷
۴۲۔ یعنی سنہ ۱۲۴۷ ہجری مطابق سنہ ۱۸۳۱ء	۱۳۹
۴۳۔ ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین اور میر تراب علی تحصیل دار کا بجنور میں آنا اور نا محمود خاں سے ملنا	۱۴۰
۴۴۔ عظمت اللہ خاں کا نائب اور احمد اللہ خاں کا ڈپٹی کلکٹر اور کلن خاں کا سپہ سالار اور حبیب اللہ خاں کا بخشی مقرر ہونا	۱۴۰
۴۵۔ صدر امین اور تحصیل دار نے اپنی کارروائی کی کیا تدبیر کی	۱۴۱
۴۶۔ مراد آباد سے بجنور میں فوج باغی کے آنے کی خبر کا مشہور ہونا اور نا محمود خاں کا اُن سے سازش کی تدبیر کرنا۔	۱۴۲
۴۷۔ مولوی قادر علی تحصیل دار نگینہ کا موقوف کرنا	۱۴۳
۴۸۔ نا محمود خاں کا صدر امین سے مشورہ کرنا اور صدر امین کا اس کی خواہش سے انکار کرنا	۱۴۴
۴۹۔ خزانہ کا نجیب آباد روانہ ہونا اور خزانچی پر پہرہ کا مقرر کرنا اور چودھری نین سنگھ کا نواب سے مقابلہ پر آنا۔	۱۴۶
۵۰۔ منیر خاں جہادی کا بجنور میں آنا اور چودھریان بجنور اور نواب سے صلح کرنا	۱۴۷
۵۱۔ منیر خاں جہادی کا صدر امین اور ڈپٹی کلکٹر اور تحصیل دار اور ڈپٹی انسپکٹر کا تنگ کرنا اور مولوی علیم اللہ سے گفتگو ہونا	۱۴۸
۵۲۔ خزانہ اور اسباب حکام انگریزی کا نجیب آباد کو روانہ ہونا اور ڈاک کا بند کرنا اور مسودہ عرضی موسومہ بادشاہ کا تحریر ہونا	۱۴۹
۵۳۔ احمد اللہ خاں کا دورہ کو اٹھنا	۱۵۰
۵۴۔ محمود خاں کا دہلی کو مع عرضی روانہ ہونا	۱۵۰

۵۵۔ ماڑے کا احمد اللہ خاں سے مقابلہ کو مستعد ہونا ۱۵۱
۵۶۔ ماڑے کا پچھلا حال ۱۵۱
۵۷۔ وزن انگریزی کی تبدیل اور باٹوں کا چھاپہ بلفظ مہر شاہی ہونا ۱۵۲
۵۸۔ ماڑے سے احمد اللہ خاں کی صفائی اور ملاقات ہونا ۱۵۳
۵۹۔ احمد اللہ خاں کا شیر کوٹ میں جانا ۱۵۴
۶۰۔ چودھری امراؤ سنگھ سے بسختی باقی کا مطالبہ کرنا ۱۵۴
۶۱۔ چودھریان بجنور وغیرہ کا واسطے صفائی معاملہ شیر کوٹ کے ہلدور و تاج پور کو روانہ ہونا ۱۵۵
۶۲۔ فرمان بادشاہی کا آنا ۱۵۵
۶۳۔ نقل فرمان ۱۵۶
۶۴۔ یعنی سنہ ۱۸۴۲ء میں جب مرزا شاہ رخ شکار کو اس ضلع میں آئے تھے ۱۵۷
۶۵۔ احمد اللہ خاں کا امراؤ سنگھ کو زیادہ تنگ کرنا اور لاکھ روپیہ مانگنا ۱۵۸
۶۶۔ شیر کوٹ کی پہلی لڑائی ۱۵۹
۶۷۔ لالہ متھرا داس کا واسطے صفائی کے تاج پور جانا ۱۶۰
۶۸۔ چودھری امراؤ سنگھ کا گڑھی میں سے بھاگنا اور بسنت سنگھ کا گرفتار ہونا ۱۶۱
۶۹۔ جملہ چودھریوں کا احمد اللہ خاں سے مقابلہ کو مستعد ہونا ۱۶۲
۷۰۔ انتخاب خط محمود خاں جو پکڑا گیا ۱۶۳
۷۱۔ انتخاب خط عظمت اللہ خاں جو پکڑا گیا ۱۶۴
۷۲۔ ہندو اور مسلمانوں میں عداوت قائم ہونے کی وجہ ۱۶۴
۷۳۔ میر صادق علی اور رستم علی رئیسانِ چاند پور کے پاس بادشاہی فرمان کا آنا ۱۶۶
۷۴۔ نقل فرمان ۱۶۶
۷۵۔ رستم علی اور صادق علی کا پچھلا حال ۱۶۷
۷۶۔ دھام پور اور شیر کوٹ میں لام بندی کی کیفیت شیر کوٹ میں محمدی جھنڈا کھڑا ہونا صحیح نہیں۔ ۱۶۸

۷۷ - نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں کا واسطے صلح کرانے کے چھوٹنا — ۱۶۹

۷۸ - نقل خط نادر شاہ خاں جو صلح کی باب میں گہاسانگھ کے پاس بھیجا گیا تھا — ۱۶۹

۷۹ - نادر شاہ کا حال — ۱۷۱

۸۰ - ثابت علی خاں کا واسطے رہائی بسنت سنگھ چودھریوں کی قید سے چھوٹنا — ۱۷۱

۸۱ - چودھری بسنت سنگھ کا چھوٹنا۔ شیر کوٹ کی دوسری لڑائی اور احمد اللہ خاں کی شکست — ۱۷۱

۸۲ - مہاراج سنگھ کا بجنور پر چڑھائی کرنا — ۱۷۲

۸۳ - بجنور کی لڑائی اور نامحمود خاں کی شکست — ۱۷۳

۸۴ - بجنور کے نہ لٹنے کے لیے ناکہ بندی ہونا — ۱۷۳

۸۵ - کوٹھیوں اور سرکاری دفتر کا جلنا اور خزانہ اور افیون اور انتظام اور اسباب کا لٹنا — ۱۷۴

۸۶ - لیسٹر صاحب کی کوٹھی کا بچا رہنا — ۱۷۵

۸۷ - محلہ پکّے باغ کا جلنا اور لٹنا — ۱۷۵

۸۸ - چودھریوں کے نام سے بجنور میں منادی ہونا اور اس کی عجائبات — ۱۷۶

۸۹ - کھاری کا جلنا اور جولاہوں کا مارا جانا — ۱۷۶

۹۰ - سوا ہیڑی کے مسلمانوں کا مارا جانا اور مسجد کا ٹوٹنا — ۱۷۷

۹۱ - چھتاور کی مسجد کا ٹوٹنا — ۱۷۷

۹۲ - خاص بجنور میں تکرار کا ہونا — ۱۷۷

۹۳ - چودھری امراؤ سنگھ کا اپنی گڑھی میں پھر بیٹھنا — ۱۷۸

۹۴ - طرفین کی سپاہ اور گولہ اندازوں کا حال — ۱۷۸

۹۵ - رائے اس امر میں کہ ان لڑائیوں کو لوگ کیا سمجھتے — ۱۸۱

۹۶ - جناب صاحب کلکٹر کے خط کا چودھریوں کے نام آنا — ۱۸۱

۹۷ - نقل خط — ۱۸۲

۹۸ - بجنور کی لڑائی کے وقت اپنا حال اور پار اترنے سے چودھریاں بجنور کا مانع ہونا — ۱۸۳

۹۹ - عرضیاں حالات ضلع بجنور کی بحضور حکام بھیجنا — ۱۸۴

۱۰۰ - صدر امین تحصیل دار اور ڈپٹی انسپکٹر کا ہلدور جانا ۱۸۶
۱۰۱ - ہلدور میں جو رئیس تھے اس کا بیان اور وہاں کے مشورہ کی کیفیت ۱۸۶
۱۰۲ - سید تراب علی تحصیل دار کا واسطے لینے اہل وعیال جانا ۱۸۷
۱۰۳ - رام دیال سنگھ کا واسطے انتظام اور لانے سانچہ کے نگینہ کو روانہ ہونا ۱۸۷
۱۰۴ - انتظام ضلع کے لیے کچھ سرکاری فوج آنے کی تجویز ہونا ۱۸۸
۱۰۵ - تا تشریف آوری حکام انتظام ضلع کا ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین سپرد ہونا اور سپردگی ضلع کے خطوط آنے ۱۸۸
۱۰۶ - مضمون خطوط ۱۸۹
۱۰۷ - جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر کا پروانہ چودھری امراؤ سنگھ کے نام ۱۹۰
۱۰۸ - بعض کلمات جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر جو صاحب ممدوح نے سید احمد خاں کی نسبت فرمائے۔ ۱۹۱
۱۰۹ - ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین کا بجنور میں آنا اور ضلع کا انتظام اوٹھانا اور سرکار کے نام سے منادی کرنا ۱۹۳
۱۱۰ - روبکاری باطلاع شروع کرنے انتظام ضلع کے ۱۹۳
۱۱۱ - سرکاری اسباب جو لٹ گیا تھا۔ اس میں سے تھوڑے سے کا برآمد ہونا ۱۹۴
۱۱۲ - رائے سید احمد خاں کی نسبت الفاظ منادی ۱۹۵
۱۱۳ - جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا میران پور میں مقیم ہونا ۱۹۵
۱۱۴ - نقل رپورٹ حالات ضلع مرقومہ ۱۶ / اگست ۱۸۵۷ء ۱۹۵
۱۱۵ - نقل رپورٹ ثانی متضمن روئداد ضلع مرقومہ ۱۷ / اگست ۱۸۵۷ء ۱۹۸
۱۱۶ - بجنور سے براہ میران پور میرٹھ تک نئی ڈاک بیٹھنا ۲۰۰
۱۱۷ - پنڈت رادھا کشن کا بحضور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بمقام میران پور جانا اور چودھریوں کا بمقام دھرم پورہ ملازمت کرنا ۲۰۰
۱۱۸ - دیہات قرب وجوار نجیب آباد کا پھونکا جانا ۲۰۱

۱۱۹ - رپورٹ تیسری در باب طلب خطوط بنام بعض رئیسان	۲۰۲
۱۲۰ - جواب رپورٹ کا پیش گاہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر سے	۲۰۳
۱۲۱ - خط جناب جارج پامر صاحب کا بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور	۲۰۵
۱۲۲ - خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام میر جیون علی رئیس میمن	۲۰۵
۱۲۳ - تدبیر انتظام عشرہ محرم	۲۰۶
۱۲۴ - نامحمود خاں کا بحضور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر خط لکھنا	۲۰۶
۱۲۵ - خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام نامحمود خاں در جواب اسکے خط کے	۲۰۷
۱۲۶ - مشورہ در باب یورش نجیب آباد	۲۰۹
۱۲۷ - چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر موسولہ پنڈت رادھا کشن	۲۱۴
۱۲۸ - دوسری چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب کی بنام پنڈت رادھاکشن	۲۱۴
۱۲۹ - رام دیال سنگھ کے روانہ ہونے کے بعد نگینہ کا حال	۲۱۵
۱۳۰ - رام دیال سنگھ کا پورینی میں لام باندھنا	۲۱۶
۱۳۱ - سید تراب علی کا نگینہ سے نکلنا اور راستہ میں گنواروں کے ہاتھ سے گھر کر پھر نگینہ میں واپس آنا	۲۱۷
۱۳۲ - مینڈھو خاں کا نجیب آباد سے جزائلین اور سپاہ کا نگینہ میں لانا اور بعض اشخاص رئیسوں کے پھر ان کا نجیب آباد واپس جانا۔	۲۱۷
۱۳۳ - رئیسوں کا مشورہ در باب چڑھائی نجیب آباد کے	۲۱۸
۱۳۴ - رپورٹ حالات نگینہ اور اظہار رائے در باب چڑھائی نجیب آباد اور طلب ہدایت اس معاملہ میں مرقومہ بیسویں اگست ۱۸۵۷ء	۲۱۹
۱۳۵ - جواب رپورٹ کا پیش گاہ جناب پامر صاحب بہادر سے	۲۲۱
۱۳۶ - پروانہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام احمد اللہ خاں	۲۲۳
۱۳۷ - احمد اللہ خاں کا از سر نو کام تحصیلداری کرنا اور عرضیاں ڈپٹی صاحب اور صدر امین کے پاس بھیجنا	۲۲۴
۱۳۸ - نامحمود خاں کا خط بنام ڈپٹی صاحب اور صدر امین متضمن اطاعت اور بے تعلق ضلع سے	۲۲۴

۱۳۹۔ نقل خط محمود خاں ۲۲۵

۱۴۰۔ جواب خط محمود خاں کا ڈپٹی صاحب اور صدر امین کی طرف سے ۲۲۶

۱۴۱۔ خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر در باب پسند کرنے اس کے جواب کے جو نامحمود خاں کو لکھا گیا ۲۲۹

۱۴۲۔ پروانہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام رئیسان نگینہ وغیرہ ۲۳۰

۱۴۳۔ خط جناب مسٹر الکزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر کا درباب پسند کرنے اس جواب کے جو نامحمود خاں کو لکھا گیا تھا۔ ۲۳۰

۱۴۴۔ چودھری پرتاپ سنگھ کا واسطے روانہ کرنے روپیہ کے نینی تال کو بجنور سے تاجپور جانا ۲۳۲

۱۴۵۔ نگینہ میں از سر نو فساد کا قائم ہونا۔ ۲۳۲

۱۴۶۔ بدری والے باغ کی لڑائی ۲۳۳

۱۴۷۔ مسلمانان نگینہ کا رام دیال سنگھ کی اطاعت کرنا اور رام دیال سنگھ کا تحصیل میں آن بیٹھنا ۲۳۳

۱۴۸۔ رام دیال سنگھ کے ساتھیوں کا بدعہدی کر کے مسلمانوں کا قتل کرنا ۲۳۴

۱۴۹۔ مسلمانوں کے قتل سے نجیب آباد میں جمعیت کا اکٹھا ہونا اور محمدی جھنڈے کا نکالنا ۲۳۵

۱۵۰۔ چودھری بدھ سنگھ کا نگینہ کو جانا ۲۳۶

۱۵۱۔ رئیسانِ نگینہ کی عورتوں اور بچوں کا زخمی ہونا اور بے عزت ہونا ۲۳۶

۱۵۲۔ بشنوئیوں کا دوبارہ نگینہ میں یورش کرنا اور چودھری بدھ سنگھ کا مانع آنا ۲۳۷

۱۵۳۔ نگینہ والوں سے صفائی ہونا اور توپ کا سانچہ لے کر بدھ سنگھ کا روانہ ہونا ۲۳۷

۱۵۴۔ سواہیڑی پر احمد اللہ خاں کا چڑھ آنا اور پھونک دینا ۲۳۸

۱۵۵۔ سواہیڑی پھکنے کے وقت بجنور میں کیا حال تھا ۲۳۸

۱۵۶۔ ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا بجنور سے بلدور کو جانا ۲۴۰

۱۵۷۔ چودھری پرتاپ سنگھ کا پانچ ہزار روپیہ مینی تال کو بھیجنا ۲۴۰

۱۵۸ چودھری بدھ سنگھ کا واسطے لانے چودھری رندھیر سنگھ کے بجنور کو جانا ۲۴۱

۱۵۹۔ احمد اللہ خاں کا نگینہ کو جانا اور بشنوئیوں کو مارنا اور بشنوئی سرائے کو ویران کرنا ۲۴۱

۱۶۰ - احمد اللہ خاں کا میر تراب علی کے قتل کو حکم دینا اور پھر جان بخشی کرنی ۲۴۲
۱۶۱ - احمد اللہ خاں وغیرہ کا نہٹور کو جانا ۲۴۲
۱۶۲ - ہلدور کی پہلی لڑائی چودھریوں کو شکست اور ہلدور کا جلنا ۲۴۲
۱۶۳ - احمد اللہ خاں کا بجنور میں آنا ۲۴۶
۱۶۴ - چودھریان بجنور کا گنگا پار جانا ۲۴۶
۱۶۵ - چودھری پرتاب سنگھ کا کانٹ کو جانا ۲۴۶
۱۶۶ - ہلدور میں مسلمانوں کا قتل عام ہونا اور جو گھر باقی رہے تھے ان سب کا جلنا ۲۴۷
۱۶۷ - ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا ہلدور سے روانہ ہونا ۲۴۸
۱۶۸ - موضع پلانہ میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر یورش ہونا ۲۴۹
۱۶۹ - چاندپور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر یورش ۲۴۹
۱۷۰ - رائے اسباب میں کہ ضلع میں اس تازہ فساد ہونے کا کیا سبب ہوا ۲۵۰
۱۷۱ - چاندپور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر بلوہ ہونے کا سبب ۲۵۲
۱۷۲ - ہلدور کی دوسری لڑائی اور چودھریوں کی شکست ۲۵۳
۱۷۳ - چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ کا مع اہل و عیال ہلدور سے جانا ۲۵۴
۱۷۴ - جلال الدین خاں کی مختاری کی تجویز ہونی اور چودھریوں سے صفائی کی گفتگو ۲۵۵
۱۷۵ - نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھریان در باب صفائی ۲۵۶
۱۷۶ - جلال الدین خاں کی مختاری کا التوا اور کونسل کا تقرر ۲۵۶
۱۷۷ - روبکار تقرر کونسل ۲۵۷
۱۷۸ - کچہری کے لیے پہروں کا بننا ۲۵۸
۱۷۹ - سعد اللہ خاں کا صفائی چودھریوں میں دخیل رہنا ۲۶۰
۱۸۰ - بڑھاولی کی لڑائی اور چودھریان ہلدور کی شکست ۲۶۰
۱۸۱ - چودھریوں سے پھر صلح کے پیام ۲۶۱
۱۸۲ - نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھری پرتاب سنگھ در باب صفائی ۲۶۲

۱۸۳ - غضنفر علی خاں کا نہٹور جانا اور چودھری رندھیر سنگھ کی ملاقات ۲۶۳

۱۸۴ - چودھری پرتاب سنگھ اور امراؤ سنگھ کا نگینہ میں آ کر نجیب آباد جانا اور نا محمود خاں سے ملاقات کرنا ۲۶۴

۱۸۵ - شیر کوٹ میں ہندوؤں کا قتلِ عام ۲۶۴

۱۸۶ - آپس میں باغیوں کے ملک کا تقسیم ہونا ۲۶۵

۱۸۷ - جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ کا چودھری بدھ سنگھ کو مدد دے کر بجنور ضلع کو روانہ کرنا۔ ۲۶۶

۱۸۸ - حکم نامہ جناب صاحب کمشنر میرٹھ جو بنام رئیسانِ بجنور جو در باب اعانت چودھری بدھ سنگھ تحریر ہوا۔ ۲۶۶

۱۸۹ - چودھری بدھ سنگھ کا دھنورہ میں آنا ۲۶۹

۱۹۰ - چودھری پرتاب سنگھ کا دوبارہ روپیہ نینی تال کو بھیجنا ۲۶۹

۱۹۱ - چودھری امراؤ سنگھ کا کاشی پور چلا جانا ۲۷۰

۱۹۲ - احمد اللہ خاں اور ماڑے کا واسطے مقابلہ چودھری بدھ سنگھ کے چاند پور میں جمع ہونا۔ ۲۷۰

۱۹۳ - چودھری بدھ سنگھ کے لام کا دھنورہ پر سے ٹوٹ جانا ۲۷۱

۱۹۴ - ہلدور کی تیسری لڑائی اور چودھری رندھیر سنگھ کا گرفتار ہونا ۲۷۱

۱۹۵ - ماڑے کا تاج پور کو چڑھنا اور چودھری پرتاب سنگھ کا گنگا پار جانا ۲۷۲

۱۹۶ - خط ماڑے بنام چودھری پرتاب سنگھ ۲۷۳

۱۹۷ - باغیان گنگا پار کا بجنور میں آنا ۲۷۳

۱۹۸ - باغیان گنگا پار کا اترنا اور چند چوکیات اور تھانہ جات سرکاری کو لوٹنا ۲۷۴

۱۹۹ - پہلا ڈاکہ کنکھل کا اور کرانی صاحب برقی تار والا کا گرفتار ہونا ۲۷۵

۲۰۰ - حکام انگریزی کا کنکھل پر کوچ کرنا ۲۷۷

۲۰۱ - دوسرا ڈاکہ کنکھل کا اور باغیوں کا مارا جانا ۲۷۸

۲۰۲- اس شکست کے بعد باغیوں میں تزلزل پڑنا اور بعض کا بریلی چلا جانا	۲۸۱
۲۰۳- معافی آراضیات منضبطہ کی تجویز	۲۸۲
۲۰۴- نقل پروانہ موسومہ تحصیل داران در باب طلب فہرست معافیداران	۲۸۲
۲۰۵- جناب صاحب کلکٹر بہادر کا میرٹھ سے رڑکی کو کوچ کرنا	۲۸۳
۲۰۶- نا محمود خاں کا نسبت تقسیم ملک کے نیا انتظام اور ولی عہد کا مقرر کرنا	۲۸۴
۲۰۷- میر تراب علی کا باغیوں کے ہاتھ سے نگینہ سے نکلنا	۲۸۵
۲۰۸- نقل روبکار تقسیم ملک اور تقرر ولی عہد	۲۸۵
۲۰۹- آراضی منضبطہ عہد سرکاری کے معافی کے اشتہارات، جو باغیوں نے جاری کیے	۲۸۹
۲۱۰- نقل اشتہار باغیان در باب معافی	۲۹۰
۲۱۱- تفصیل باغیوں کی فوج کی بقید مقامات جہاں متعین تھی	۲۹۱
۲۱۲- جنرل جونس صاحب بہادر کا رڑکی میں پہنچنا	۲۹۱
۲۱۳- پل کشتیوں کا شیشم والی گھاٹ پر بندھنا اور کچھ فوج سرکاری کا پار اترنا اور رڑکی سے لشکر کا کوچ کرنا	۲۹۲
۲۱۴- آنبہ سوت کی لڑائی اور سرکار کی فتح	۲۹۳
۲۱۵- نانگل کے گھاٹ سے سرکاری فوج کا اترنا	۲۹۶
۲۱۶- نجیب آباد پر سرکار کی چڑھائی اور سرکار کی فتح	۲۹۶
۲۱۷- شہر نجیب آباد میں آگ کا لگنا	۲۹۷
۲۱۸- قلعہ پتھر گڑھ کا حال	۲۹۸
۲۱۹- جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کا گرفتار ہونا اور مارا جانا	۳۰۰
۲۲۰- باغیوں کے مکانات حکومت کا اڑانا	۳۰۰
۲۲۱- جناب مسٹر جارج پامر صاحب کا مع فوج کے نجیب آباد میں مقیم ہونا	۳۰۱
۲۲۲- نگینہ پر باغیوں کا جمع ہونا اور رندھیر سنگھ کی رہائی	۳۰۱
۲۲۳- نگینہ کی لڑائی اور سرکار کی فتح	۳۰۳

۲۲۴ - تار برقی والے صاحب کا زندہ ملنا ۳۰۴
۲۲۵ - جناب کپتان ہوس صاحب بہادر کا بڑھا پور جانا اور سعد اللہ خاں کو مارنا ۳۰۵
۲۲۶ - شہر نگینہ کا انتظام ۳۰۵
۲۲۷ - دھام پور کو لشکر کا کوچ ۳۰۶
۲۲۸ - کل لشکر کا مراد آباد کو کوچ ہونا اور جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیر صاحب بہادر کا تمام ضلع کا انتظام اپنے ذمہ لینا ۳۰۷
۲۲۹ - جناب مسٹر شکسپیئر صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا مع توپ ہائے غنیمت نگینہ، بفتح فیروزی بجنور میں داخل ہونا ۳۰۸
۲۳۰ - ضلع میں اس قدر جلد انتظام ہونا نادرات سے ہے ۳۰۸
۲۳۱ - خاتمہ ۳۱۰
۲۳۲ - اعلان ۳۱۴

ضمیمہ جات متن

ضمیمہ الف (۱) شجرہ عنایت خاں، ساکن مان ریٹی
ضمیمہ الف (۲) شجرہ نواب محمود خاں کے خاندان کا ۳۱۸
ضمیمہ (ب) فہرست نواب محمود خاں کے اراکین خاندان، رشتہ داران، مصاحبوں اور ساتھیوں کی ۳۱۹
ضمیمہ (ج) فہرست فوج باغیان ۳۲۲
ضمیمہ (د) نقشہ ضلع بجنور (در عہد کمپنی ۱۸۵۷ء)

متعلقہ ضمیمے

ضمیمہ ۱ نواب محمد محمود خاں، امیر الدولہ، ضیاء الملک، ذوی القدر مظفر جنگ بہادر اور ان کے خاندانی حالات ۳۲۴
ضمیمہ ۲ رپورٹ مسٹر شکسپیئر کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع بجنور مورخہ ۲ ر اگست ۱۸۵۸ء ۳۳۴
ضمیمہ ۳ رپورٹ مسٹر شکسپیئر کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع بجنور مورخہ ۳۰ ر اپریل ۱۸۵۸ء ۳۳۵

ضمیمہ ۴ خط جی بسی بیروز کمشنر سیس ستلج اسٹیٹس مورخہ جولائی ۱۸۵۷ء ۳۳۶

ضمیمہ ۵ خط جی بسی بیروز مورخہ ۱۵ر اگست ۱۸۵۷ء ۳۳۸

ضمیمہ ۶ یادداشت جے. لارنس مورخہ ۱۸ر اگست ۱۸۵۷ء ۳۳۹

ضمیمہ ۷ خط کمشنر روہیل کھنڈ مورخہ ۲۳ر ستمبر ۱۸۵۷ء ۳۴۰

ضمیمہ ۸ رپورٹ درگا پرشاد ریکارڈ کیپر کلکٹری بجنور مورخہ ۲ر جنوری ۱۸۵۸ء ۳۴۱

ضمیمہ ۹ درخواست بہاری لال ناظر کلکٹری ضلع بجنور مورخہ ۳۰ر نومبر ۱۸۵۷ء ۳۴۳

اشاریہ

شخصیات ۳۴۵

مقامات ۲۵۲

متفرقات ۳۵۶

کتابیات ۳۵۷

پیش لفظ

"سرکشی ضلع بجنور" کے مطالعہ کا موقع مجھے ۱۹۵۷ء میں ملا۔ جبکہ میں جد وجہد آزادی کی "صدسالہ یادگار" کے سلسلے میں "جنگِ آزادی میں بجنور کا حصہ" مضمون ترتیب دے رہا تھا۔ اُسی وقت اس کتاب کو اڈیٹ کرنے کا خیال بھی پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس زمانے میں مجھے ذہنی یکسوئی حاصل نہ تھی اور کسی علمی اور تحقیقی کام کا آغاز مشکل تھا۔

دسمبر ۱۹۶۱ء میں قصبہ دارانگر (ضلع بجنور) کے ایک چھوٹے سے مدرسے کے سالانہ جلسے میں مجھے شرکت کی دعوت دی گئی تھی —— میرا خیال ہے، یہ مدرسہ اُسی تاریخی عمارت میں جاری کیا گیا ہے جس میں نجیب خاں نے مدرسہ قائم کیا تھا اور جہاں علماے فرنگی محل درس دیا کرتے تھے —— اسی بستی کے ایک قدیم اور مختصر ذخیرے سے مجھے "سرکشی ضلع بجنور" کا ایک بوسیدہ نسخہ دستیاب ہوا۔

اب وہ پُرانی بات یاد آگئی اور کام باقاعدہ طور پر آگے بڑھایا گیا۔ ۱۹۶۲ء کے آخر تک یہ کام تقریباً مکمل ہو چکا تھا کہ پاکستان سے جناب ڈاکٹر معین الحق نے اس کتاب کو مرتب کر کے شائع کر دیا۔ چونکہ میرا مرتبہ اڈیشن مذکورہ بالا ترتیب کے مقابلہ میں جامع، واضح، مشرح اپنے حواشی اور ضمیمہ جات کے اعتبار سے زیادہ اہم تھا، اس لیے اس کی اشاعت میں کوئی خیال مانع نہ ہوا۔ نیز یہ کہ اس سلسلے میں بعض دوسری کتابیں اور مضامین بھی ایسے شائع ہوئے کہ اُن میں جس نقطۂ نگاہ سے حالات اور واقعات کا جائزہ لیا گیا تھا، اس سے مجھے اتفاق

نہ تھا۔ اس لیے بھی اس کو شائع کرنا غیر ضروری نہ سمجھا۔

بقول ڈاکٹر صاحب موصوف اُن کا مرتبہ اڈیشن سرسید کے تحریر کردہ مسودے[1] سے موازنہ کیا ہوا ہے۔ دونوں کے اختلافات کی تفصیل اس طرح درج کی گئی ہے:[2]

(۱) مطبوعہ نسخہ (ص ۱۴) طرفداری مسودہ (ص ۲ب) طرف کشی

(۲) " (ص ۱۴) آنکھ کا " (ص ۲ب) آنکھوں کا

(۳) " (ص ۱۹) اکتیسویں مئی " (ص ۳، ۴ الف) یکم جون

(۴) " (ص ۲۹) ۱۸۵۷ء میں مرگیا " (ص ۵۵ الف) مرگیا

(۵) مطبوعہ نسخہ (ص ۲۲) میں ہندوستانی اہلکاروں کی فہرست کے ساتھ جو کیفیت لکھی ہے مسودہ (ص ۴ب) میں وہ کیفیت درج نہیں ہے۔

(۶) مطبوعہ نسخہ (ص ۱۰ و ۲۹) میں رقوم اُردو ہندسوں میں تحریر ہیں اور مسودہ (ص ۱۸ الف و ۵۵ الف) میں فارسی ہندسوں میں تحریر ہیں۔

(۷) مسودہ (ص ۱۸۷ الف) میں نواب محمود خاں در "عدالت فوجداری" کی چوتھی مہر نہیں ہے۔ مطبوعہ نسخہ (ص ۱۱۲) میں شامل ہے۔

(۸) مسودہ (ص ۵۸ب) میں شجرہ کی پشت پر نواب محمود خاں کے اراکین، خاندان رشتہ داروں، مصاحبوں اور ساتھیوں کی ایک فہرست موجود ہے جو مطبوعہ نسخہ میں حذف کردی گئی ہے۔"

پیشِ نظر اڈیشن جس مطبوعہ نسخے کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں اور پاکستانی اڈیشن میں معمولی الفاظ کے فرق کے علاوہ چند اہم اختلافات بھی ہیں۔ مثلاً

(۱) متن میں تقریباً بیس عنوانات حذف کر دیئے گئے۔ متعلقہ عبارت بدستور ہے۔

(۲) ص ۱۶۶ پر نواب محمود خاں کا جو شجرہ دیا گیا ہے (ضمیمہ متن الف (۲) ص ۳۱۶)، وہ مطبوعہ

---

[1] یہ مسودہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں موجود ہے: سرکشی ضلع بجنور ص ۱۲۸ پاکستانی اڈیشن [2] ایضاً

نسخہ میں دیئے گئے شجرے سے مختلف ہے۔ مطبوعہ نسخے میں "عنایت خاں، عمر خیل، ساکن قصبہ مان دیئی، جو اباسین کے پار پشاور سے ۲۵ کوس ہے" کا شجرہ تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے اڈیشن ہذا میں بطور ضمیمہ متن الف (۱) شامل ہے۔

(۳) مطبوعہ نسخہ میں ص ۳۰ کے بعد۔ چار صفحے اس طرح استعمال کیے گئے ہیں کہ اندرونی دو صفحوں پر شجرہ دیا گیا ہے اور بیرونی دونوں صفحوں پر فہرست درج ہے۔

(۴) ڈاکٹر صاحب کا ارشاد ہے کہ مطبوعہ نسخے میں شجرے کی پشت پر نواب محمود خاں کے ارکین خاندان، مصاحبوں اور ساتھیوں کی فہرست موجود نہیں ہے۔ جبکہ نسخۂ مذکور اڈیشن اوّل ۱۸۵۸ء میں ایسا نہیں ہے۔ یہ فہرست اڈیشن ہذا میں بطور ضمیمہ نمبر ب صفحہ ۳۱۹ پر دی گئی ہے۔ پاکستانی اڈیشن میں دی گئی فہرست کے اختلافات بھی واضح کر دیئے گئے ہیں۔

(۵) شجرے میں بعض ناموں کے ساتھ ہندسے درج ہیں۔ یہ وہی ہندسے ہیں جو فہرست میں ناموں کے ساتھ دیئے گئے ہیں اور جن کی حیثیت سلسلے وار نمبر کی نہیں ہے۔

• "سرکشی ضلع بجنور" کا پہلا اڈیشن ۱۸۵۸ء میں سید احمد خاں صدر امین بجنور نے آگرہ کے MOFUSSILITE پریس میں ٹائپ میں چھپوایا تھا۔ پیشِ نظر اڈیشن مروجہ نستعلیق خط میں پیش کیا جا رہا ہے پہلا اڈیشن ۶" × ۹ ½" سائز پر ۳۰ سطری سطر پر تھا۔ سوائے ایک دو صفحے کے جن پر ۳۱ سطریں یا ۲۹ سطریں ہیں۔ صفحہ ۷۹ اور صفحہ ۸۰ پر دو خط انگریزی میں دیئے گئے ہیں۔ سرخیاں متن کے باہر حاشیہ میں دی ہوئی ہیں جن کو اس اڈیشن میں جلی اور عنوانی سرخی بنا دیا گیا ہے پیراگراف کی ترتیب اصل مطبوعہ نسخہ کے مطابق ہے۔ البتہ جلی سرخیوں کے بعد عبارت نئے پیراگراف سے شروع کی گئی ہے جبکہ اصل میں ایسا نہیں ہے۔ مولف نے رموز اوقاف کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ صرف پیراگراف کے ختم پر ایک پھول بنا کر علامت وقف کا اظہار کیا ہے جس کو حذف کر دیا گیا ہے اور رموز اوقاف کا اضافہ کیا ہے تاکہ عبارت کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

مطبوعہ نسخے میں حواشی صفحے کے زیریں حصے میں نہیں دیئے گئے ہیں بلکہ جہاں لکھنا ضروری سمجھا گیا وہیں دوہری سطر کھینچ کر دے دیئے گئے ہیں۔ اڈیشن ہذا میں اس کو نقطہ دار سطر سے ظاہر کیا گیا ہے۔

نہروں کا سائز مطبوعہ نسخہ کے مطابق نہیں ہے البتہ نقشہ ضلع بجنور اور شجرہ عنایت خاں اصل کے مطابق ہے۔ نیز یہ کہ شجرے میں جتنے حصہ کی وضاحت کردی گئی ہے وہ طباعت کے بعد کا اضافہ ہے۔ جو مطبوعہ شجرے پر قلمی موجود ہے۔" فہرست فوج باغیان " مطبوعہ نسخے میں ص ۱۳۰ کے بعد دی گئی ہے لیکن موجودہ اڈیشن میں اس کو ضمیمہ جات متن میں ضمیمہ نمبر (ج) ص ۳۲۲ میں پیش کیا گیا ہے۔

پیشِ نظر اڈیشن میں اصل مطبوعہ نسخے کے صفحات کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

اشاریہ اور کتابیات، ناموں کے صرف اوّل حرف کا لحاظ رکھتے ہوئے حروفِ تہجی کی ترتیب کے ساتھ تیار کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت میں مخدومی مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے جس ذاتی دلچسپی کا اظہار فرمایا، اس کا تقاضا ہے کہ میں موصوف کا تہِ دل سے شکریہ ادا کروں۔

مقدمہ

"سرکشی ضلع بجنور" سید احمد خاں کا تالیف کردہ تاریخی روزنامچہ ہے۔ اس میں انھوں نے وہ حالات و واقعات درج کیے ہیں جو ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی کے دوران ضلع بجنور میں پیش آئے تھے[۱]۔ اس سلسلے میں شہنشاہ دہلی اور ضلع کے انقلابی رہنما، روسا و حکّام انگریزی کے مابین جو خط و کتابت ہوئی، وہ بھی دی گئی ہے۔ مؤلف نے ضروری حواشی اور متعلقہ معلوماتی مواد فراہم کرکے اس کو ایک نہایت اہم تالیف بنا دیا ہے۔

سید احمد خاں ۱۳ر جنوری ۱۸۵۵ء سے بحیثیت صدر امین بجنور میں موجود تھے[۲] اور ضلع کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ وہ اس تالیف سے پہلے "تاریخ ضلع بجنور" نہایت تحقیق، انہماک اور محنت کے ساتھ تیار کرچکے تھے[۳]۔ "تاریخ ضلع بجنور" کے لیے مواد کی فراہمی

۱ـ مولانا حالی فرماتے ہیں کہ سرسید ابتدا سے اخیر تک اس کتاب کے لیے میٹریل جمع کرتے رہے تھے۔ وہ سب کاغذات اور یادداشتوں کو بحفاظت رکھتے تھے۔ مرادآباد میں آکر انھوں نے "تاریخ سرکشی بجنور" (سرکشی ضلع بجنور) چھاپ کر شائع کی۔ (حیاتِ جاوید ص ۱۴۱ و ص ۱۴۲ اکادمی پنجاب۔ لاہور)

۲ـ حیات جاوید ص ۱۲۰

۳ـ اس سلسلے میں مولانا حالی لکھتے ہیں: "جس زمانے میں سرسید بجنور تبدیل ہوکر گئے انھیں دنوں ایک سرکلر محکمۂ صدر بورڈ سے تمام صاحبان ضلع کے نام اس مضمون کا جاری ہوا تھا کہ جس ضلع کا بندوبست ختم ہوجائے اس ضلع کی ایک مفصل تاریخ لکھوائی جائے۔ یہ سرکلر پہلے سے صاحب کلکٹر کے دفتر میں آیا ہوا تھا مگر ابھی تک اس پر کچھ عمل درآمد نہ ہوا تھا۔ ایک روز صاحب کلکٹر نے سرسید سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے کہا اس ضلع کی تاریخ میں لکھوں گا۔ صاحب کلکٹر بہت خوش ہوئے اور محکمۂ بندوبست میں حکم بھیج دیا کہ جس پرگنے یا گاؤں کے کاغذات صدر امین طلب کریں فوراً ان کے پاس بھیج دیے جائیں اور اسی طرح تمام تحصیلداروں کو ہدایت کی گئی کہ جس قانون گو یا پٹواری کو وہ بلائیں یا جو کاغذات وہ منگوائیں

(باقی ص ۲۳ پر دیکھیے)

کے سلسلے میں مولوی سیّد بندہ علی کو لکھتے ہیں :

" درین روزہا کتاب تاریخ این ملک تصنیف و تالیف میکنم و بضرورت آن دریافت حالات دیار و امصار از واجبات. لہذا امور متعلقہ ضلع متھرا که لایق دریافت بوده اند بر ظہر نیاز نامہ ہذا درج کرده بخدمت عالی متصدع میشوم که بعد تحقیق و تفتیش کما ینبغی بہر عجلت عجیلہ که امکان داشتہ باشد بجواب پرچہ ہذا مطلع فرمایند و مثل جواب نیاز نامجات سابقہ این را براه عنایت سرسری نپندارند و بذل عنایت کرده بہ مرحمت جواب ممنون فرمایند و نقشہ مطلوبہ که ذکرش بر ظہر نیاز نامہ ہذا مندرج کرده مے آید شنیده ام که منطبع شده و در آن ضلع بقیمت میسّر آید اگر ہمچنان باشد خریده لطف فرمایند قیمتش ہر قدر که خواہد بود مع محصول ڈاک بعالیخدمت خواہد رسید" [۲]

(صفحہ ۲۱ سے آگے)

اُن کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ سرسید نے یہ تاریخ بھی اپنی جبلی عادت کے موافق نہایت تحقیق و کاوش اور محنت کے ساتھ لکھی ...... جب یہ تاریخ لکھی جا چکی تو صاحب کلکٹر نے اس کو ملاحظہ کے لیے صدر بورڈ میں بھیج دیا۔ ابھی وہ بورڈ سے واپس نہ آئی تھی کہ غدر ہوگیا اور آگرہ میں تمام دفتر سرکاری کے ساتھ وہ بھی ضائع ہوگئی "۔ (حیاتِ جاوید ص ۱۲ و ص ۱۲۱)

[۱] "تاریخ ضلع بجنور" اب معدوم ہو چکی ہے اور مولانا حالی کے بیان کے مطابق اس کے چھپنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اس لیے یہ وضاحت تو نہیں کی جا سکتی کہ متھرا کا ذکر اس میں کس نوعیت سے آرہا تھا۔ لیکن گمانِ غالب یہ ہے کہ روہیلہ اور مرہٹوں کے درمیان جو کشمکش اور آویزش رہی ہے اور جس کا اختتام غلام قادر روہیلہ کے عبرت ناک انجام پر ہوا، اُس کا شہر متھرا سے خصوصی تعلق تھا۔ غلام قادر روہیلہ کو بھی گرفتار کرکے متھرا ہی لے جایا گیا تھا اور وہیں مہادھوجی سیندھیا کے حکم سے اس کو بھی قتل کرایا گیا تھا۔ اور غلام قادر کا ضلع بجنور سے تعلق تھا۔

[۲] مکتوبات سرسید ص ۱۲ نوٹ: یہ خط مولوی سید بندہ علی کو سرسید نے بجنور سے ۲۱ مارچ ۱۸۵۵ء کو لکھا تھا۔

سرسیّد کو تصنیف و تالیف کا شوق تھا اور تاریخ سے بے حد دلچسپی تھی۔ بجنور آنے سے قبل ان کی متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر شائع ہو چکی تھیں۔ تاریخی کتب میں آثار الصنادید سب سے زیادہ قابلِ ذکر کتاب ہے۔ تاریخ سے دلچسپی کا دوسرا اہم کام "آئینِ اکبری" کی تصحیح ہے جو انھوں نے قیامِ بجنور کے زمانے میں انجام دیا[2]۔

پیشِ نظر کتاب بھی ضلع بجنور سے متعلق ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس کا لکھنے والا اُن واقعات کا عینی مشاہد بلکہ اس ڈرامے کا اہم کردار ہے۔

۱۸۵۷ء پر سرسیّد کی دو کتابیں شائع ہوئیں۔ ایک "سرکشی ضلع بجنور" اور دوسری "رسالہ اسبابِ بغاوت ہند"۔ موخر الذکر کتاب کا تعلق چونکہ جدوجہد کے ہمہ گیر پہلو سے تھا اس لیے عام طور پر مطالعہ میں رہی۔ اوّل الذکر جدوجہد کے محض ایک باب اور مخصوص علاقے سے متعلق تھی اس لیے اس کا دوسرا اڈیشن بھی شائع نہ ہوا اور اب وہ تقریباً نایاب ہے۔

---

[1] سرسیّد بجنور پہنچنے سے پہلے مندرجہ ذیل مختلف موضوعات پر یہ کتابیں شائع کرا چکے تھے:

مذہبی: (۱) جلاء القلوب بذکر المحبوب مؤلفہ ۱۲۵۸ھ (۲) تحفۂ حسن مؤلفہ ۱۲۶۰ھ (۳) کلمۃ الحق مؤلفہ ۱۲۶۶ھ (۴) راہِ سنت در ردِّ بدعت ۱۲۶۷ھ (۵) نمیقہ در بیان مسئلہ تصوّرِ شیخ ۱۲۶۹ھ (۶) آغاز کیمیائے سعادت کے چند اوراق کا ترجمہ ۱۲۷۸ھ

تاریخی: (۷) جامِ جم مطبوعہ ۱۸۴۰ء (۸) آثار الصنادید ۱۸۴۷ء (۹) سلسلۃ الملوک مرتبہ ۱۸۵۲ء

علمی: (۱۰) تسہیل فی جرِ ثقیل مؤلفہ ۱۸۴۴ء (حیاتِ جاوید ضمیمہ نمبر (۲) از ص۲ تا ۵)

قانونی: قوانین دیوانی متعلقہ منصفی کا خلاصہ تیار کیا اور بندوبست کے دفاتر کے متعلق ایک دستور العمل مرتب کیا۔ (حیات سرسید ص۲۸)

[2] حیات جاوید ص۱۲۲ نوٹ: آئینِ اکبری کی پہلی اور تیسری جلد صحیح اور درست کر کے مطبع میں چھپنے کو بھیج دی گئیں بعدہٗ دوسری جلد مکمل کر کے مع دیباچہ دلّی چھپنے کو بھیجی اور وہ غدر میں ضائع ہو گئی۔ اب پہلی اور تیسری جلدیں مطبوعہ ۱۲۷۲ھ ملتی ہیں۔

ملک کی آزادی سے قبل، اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ان میں قومی نقطۂ نظر کے بجائے برطانوی شہنشاہیت کے مفاد کو سامنے رکھا گیا۔ اس کوشش نے کبھی صحیح واقعات کو سامنے نہیں آنے دیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب ملک آزاد ہوا تو قومی نقطۂ نظر کی اہمیت کا احساس بھی عام ہوا اور بہت سا وہ مواد جو انگریزی حکومت کی پالیسی کی وجہ سے نظروں سے اوجھل تھا، سامنے آیا اور اس طرح یہ موقع ملا کہ صحیح حالات اور واقعات کی روشنی میں اس جدوجہد پر غور کیا جا سکے۔

اگرچہ اس موقع پر یہ گنجائش نہیں کہ اس جدوجہد کے اسباب و نتائج پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائے لیکن چند باتوں کا ذکر ضروری ہے جن کا تعلق اس کتاب سے بھی ہے مثلاً کیا یہ کسی منظم جماعت کی کوئی پہلے سے سوچی سمجھی سازش یا کوئی تحریک تھی، یا محض ایک وقتی شورش تھی؟ ہندوستانی فوج کا اس سے کیا واسطہ تھا؟ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہندوستان میں قانونی حیثیت کیا تھی؟ کیا اسلامی نقطۂ نظر سے اس کو جہاد کہنا درست تھا؟ شہنشاہ دہلی نے اس جنگ میں کیا رول ادا کیا؟ ملک کے بعض دوسرے آزادی پسند راجہ، مہاراجہ نواب اور تعلقہ داروں نے کیا خدمات انجام دیں؟ عوام کس طرح شریک رہے؟ اس کی ناکامی کے اسباب کیا ہوئے؟ اور پھر کن نتائج کا ملک کو سامنا کرنا پڑا؟

دراصل یہ تحریک کسی بھی منظم یا غیر منظم جماعت کی کوئی سازش نہ تھی بلکہ بہت سی ایسی وجوہات تھیں جن کی بِنا پر یہ کہا جا سکتا تھا کہ ملک میں کسی وقت بھی اس قسم کی صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے۔ لارڈ کیننگ نے ہندوستان آتے وقت لندن میں ایک دعوت کے موقع پر کہا تھا: "ہند کے مطلع پر آج ہتھیلی کے برابر جو ابر نظر آتا ہے وہ کل بڑھ کر ہاتھ بھر کا ہو جائے گا اور پھر وہ آسمان پر اتنا چھا جائے گا کہ ہماری تباہی کے آثار نظر آنے لگیں گے۔"[1]

---

[1] مغل اور اردو صفحہ ۱۶۴

دہلی میں حیرت انگیز خبریں مشہور ہو رہی تھیں، کوئی کہتا تھا کہ ایران کا کجکلاہ ہندستان پر حملہ آور ہوگا، کسی کا خیال تھا کہ زار روس ہند کی طرف پیش قدمی کرے گا۔ کبھی خبر اڑتی تھی کہ امیر کابل بادشاہ دہلی کو اغیار کی حراست سے آزاد کرانے آ رہا ہے۔ کسی دن شہرت ہوتی تھی کہ ترکی اور فرانس نے باہم معاہدہ کیا ہے اور وہ شاہِ ایران کو ساتھ لے کر ہندوستان کا تختہ الٹنے کی فکر میں ہیں۔ بدباطن غل مچاتے کہ لال قلعہ میں اہل فارس کی آمد کا انتظار ہے اور حضرت حسن عسکری ایرانیوں کی فتح و نصرت کے لیے اعمال و ریاضت کی چلہ کشی میں مصروف ہیں۔ ایک دن جامع مسجد کے دروازے پر کسی شریر نے اشتہار چسپاں کر دیا کہ شاہ فارس فوج لیے آ رہا ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اُس لشکر کی امداد کرنا چاہیے[1] یہ ایسی افواہیں تھیں کہ کسی وقت بھی اُن کے اثر سے ہنگامہ ہو سکتا تھا۔

ضلع بجنور جو دہلی سے ایسا کچھ دور نہ تھا کہ ان باتوں سے متاثر نہ ہو رہا ہو۔ اس کے علاوہ شہزادہ مرزا شاہرخ بہادر سے نواب محمود خاں (رئیس نجیب آباد) کے گہرے تعلقات تھے۔ نواب موصوف کے پردادا نجیب الدولہ شہنشاہِ دہلی کے امیر الامراء رہ چکے تھے۔ شہزادہ سہارن پور۔ نجیب آباد۔ کاشی پور تک صید افگنی کے لیے جایا کرتے تھے[2] اور نواب محمود خاں ان کے ساتھ ہوتے۔ نواب موصوف کے گہرے

---

[1] بہادر شاہ ظفر صفحہ ۹۷ [2] ایضاً صفحہ ۸ — اس وقت ولی عہد مرزا دارا بخت تھے جو زکیتہ النساء بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ بہادر شاہ، نواب زینت محل کو بہت چاہتے تھے اور ان کے بس میں تھے۔ ولی عہد اس سے خوش نہ تھے اور باپ بھی بڑے بیٹے (دارا بخت) سے ناراض رہتے تھے۔ مرزا شاہرخ بہادر ولی عہد سے چھوٹے تھے۔ شہزادوں میں سب سے زیادہ قابل، دانش مند، جفاکش، ہونہار، اور نشانہ باز تھے۔ استاد ذوقؔ نے ان کی تعریف میں کہا تھا ؎

ہاتھ میں بندوق لے جس وقت تو بہرِ شکار   شیرِ گردوں کو ہو مشکل ہاتھ سے تیرے نجات

باپ کی اطاعت گزاری اور نواب زینت محل کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتے یہاں تک کہ ان کے فرزند جواں بخت کی بھی دل داریاں کرتے، ملکۂ دوراں کی (صفحہ ۲۶ دیکھئے)

تعلقات[1] کا علم اس سے بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ان کا ارادہ دہلی آنے کا ہوا تو اس سلسلے میں بہادر شاہ ظفر نے صاحبِ کلاں بہادر کے نام شُقّہ لکھا، جس کے بارے میں روزنامچہ میں الفاظ ملتے ہیں:۔

"ایک رقعہ صاحب کلاں بہادر کے نام اس مضمون کا لکھا گیا کہ محمد محمود خاں ابن نواب بمبو خاں نجیب آبادی ہم سے ملنے کے لیے آنا چاہتے ہیں شاہزادہ شاہرخ بہادر سے کہدینا کہ یہ راسخ الخیال اور ہمدرد دلّی میں اُن کو آنے کی اجازت دے دیں[2]"

اس کے علاوہ ملک بھر میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ کمپنی کی حکومت سو برس رہے گی اور پلاسی کی جنگ کو سو برس ۱۸۵۷ء میں ہو رہے تھے۔ کمپنی نے اپنے اس صد سالہ دورِ حکومت میں ملک پر اس قدر ظلم کیے تھے کہ عوام اس سے گھبرا اُٹھے تھے۔ بعض مذہبی رسومات میں دخل، مشنری پروپیگنڈا، بائبل کے درس کا اہتمام، انگریزی تعلیم اور نئے طرز کے اسکولوں کا جاری کیا جانا۔ جیل کے قیدیوں کے لیے دوسروں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا۔ جبکہ اس زمانے میں ذات پات اور چھوت چھات کی قیود سخت تھیں۔ آراضیات کے

(صفحہ ۲۵ سے آگے) خوشنودیٔ مزاج کا ثمرہ تھا کہ بعض خدمات سلطانی ان کے سپرد تھیں اور تمام اراکین دربار ان کی عزّت ولی عہد سے زیادہ کرتے تھے۔ دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں دولت مندی میں بھی فائق تھے۔ ملازمین کمپنی کو مرزا شاہرخ کی یہ عزّت و تکریم پسند نہ تھی ادھر ولی عہد بہادر اور بادشاہ کے مابین کشیدگی بڑھتی جاتی تھی۔ اسی فتنہ وفساد سے بچنے کی خاطر زیادہ وقت سیر و شکار میں صرف کرتے تھے۔ (ملاحظہ فرمایئے۔ بہادر شاہ ظفر ص۱ و ص۲)

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۴۳ "فرمان شاہی" ـــ مرزا شاہرخ ۱۸۴۴ء میں بجنور میں شکار کھیلنے گئے تھے۔

[2] بہادر شاہ ظفر کا روزنامچہ ص۳ (۱۲ر دسمبر ۱۸۴۵ء)

نئے قانون کا اجراء، معافیات کی ضبطی، پسے ہوئے آٹے اور شکر میں ہڈیوں کا شامل ہونا، کارتوسوں میں ناجایز چربی کا استعمال، یہ اور اسی طرح کی بہت سی باتیں تھیں جن سے ملک بھر میں عوام متاثر ہوئے اور انھوں نے سمجھا کہ حکومت ہمارے مذہب پر حملہ کرنا چاہتی ہے اور اس کا مقصد ہمیں عیسائی بنانا ہے۔ چنانچہ رعایا اس حکومت سے خوش نہ تھی۔ مسلمانوں میں مذہبی عقیدے کی پختگی زیادہ تھی اور اُن کی قومی تاریخ میں عیسائیوں سے، پہلے بہت سے معرکے ہو چکے تھے چنانچہ مسلمانوں پر ان سب باتوں کا زیادہ اثر تھا۔ سرسیّد ان ہی وجوہات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ان وجوہات سے مسلمان زیادہ تر ناراض تھے اور ہندوؤں کی بہ نسبت زیادہ تر فساد میں اُن کا شریک ہونا قرینِ قیاس تھا، چنانچہ یہی ہوا۔" [1]

مسلمانوں کو نہ صرف مذہبی دائرے میں یہ احساس تھا بلکہ ان کو اپنی معیشت میں بھی انگریزوں کے ہاتھوں ہندوؤں کی بہ نسبت زیادہ نقصان پہنچا تھا۔ جبکہ ہندو بھی نقصان سے بچے نہ رہے۔ سرسیّد نے مذہبی مداخلت اور ضبطی معافیات کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

" اس زمانے میں جہاں جہاں باغیوں نے اشتہارات واسطے بہکانے اور ورغلانے رعایا کے جاری کیے ہیں سب میں بجز دو باتوں کے یعنی مداخلت مذہبی اور ضبطی معافیات کے اور کسی چیز کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ دونوں باتیں اصلی منشا اور بہت بڑا سبب ناراضی اہل ہند کا تھا۔ علی الخصوص مسلمانوں کا جن کو یہ نقصان بہت زیادہ بہ نسبت ہندوؤں کے پہنچا تھا۔" [2]

---

[1] حیاتِ جاوید ضمیمہ نمبر (۴) صفحہ ۳۱ ؛ مولانا حالی

[2] حیات جاوید ضمیمہ نمبر (۴) صفحہ ۳۲ ؛ مولانا حالی

اس طرزِ عمل سے لوگوں کی معاشی حالت اتنی ابتر ہوگئی تھی کہ بجنور میں بھی بقول سرسید "ایامِ غدر" میں ایک آنہ اور ڈیڑھ آنہ یومیہ پر یا سیر بھر اناج میں لوگ باغیوں کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ یہ صورتِ حال ایسی تھی کہ اس نے کمپنی کے دورِ حکومت کے امن و آسائش، تجارت کے فروغ، ڈاک کے عمدہ انتظام، خانہ جنگی کے خاتمے، مسافروں کے آرام اور اسی قسم کی بہت سی اچھی باتوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ مزید برآں چونکہ کمپنی کے عہدے داروں میں ہندوستانی رعایا سے محبت کا جذبہ نہ تھا اس لیے بھی رعایا میں وفاداری کا جذبہ پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ سرسید اس کا اظہار اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

"آج تک گورنمنٹ نے یہ محبت ہندوستان کی رعایا کے ساتھ پیدا نہ کی......
اب غور کرو کہ ہمارے حکام اور ہندوستانیوں کا خون ایک نہ تھا، مذہب ایک نہ تھا، رسم و رواج ایک نہ تھے، رضامندی رعایا کو نہ تھی، آپس میں محبت اور اتحاد نہ تھا پھر کس بات پر ہمارے حکام ہندوستانیوں سے وفاداری کی توقع رکھتے تھے[1]۔"

رعایا کے علاوہ، ہندوستانی فوج کے ساتھ بھی کمپنی کے افسران کا رویہ سخت اور توہین آمیز تھا۔ انگریزی افسر ہندوستانی فوج سے بُرا برتاؤ کرتے، ان سے الگ الگ رہتے تھے۔ اگرچہ ہندوستانی سپاہی جسمانی اور دماغی ہر اعتبار سے انگریزی افسروں پر فوقیت رکھتے تھے، لیکن ہندوستانی فوجیوں کو اونچے عہدے نہ ملتے تھے۔ کبھی کبھی ایسے احکامات جاری کیے جاتے، جن سے سپاہیوں کے مذہبی عقیدے اور ان کے رسم و رواج پر چوٹ پڑتی تھی مثلاً "کلکتہ اخبار" کے حوالے سے "دہلی اُردو اخبار" لکھتا ہے۔

"اُدھر طرف کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ سپہ سالار فوج انگریزی نے حکمِ ناطق جاری کیا ہے کہ امیرانِ سپاہ انگریزی میں سے جو شخص کہ ڈاڑھی

---

[1] حیاتِ جاوید ضمیمہ نمبر (۴) ص ۴۳ و ۴۴ : مولانا حالی

اور مونچھیں رکھتے ہیں، منڈوا ڈالیں اور پھر کبھی نہ رکھیں۔ چنانچہ اس حکم سے اکثر صاحبوں نے جو کہ مونچھیں رکھتے تھے منڈوا ڈالیں لیکن دِلوں میں بہت غمگین ہوئے۔ الحق مردوں کو ڈاڑھی اور مونچھوں سے بہت محبّت ہوتی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ وہ لوگ حرفِ شکایت زبان پر رکھتے ہیں۔ مگر کیا کریں! بندگی، بیچارگی ہے۔ سوائے متابعت علاج نہیں۔" [1]

حالانکہ یہی فوج تھی جس نے کمپنی کو اپنوں کے مقابلے میں لڑ کر علاقے فتح کر کے دیئے تھے اور اب اس کے صلے میں فوج کو شکایت کا موقع مل رہا تھا۔ مال گزاری میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ٹیکسوں کی زیادتی اور بے روزگاری عام ہوتی جارہی تھی، ظلم، زیادتی راہ داری کا ٹیکس جیسی مصیبتیں آگئی تھیں [2] اور اس پر بھی حکّام کا رویّہ رعایا اور فوج کے ساتھ ہمدردانہ نہ تھا۔ دراصل انگریزوں کو گھمنڈ تھا کہ وہ ہندوستانیوں سے برتر قوم ہیں۔

اونچے طبقے کے لوگوں کو یہ شکایت تھی کہ کمپنی نے بڑے اور چھوٹے، رعیت اور نواب سب کے لیے ایک ہی قانون بنا رکھا ہے۔ حالانکہ پہلی سرکاروں میں ایسا نہیں تھا چنانچہ یہ شکایت حضرت محل صاحبہ نے بھی کی تھی [3]۔ ڈلہوزی کی دیسی ریاستوں کے الحاق کی پالیسی نے ریاستوں میں بے اطمینانی پیدا کر دی تھی۔ اودھ کی ضبطی اور لفٹیننٹ تھامسن کی قانونی پالیسی جس میں زمینداروں کو ختم کیا گیا تھا پہلے ہی آگ لگا چکی تھی۔

غرض یہی سب باتیں حکومت سے ناراضی کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ فریڈرک۔ جان شور نے اپنی کتاب NOTES ON INDIAN AFFAIRS میں

---

[1] دہلی اُردو اخبار جلد ۱۲ شمارہ ۲۳۰ صہ ۲ (نیشنل آرکائیوز آف انڈیا نئی دلّی)

[2] فارین سیکرٹریٹ کنسلٹیشن نمبر ۱۴۔ ۳۰ را پریل ۱۸۵۶ء

[3] اٹھارہ سو ستاون ص ۳۱ : ڈاکٹر سین (مقدمہ مولانا آزاد) ہندی اڈیشن

اس بات کا پتہ دیا ہے کہ ملک میں یہ آگ اندر ہی اندر سُلگ رہی تھی، بس ایک چنگاری گرنے کی دیر تھی[1] اور یہ چنگاری مئی ۱۸۵۷ء میں اپنا کام کر گئی۔ لوگ حکومت کے خلاف کمربستہ ہو گئے اور مقابلے پر آ گئے۔ اس وقت ہر شخص وطن دوستی کے جذبے سے سرشار اور اپنی آزادی کو بحال رکھنے کے لیے ہر قربانی کے واسطے تیار تھا۔ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ملک میں اتحاد کا جذبہ عام تھا اور سب ایک آواز تھے۔ ہاں البتہ چند مہاجن، تجارت پیشہ لوگ، مفاد پرست ہندوستانی ملازمین سرکار، بعض تعلقہ دار اور کچھ نواب، راجہ مہاراجہ جو انگریزی عملداری میں آرام اور آسائش سے تھے وہ اس تحریک میں ہندوستانیوں کے ساتھ نہ تھے[2]

چونکہ فوج کے پاس ہتھیار تھے اور ان کا دل غم و غصّے سے بھر چکا تھا۔ اس لیے موقع پاکر پہلے بارکپور (بنگال) کی "چونتیس" اور "انیس" دیسی پلٹن بگڑ گئی[3] اور پھر میرٹھ کے واقعہ نے اس آگ کو بھڑکا دیا جس کی لپیٹ میں تقریباً سارا شمالی ہندوستان آ گیا۔

---

[1] بحوالہ اٹھارہ سو ستاون ص۱۱ (ہندی اڈیشن)

[2] اس حقیقت کا اظہار مارشمین ان الفاظ میں کرتا ہے: "خاص صوبہ شمالی مغربی میں عام طبقات رعایا کا طرز عمل بالکل غیر جانب دارانہ تھا۔ زراعت پیشہ، تجارت پیشہ یا حرفت پیشہ مخلوق نے بغاوت کی موافقت میں کوئی مظاہرہ نہیں کیا تھا۔۔۔۔ خاص کر دریائے ستلج کی ریاستوں کے راجاؤں نے غدر کے زمانے میں نہایت قیمتی خدمات انجام دیں۔ راجپوتانہ کے تمام رئیس پورے طور پر وفادار رہے۔ سندھیا ہلکر، بیگم بھوپال اور نواب رام پور نے گورنمنٹ برطانیہ کی طرفداری کی اور نیپال کی مجلسِ حکومت نے انگریزوں کی امداد کے لیے نو ہزار فوج بھیجی تھی۔ دکن میں گیکواڑ ملحقہ صوبہ جات ستارا اور ناگپور کے باشندے نواب نظام الملک اور اُن کے مدبر وزیر سالار جنگ، بڑے بڑے مرہٹہ جاگیردار اور میسور کے سردار سب کے سب گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ اظہارِ اطاعت و وفاشعاری کرتے رہے تھے۔" تاریخ ہند ص۶۴۲-۶۴۱ (عہد برطانیہ): جے۔ سی۔ مارشمین۔ مترجمہ عبدالسلام۔ [3] رجمنٹ ۳۴ اور ۱۹ پیادگانِ ہندوستانی کی "موقوفی اور حکم عدولی" کے بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ دہلی اُردو اخبار جلد ۱۹ شمارہ نمبر (۱۵) مورخہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۷ء۔ موقوفی کا حکم ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو آیا تھا۔

میرٹھ کے واقعہ کے بعد مختلف مقامات پر انگریزی اقتدار کو ختم کرنے کی تیاریاں شروع ہونے لگیں۔ بریلی، شاہ جہاں پور، مراد آباد، کانپور، بدایوں، لکھنؤ، جھانسی وغیرہ یکے بعد دیگرے جہادِ آزادی کی مہم میں شریک ہوتے گئے۔

میرٹھ کے واقعہ کی خبر بجنور میں ۱۲ ارمئی ۱۸۵۷ء کو پہنچی۔[1] اس وقت ضلع میں فوج نہ تھی۔[2] اس لیے ضلع میں فوری طور پر فوجی اقدام کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ کلکٹر ضلع مسٹر شیکسپیئر نے صحیح حالات دریافت کرنے کی غرض سے کچھ سواروں کو میرٹھ بھیجا لیکن یہ سوار راہ کو پُرخطر دیکھ کر لوٹ آئے۔ ایسے حالات میں انگریز کلکٹر ضلع کے امن کو بحال نہ رکھ سکا اور راہیں پُرخطر ہوتی گئیں۔ حکّام ضلع نے توجہ اس وقت کی جب ۱۷ ارمئی کو ایک "سربراہ ڈاک" راولی گھاٹ پر لُٹا، جو مسٹر کاری کے پاس ڈاک اور کچھ روپیہ لے جا رہا تھا۔[3] اب کلکٹر نے ضلع کے زمینداروں سے امداد کی درخواست کی اور جو دیسی سپاہی چھٹّی پر تھے اُن کو بھی بلا لیا۔[4] ۱۸ ارمئی ۱۸۵۷ء کو ایک کمپنی ۲۹۔ این۔ آئی سہارن پور سے بجنور آئی۔ چونکہ اس وقت اس نے بجنور میں قیام مناسب نہ سمجھا، اس لیے سیدھی مراد آباد چلی گئی۔ ۱۹ ارمئی کو مراد آباد کا جیل خانہ ٹوٹ گیا اور اسی تاریخ کو "سفرمینا" کے تین سو سپاہی روڑکی سے نجیب آباد پہنچے اور وہاں نواب محمود خاں، رئیس نجیب آباد سے ضلع میں انقلابی حکومت قائم کرنے کی درخواست کی[5] اور ضلع سے انگریزوں[6] کو باہر نکال

---

[1] سرکشی ضلع بجنور صہ ؛ کلکٹر ضلع نے اپنے خط نمبر ۱۰۰ بنام کمشنر روہیل کھنڈ میں ۱۲ ارمئی لکھی ہے اور غالباً اسی کی بنیاد پر ملی سن جلد ششم صہ۱۰۲ پر بھی یہی تاریخ ملتی ہے اور گزیٹیر بجنور میں بھی "بغاوت کی ابتدا" کی تاریخ ۱۲ ارمئی درج ہے۔ [2] ملاحظہ فرمائیے گزیٹیر بجنور "بغاوت کی ابتدا"۔ [3] ملاحظہ فرمائیے خط نمبر ۱۰۲، از مسٹر شیکسپیئر بنام آر الگزینڈر پیراگراف نمبر ۲، ضمیمہ نمبر (۲) صہ۲۳۴ کتاب ہذا۔ نیز سرکشی بجنور صہ۵۔ [4] ملاحظہ فرمائیے گزیٹیر بجنور "بغاوت کی ابتدا"۔ [5] تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے سرکشی ضلع بجنور از صہ۷ تا ۹۔ [6] سرسید نے بھی انگریزوں کی تعداد مع عہدہ اور تفصیل بیان کی ہے۔ مولانا حالی صرف اتنا لکھتے ہیں کہ اس وقت ضلع میں

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

دینے کا عزم ظاہر کیا۔ سرسید نے اس گفتگو کا اپنی اس کتاب میں بجیب آباد والی مصلحت " کے نام سے بار بار ذکر کیا ہے۔ ان سپاہیوں نے ضلع کے دفتر اور خزانے پر قبضہ حاصل کرنا شروع کر دیا[1] اور اب پورے ضلع میں مہم شروع ہو گئی جس میں فوج اور عوام ساتھ ساتھ ہے اسی طرح ہر جگہ ملک میں فوج نے عوام کو ساتھ لیا، دیسی ریاستوں کی مدد حاصل کی اور ملک سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کی جان توڑ کوشش کی۔

اس موقع پر اس تحریک سے متعلق ایک اہم سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی قانونی حیثیت کیا تھی، جس کے خلاف فوج نے غم و غصّے کا اظہار کیا۔

دراصل کمپنی کا قانونی حق تو صرف اتنا تھا کہ وہ بنگال، بہار اور اڑیسہ میں مغل بادشاہ کی دیوانی کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرے۔ لیکن وہ بہت پہلے اس سے روگردانی کر چکی تھی۔ اسی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کمپنی کے خلاف ہندوستانی فوج کا اقدام بغاوت تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی صرف تجارت کرتی تھی اور اس وقت تک لوگوں کے ذہن میں یہ بات بالکل نہ تھی کہ حکومت کمپنی کی ہے۔

(صفحہ ۲۱ سے آگے)

بیس یورپین، یورشین عورتوں اور بچوں سمیت تھے (حیات جاوید صـ۱۲۸) لیکن اس کی تفصیل نہیں دی۔ جو یہ تھی: مسٹر شیکسپیئر، کلکٹر، ان کی بیوی اور ایک بچہ۔ مسٹر جی یامر جوائنٹ مجسٹریٹ۔ مسٹر آرکری، ایک سویلین جو پہاڑ کو جا رہے تھے۔ ڈاکٹر نائٹ سول سرجن اور ان کی بیوی۔ مسٹر لی میٹر ہیڈ کلرک، ان کی بیوی اور تین بچے۔ مسٹر جانس اور مسٹر مرفی، دو کلرک مجسٹریٹ کے دفتر میں۔ مسٹر مرفی کی بیوی اور چار بچے اور ایک مسٹر کا وڈ۔ اس طرح کل ۲۰ افراد تھے۔ گزیٹیر بجنور "غدر کی ابتدا"

[1] اسی لیے کلکٹر ضلع نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کنویں میں ڈلوا کر محفوظ کرا لیا تھا اور بعد میں پچاس ہزار روپیہ میرٹھ کو بھجوا دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو سرکشی بجنور صـ۱۱)

اس حقیقت کا اظہار "سرکشی ضلع بجنور" کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔ اس ضلع کے باشندے بھی واضح طور پر یہ نہیں سمجھتے تھے کہ کمپنی کی کیا حیثیت ہے۔ نواب محمود خاں نے اس ضلع میں انقلابی حکومت کے قیام کا اعلان ان الفاظ میں کرایا تھا۔

"خلق خدا کی۔ ملک بادشاہ کا۔ حکم نواب محمود خاں بہادر کا"[1]

اور شہنشاہ دہلی کی طرف سے فرمان شاہی[2] آجانے کے بعد اب یہ بات واضح تھی کہ یہاں بادشاہ سے مطلب شہنشاہ دہلی تھا۔ علاوہ ازیں جب بجنور پر چودھریوں کا قبضہ ہوا تو ان کی منادی کے الفاظ بھی سرسیّد نے قلم بند کیے ہیں۔ جو یہ ہیں۔

"خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکم چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ بجنور والوں اور ہلدور کے چودھری صاحبوں کا ڈھم ڈھم ڈھم"[3]

اور جب حکام انگریزی کی طرف سے ضلع کا انتظام ڈپٹی رحمت خاں اور سرسید احمد خاں صاحبان کے سپرد ہوا تو اس وقت سرسید احمد خاں کی رائے ہوئی کہ منادی کے الفاظ زیادہ واضح ہونے چاہییں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"جب ضلع ہمارے سپرد ہوا تو میری یہ رائے تھی کہ پرانے لفظ منادی یعنی خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم کمپنی بہادر کا بدلے جاویں اور بجائے ملک بادشاہ کے، پکارا جائے کہ ملک ملکہ وکٹوریہ شاہ لندن کا کیونکہ منادی میں ایسے الفاظ چاہئیں کہ جن سے عوام الناس بغیر شک کے یہ بات سمجھیں کہ درحقیقت ملک کس کا ہے اور ہمارا بادشاہ کون ہے اور کس کی

---

1. سرکشی ضلع بجنور ص ۳۰
2. ایضاً ص ۴۱ و ص ۴۲
3. ایضاً ص ۵۶

رعیت ہیں"[1]

کلائیو نے خود مغل شہنشاہ کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ گورنر جنرل بادشاہ کے دربار میں جاتا تو نذرانہ پیش کرتا۔[2] خلعت و خطابات سے نوازا جاتا جیسا کہ شہنشاہ دہلی دوسرے صوبے داروں اور ماتحتوں کے ساتھ نوازش کرتے تھے۔ انگریز افسر نہ صرف شہنشاہ دہلی کو نذر پیش کرتے تھے بلکہ شاہزادوں کو بھی نذریں دیتے تھے۔[3] کمپنی کے نمائندوں کے اس طرزِ عمل کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد تحریر فرماتے ہیں:

"برٹش سرکار کے نمائندوں کو راجہ، مہاراجوں اور مغل دربار کے مقامی حاکموں کی خوشامد، منت اور چاپلوسی کرنے میں کچھ تامل ہوتا، لیکن کمپنی کے نمائندوں میں ایسی کوئی بات نہ تھی وہ چھوٹے سے چھوٹے حاکم کی اسی طرح خوشامد کرتے تھے جس طرح ہندوستانی تجار کرتے تھے۔ سودخوری اور ظلم کرتے ہوئے انھیں اس بات کا ڈر نہ تھا کہ اس کے لیے ان کی اپنی سرکار (برطانیہ) انھیں کچھ کہے گی۔"[4]

کمپنی رفتہ رفتہ اپنی طاقت بڑھاتی رہی اور بالآخر ملک کے اثر و اقتدار کی مالک بنتی گئی جب ۱۸۰۳ء میں ستلج تک اس نے اپنا علاقہ حاصل کر لیا تب رعایا کو یہ احساس ہوا کہ یہ تجارتی کمپنی بادشاہ بن گئی۔ ہسٹینگز اپنے زمانے میں شہنشاہ دہلی سے بجائے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر بات کرنے کی اجازت اور نذرانے سے معافی حاصل کر ہی چکا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۸۳۵ء میں کمپنی نے اپنے کو سیاسی اور فوجی اعتبار سے اتنا طاقتور

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۲ [2] اٹھارہ سو ستاون ص۱ : ڈاکٹر سین (مقدمہ مولانا آزاد) ہندی اڈیشن [3] دہلی اُردو اخبار جلد ۱۲ شمارہ (۲۱۶) "حضور والا"
[4] اٹھارہ سو ستاون ص۱ : ڈاکٹر سین (مقدمہ مولانا آزاد)

بنالیا تھا کہ بادشاہ کا نام ہٹا کر اپنا سکہ چلا دیا اور اسی سال حکومت کی زبان فارسی کو بھی ختم کیا، جو مغلیہ عہد میں ہندو مسلمانوں کی یگانگت اور یک جہتی کی علامت تھی۔

ان حالات کو دیکھ کر عوام اور فوجیوں کو پورا احساس ہو گیا کہ کمپنی محض تجارت نہیں کرتی بلکہ حاکم بن گئی ہے۔ اس احساس نے بھی تحریک آزادی کی تقریباً ۲۲ برس پہلے آبیاری شروع کر دی تھی۔

اس اثر و اقتدار کے قائم کرنے میں کمپنی کے عہدے دار ہر قسم کی شاطرانہ چالوں، غاصبانہ اقدام، بدعہدی، سب ہی کو کام میں لائے، ہندوستان کے بعض نواب اور راجہ اُن کا شکار ہوتے گئے[1]

"۱۸۵۷ء سے قبل ہی انگریز اپنے آپ کو اس کے لیے تیار پاتے تھے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار کا قلع قمع کر دیں۔ پہلے شاہانِ اودھ پر نظر التفات مبذول ہوئی جن کا دائرہ حکومت ۱۸۰۱ء میں پہلے ہی کافی محدود کر دیا گیا تھا اور پھر نصف صدی بعد جیسا کہ نجم الغنی کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے، ان کے لیے قصداً عیش و عشرت اور لہو و لعب کے اسباب مہیا کیے گئے اور پھر ایک افسر تحقیقات کے لیے مقرر کیا گیا کہ اودھ کی بدانتظامی کی تفصیلات قلم بند کرے اور اس کے سدّ باب کی مناسب تجاویز پیش کرے۔ تجویز پیش ہوئی، اور طے ہوا کہ واجد علی شاہ کو معزول کر دیا جائے"[2]

معزول کرنے کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے جو اشتہار ہر تھانہ پر لگایا گیا اس کا ایک ایک لفظ کمپنی کے گورنر جنرل کی شاطرانہ پالیسی کا مظہر ہے نجم الغنی تاریخ اودھ جلد پنجم میں لکھتے ہیں:

---

[1] اور اس کا نتیجہ بقول مارشمین یہ نکلا کہ اگرچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تخلیق "تاج" نے ڈھائی سو سال پہلے اس غرض سے کی تھی کہ برطانوی تجارت کو مشرقی ممالک میں وسعت دے لیکن اس کمپنی نے اپنی کارگزاری ختم کرتے وقت تاج کو ایسی سلطنت منتقل کی جو روما کی سلطنت سے بھی زیادہ شاندار تھی۔" تاریخ ہند (عہد جدید) صفحہ ۴۲۹، ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔ [2] شعر اقبال صفحہ ۱۲۱: سید عابد علی۔

"واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے جو اشتہار ہر تھانہ پر لگایا گیا تھا اس میں درج ہے کہ ملک اودھ کی رعایا برباد ہو رہی ہے۔ فوج تنخواہ سے محروم ہے، آئین و عدل کا نام و نشان نہیں۔ ڈاکوؤں کے غول علاقوں کو برباد کرتے ہیں۔ سرکار انگریز ان خرابیوں اور برائیوں کی زیادہ متحمل نہیں ہوسکتی اور اب اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ ملک اودھ کا تمام انتظام ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کے سپرد کر دیا جائے[1]۔"

چونکہ ضلع بجنور ۱۷۷۴ء سے ۱۸۰۱ء تک سلطنت اودھ میں شامل رہا، لہٰذا اس دور کی تمام باتوں کا اثر اس ضلع پر پڑتا رہا۔

نجیب الدولہ کی وفات (۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء[2]) کے بعد ان کے بیٹے ضابطہ خاں کی اس ضلع پر حکمرانی رہی لیکن بعض حالات کی بنا پر ضابطہ خاں کو شاہی فوجوں کا مقابلہ (۲۳ فروری ۱۷۷۲ء) سکرتال کے مقام پر کرنا پڑا۔ جس میں اسے شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر پتھر گڑھ (نجیب آباد) کے قلعہ میں آیا لیکن ۱۶ مارچ ۱۷۷۲ء کو پتھر گڑھ کا قلعہ بھی خالی کر دینا پڑا۔ چونکہ شاہی فوجوں کے ساتھ مرہٹوں کی فوجیں بھی تھیں اس لیے اس ضلع پر ضابطہ خاں کی شکست کے بعد در اصل مرہٹوں کا قبضہ ہو گیا۔ ایسی صورت میں ضابطہ خاں نے شجاع الدولہ والئ اودھ سے مدد مانگی۔ اور ایک صلح نامہ ۱۵ جون ۱۷۷۲ء کو ہوا[3] جس میں یہ طے ہوا کہ والئ اودھ روہیلکھنڈ سے مرہٹوں کو نکال دیں اور اس کے عوض روہیلے ان کو تین سال میں ۴۰ لاکھ روپیہ ادا کریں لیکن جب یہ روپیہ ادا نہ ہو سکا تو ۱۷۷۴ء میں روہیل کھنڈ کا یہ علاقہ

---

[1] تاریخ اودھ جلد پنجم از ص ۲۶۵ تا ۲۷۰ : نجم الغنی (۱۹۱۹ء) (نقل اشتہار گورنمنٹ انگریزی جو ہر تھانے پر لگایا گیا۔ ۷ فروری ۱۸۵۶ء)
[2] بہادر شاہ ظفر ص۶ : امیر احمد علوی۔
[3] بجنور گزیٹیر (ضابطہ خاں)

شجاع الدولہ نے حاصل کر لیا اور ضابطہ خاں کا اس ضلع سے کوئی تعلق نہ رہا[1]۔ اور اس طرح یہ ضلع سلطنت اودھ کا حصّہ ہو گیا۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی چالاکیوں سے سلطنت اودھ پر اتنا قرضہ بڑھا دیا کہ جس کو وہ ادا نہ کر سکے تو اس کے عوض روہیل کھنڈ اور دوآب کا علاقہ ایک صلح نامہ مورخہ ۱۰ ر نومبر ۱۸۰۱ء کے ذریعے حاصل کر لیا اور اس طرح ضلع بجنور ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے میں آ گیا۔ یہ قبضہ ۷ ر جون ۱۸۵۷ء تک رہا جس کے بعد یہاں نواب محمود خاں نے انقلابی حکومت قائم کی جو ۱۸ ر اپریل ۱۸۵۸ء تک رہی اور اس کے بعد پھر دوبارہ یہ ضلع کمپنی کی حکومت اور پھر تاج برطانیہ کے زیر نگیں رہا تا آنکہ ۱۵ ر اگست ۱۹۴۷ء کو ملک کی آزادی کے ساتھ اس ضلع نے بھی آزادی حاصل کی[2]۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ۱۸۵۷ء میں کمپنی کی حیثیت ایک جائز حکمران کی نہ تھی بلکہ پوزیشن یہ تھی کہ ملک کی کمزوری اور یہاں کی طوائف الملوکی کی وجہ سے اس کو غاصبانہ اقدام کا موقع مل گیا تھا۔ اور اسی لیے اکثر علماء نے اس

---

[1] سرکشی ضلع بجنور صـ۳۱ : سر سید احمد خاں

[2] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضلع بجنور کی مختصر تاریخ پیش کر دی جائے : بعض مقامی روایتوں سے اس ضلع کی قدیم تاریخ کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ چکرورتی مہاراجہ بھرت جن کے نام پر اس ملک کا نام "بھارت" رکھا گیا، ان کی والدہ شکنتلا کی پیدائش اسی ضلع کی سرزمین پر ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ پرگنہ باشٹہ کے قریب ایک "مندر سیتا بانی" کے مقام پر سیتا جی کی مقدس یادگار ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جس راجہ "بین" نے اس ضلع کو بسایا تھا وہ مہاراجہ رام چندر کے ہمعصر تھے۔ قصبہ دارا نگر کے قریب ہستنا پور میں مہابھارت کے زمانے کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ ودُر جی کا مشہور مندر بھی یہیں موجود ہے۔ (۳۲۲ ق م۔ ۲۹۸ ق م) کے درمیان یہ ضلع مہاراجہ چندر گپت کی قلمرو میں شامل تھا۔ سلوکس کا مشہور سفیر میگستھنیز نے اپنے سفرنامے میں دریائے "ایری نیز" کے نام سے جس ندی کا ذکر کیا ہے وہ اسی ضلع کی ندی مالن ہے اور یہی وہ مالن ندی ہے جس کا ذکر کالیداس نے اپنے شہرۂ آفاق ناٹک شکنتلا میں مالنی کے نام سے کیا ہے۔ گنگا کے کھادر میں بمقام (صفحہ ۳۸ پر دیکھئے)

جد وجہد کو "جہاد" کے فرض سے ملا دیا تھا۔ ایک انگریز HENRY MEAD
اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

(صفحہ ۳۷ سے آگے)

ٹیپ راجہ کشن واسدیو اور راجہ کشن دھریشکا کے سکے پائے گئے ہیں۔ اس سے بھی اس ضلع کی قدیم تاریخ کا علم ہوتا ہے (۶۰۶ ق م - ۶۴۷ ق م) ہرش وردھن کے زمانے میں چینی سیاح ہیوان سانگ آیا خیال ہے کہ اس نے "موٹی پو لو" کے نام سے جس جگہ کا ذکر کیا ہے یہ وہی جگہ ہے جو آج کل منڈاور کے نام سے مشہور ہے۔ بدھ زمانے کی یادگاریں یہاں نجیب آباد کے قریب مور دھج کے قلعہ کے قرب وجوار میں کھدائی ہونے پر چند کتبے اور کندہ تختیاں ملیں جو عجائب خانہ لکھنؤ میں موجود ہیں۔

مسلمانوں کے ابتدائی دور کی یادگار ۱۱۹۳ء میں بنوائی ہوئی سلطان شہاب الدین کی ایک مسجد منڈاور میں موجود ہے۔ جلال آباد سلطان جلال الدین کا بسایا ہوا ہے۔ علاؤ الدین خلجی (۱۲۲۶ء تا ۱۳۱۶ء) کے دور کے ہندوستان کا ذکر حضرت امیر خسرو کے یہاں بھی ملتا ہے۔ ان کے بیان کے کے مطابق یہ ضلع ایک اچھی شکار گاہ تھا۔ کہتے ہیں کہ تیمور کا گزر بھی گنگا کے کنارے کنارے اس ضلع میں ہوا تھا۔ ۱۴۰۰ء لغایۃ ۱۴۵۰ء کے درمیان بجنور کا تعلق سلطنت کھیٹر سے رہا اور پھر لودیوں کے زمانے میں یہ ضلع سلطنت دہلی میں آ گیا۔ ۱۵۲۶ء میں شہنشاہ بابر نے زاہد خاں کو اس ضلع کا چارج لینے بھیجا تھا۔ ۱۵۴۱ء میں ہمایوں کی شکست کے بعد عیسیٰ خان کلکاپوری کا مغربی روہیل کھنڈ پر قبضہ رہا۔ ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء اکبر اعظم کے زمانے میں اس ضلع کا ذکر پوری تفصیل کے ساتھ ملتا ہے۔ ۱۶۰۵ء تا ۱۷۰۷ء یہ ضلع جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگزیب کے زمانے میں بدستور شاہانِ دہلی کی حکومت میں رہا اور یہاں امن و امان رہا۔ مغلوں کی کمزوری کے زمانے میں ۱۷۰۷ء سے ۱۷۷۴ء تک یہاں روہیلوں اور مرہٹوں کا زور رہا اور بالآخر ۱۷۷۴ء میں سلطنت اودھ میں شامل ہو گیا اور بعد ازاں ۱۸۰۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا اس ضلع پر قبضہ ہو گیا۔

"اس سرکشی کو موجودہ مرحلہ میں سپاہیوں کی بغاوت کا نام نہیں دیا جا سکتا یقیناً اس کا آغاز سپاہیوں سے ہوا لیکن بہت جلد اس کی حقیقت آشکارا ہوگئی۔ یعنی یہ اسلامی بغاوت تھی۔"[1]

جن علماء نے اس کو "جہاد" تصور کیا تھا انھوں نے اپنے دستخطوں سے یہ فتویٰ رسالے کی شکل میں شائع بھی کیا۔ "اخبار الظفر دہلی (دہلی اردو اخبار) کے کئی شماروں[2] میں اس کی مشتہری ہوتی رہی۔ اس سے قبل بھی مولانا سید احمد شہیدؒ اور مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریکوں نے مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے مقابلے میں جہاد کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔

بعض علماء کو اس سے اختلاف بھی رہا۔ بہر حال یہ ایک وقتی مسئلہ تھا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ تحریک "جہاد" تھی یا نہیں۔ اس سے یہاں کچھ بحث نہیں۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ضلع بجنور میں بھی اُن دنوں یہ مسئلہ سامنے آیا۔ چنانچہ بقول سر سیّد منیر خاں جہادی نے محمّدی جھنڈا کھڑا کیا[3] اور مسلمانوں کو اس کے نیچے جمع کیا۔ جب سر سیّد احمد خاں سے اس مسئلہ پر اُس کی گفتگو ہوئی تو سر سیّد نے کہا یہ "شرع کے بموجب جہاد نہیں ہے[4]" اور پھر دوسرے دن مولوی علیم اللہ رئیس بجنور سے جب منیر خاں نے اس باب میں بات چیت کی تو انھوں نے بھی اس کو "بہت دلیلوں سے قائل کیا کہ مذہب کی رُو سے جہاد نہیں ہے[5]۔" اگرچہ بعض علماء نے اس تحریک کو جہاد کہنے سے انکار کر دیا تھا لیکن انگریزوں پر اس کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ ان کی نظر میں ہر مسلمان باغی تھا۔ منشی

---

[1] ہندوستانی مسلمان ص ۱۴۵ ماخوذ ۱۸۵۷ء: غلام رسول مہر [2] دہلی اردو اخبار جلد ۱۹ شمارہ نمبران ۲۱ و ۳۲ و ۳۳ اور ۳۴ - (نوٹ: اس فتویٰ کا ایک فوٹوگراف نوائے آزادی میں بھی ص ۸ کے بعد دیا گیا ہے جس میں ان علماء کے ناموں کا بھی پتہ چل سکتا ہے جنھوں نے اس پر مہریں کی تھیں [مرتب])

[3] سرکشی ضلع بجنور ص ۹۵ [4] ایضاً ص ۳۸ [5] ایضاً ص ۳۸

ذکاء اللہ جو ایک معاصر مورخ ہیں، لکھتے ہیں :

" ایک انگریز کا شیوہ یہ ہوگیا تھا کہ ہر مسلمان کو باغی سمجھتا تھا۔ ہر ایک سے پوچھتا ' ہندو ہے یا مسلمان ؟ جواب میں مسلمان سُنتے ہی گولی سے مار دیتا "[1]

انگریز حکام نے رعایا سے لے کر بادشاہ تک کسی کے ساتھ بھی حسن سلوک کا ثبوت نہیں دیا۔ ایسے واقعات کا تاریخیں پتہ دیتی ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ کمپنی کے حکام نے بہادر شاہ ظفر شہنشاہِ دہلی کے دورِ حکومت (۱۸۳۷ء تا ۱۸۵۷ء) میں یہ طے کر لیا تھا کہ بادشاہ کو جتنا ذلیل کیا جا سکتا ہے، کر دینا چاہیے تاکہ جب اس کو معزول کیا جائے تو لوگوں کو کوئی افسوس اور تعجب نہ ہو۔ لیکن ہندوستانیوں کے دل میں شہنشاہ دہلی کی عزت اور عظمت ابھی تک باقی تھی۔ اگرچہ وہ کمپنی کا وظیفہ خوار تھا، نہ اس کے پاس فوج تھی نہ دولت و ثروت اور حکومت بھی دلی کے لال قلعہ تک محدود رہ گئی تھی۔ اس پر بھی وہ اہلِ ہند کی نظر میں سلطنت کا جائز وارث تھا اور وہ اُن لوگوں کے ساتھ تھے جو انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو چکے تھے[2] ان کی اولاد نے شاہانہ تمکنت اور وقار سے کام لیا اور وہ جلال جو مغل شاہزادوں کو زندگی میں نصیب نہ ہوا تھا شہادت کی موت نے اُن کو عطا کر دیا۔ جنرل بخت خاں اور دوسرے

---

[1] عروج سلطنت انگلشیہ ص۱۲۷

[2] سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: " فوراً ہی اس شورش نے (تحریک ۱۸۵۷ء) عوامی جنگ کی شکل اختیار کر لی جس میں ہندو مسلمانوں نے دوش بدوش حصّہ لیا۔ سپاہیوں نے دہلی کی طرف کوچ کیا جو مغل سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی قیام گاہ تھی اور ان کو اس جنگ کا قائد اور رہنما، متحدہ حب الوطنی اور عوامی جدوجہد کا نشان، ہندوستان کا قانونی بادشاہ اور نامور مغل بادشاہوں کا وارث اور جانشین قرار دیا۔ ہندوستان کے کونے کونے میں ان کے نام پر اور ان کے جھنڈے کے نیچے جنگ کی گئی۔ لوگ ان کو مذہبی اور قومی جنگ کا ہیرو سمجھتے رہے اور دہلی کو آزاد ہندوستان کا پایۂ تخت۔ کسی کو بھی اس سے اختلاف نہ تھا۔"
(ہندوستانی مسلمان ص۱۳۹)

مجاہدینِ آزادی نے فوج اور رعایا دونوں میں ایک عزم اور حوصلہ کی لہر دوڑا دی۔ انھوں نے پوری مستعدی اور جاں بازی کے ساتھ غیر ملکی حکومت کا مقابلہ کیا۔ شہنشاہِ دہلی کے سپہ سالارِ اعظم جنرل بخت خاں کی مساعی جمیلہ کا سرسری مرقع ملاحظہ فرمائیے[1]

"دربارِ دہلی کی سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ اس کے پاس روپیہ نہ تھا بخت خاں نے جہاں لوٹ مار بند کی، نظم قائم کیا، وہاں ساہوکاروں اور سیٹھوں کے ذریعے سے روپیہ قرض لینے کے لیے بھی تدبیریں اختیار کیں۔ اس کے حوالے منشی جیون لال کے روزنامچے میں جا بجا ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود بادشاہ نے بھی اپنے ملازموں کی تنخواہ کا انتظام اسی کے ذمے لگا دیا تھا۔"[2]

"اس نے منادی کرادی کہ تمام دوکاندار اپنے پاس ہتھیار رکھیں جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں وہ مفت سرکار سے لے جائے۔ جو سپاہی لوٹ مار کرتا ہوا پکڑا جائے گا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ جس کے پاس گولی بارود ہو، وہ میگزین کے حوالے کردے ورنہ سزا پائے گا۔"[3]

"جس شخص پر انگریزوں کی طرف داری کرنے یا انھیں چھپانے کا الزام لگتا تھا، اس کے گھر پر سپاہی دوڑتے تھے۔ چنانچہ نواب جھجر کے ایک ہندو داروغہ پر ایسا ہی الزام لگا اور لوگوں نے اس کی پچاس ہزار کی جائداد لوٹ لی۔ بخت خاں کو پتہ چلا تو سپاہی اس ظلم کی روک تھام کے لیے بھیج دیے۔"[4]

"بہادر شاہ کی ایک بڑی کوشش یہ تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں

---

[1] ۱۸۵۷ء کے مجاہد ص۱۷۱　[2] دو روزنامچے ص۱۳۶
[3] ایضاً ص۱۳۵　[4] ایضاً ص۱۶۶

پھوٹ نہ پڑے۔ اسی مصلحت کے پیشِ نظر اُس نے شہر میں ذبیحہ گاؤ بند کرایا تھا۔"[1]

"بخت خاں نے مختلف راجاؤں اور والیانِ ریاست سے بھی خط وکتابت کا انتظام کیا تھا اور بعض کی عرضداشتیں اسی کے ذریعہ سے دربار میں پیش ہوئی تھیں۔"[2]

والیانِ ریاست، نوابوں اور راجاؤں کا یہ حال تھا کہ ناناصاحب نے بھی مرہٹوں اور مغلوں کے پرانے جھگڑے بھول کر اپنے آپ کو مغل سرکار کا صوبیدار کہا، حکم اور سکہ بہادر شاہ کا چلایا۔ دوسرے نوابوں اور راجاؤں کا بھی یہی طرزِ عمل رہا۔ چنانچہ جب ضلع بجنور میں نواب محمود خاں نے اپنی حکومت قائم کی تو بہادر شاہ ظفر شہنشاہِ دہلی سے فرمان حاصل کیا[3] اور میر صادق علی و میر رستم علی نے بھی چاند پور (ضلع بجنور) کے نظم ونسق کو چلانے کی اجازت شہنشاہِ دہلی سے حاصل کی۔[4] اس ضلع والوں نے اس تعلق کو شہنشاہ دہلی سے برابر قائم رکھا جس کا انکشاف "اخبار دربار" سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"عرضی محمد محمود خاں متوطن نجیب آباد بغرض صفائی خس خاشاک کفرستانِ انگریزی از ساخت اضلاع بجنور و آزوی دریائے گنگ اور انتظام و انصرام نواح مرقومہ باقبال عدو مال حضرت شاہنشاہی اور عُذر عدم حضورئے دربار بسبب ہجوم آوری بدمعاشان قطاع الطریق و درہمی دبرہمی مردمانِ شہر و دیہات و قریات مشرف بملاحظہ ہوئی ارشاد ہوا کہ شقہ کرامت مرقعہ جواب میں جاری ہو۔"[5]

---

[1] روزنامچے ص۱۷۰ [2] ۱۸۵۷ء کے مجاہد ص۱۷۸ [3] سرکشی ضلع بجنور ص۴۲ و ص۴۳
[4] ایضاً ص۴۹ و ص۵۰ [5] دہلی اردو اخبار جلد ۱۹ شمارہ (۳۱) ص۳ کالم ۲

اسی ضلع کی ایک دوسری عرضی کا ذکر بھی " اخبار دربار" کرتا ہے :

"عرضی[1] بھنبو خاں برادر غلام قادر خاں نجیب آباد سے آئی کہ سب کفار نگونسار کو قتل کر ڈالا اور انتظام اس نواح کا باقبالِ بندگانِ اقدس کر لیا۔ ارشاد ہوا کہ جواب لکھا جاوے "۔[2]

اِس طرح یہ سب مجاہدین آزادی شہنشاہِ دہلی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر ایسٹ انڈیا کمپنی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ بلا شبہ ہندوستان میں وطن دوستی، اتحاد گرم جوشی اور دولہ کا ایسا منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ اگرچہ تحریک کی فکری اور عملی قیادت میں حضرت محل، رانی لکشمی بائی، جنرل بخت خاں، عظیم اللہ خاں، ڈھوند و پت نانا، خان بہادر خاں مولانا احمد اللہ، نانا تیا ٹوپی، مولانا لیاقت علی اور نواب محمود خاں وغیرہ پیش پیش تھے کیونکہ یہ سب اپنے اپنے علاقے میں اپنی حکومت کے جائز وارث اور حقدار تھے۔ لیکن ہر علاقے کے عوام بھی اپنے اپنے علاقوں کے انقلابی رہنماؤں کے ساتھ رہے۔ بجنور میں بھی عوام نے نواب محمود خاں کا ساتھ دیا۔ وہ ان کی بڑی عزّت کرتے تھے۔ سر سیّد نواب محمود خاں کے خاندان کے بارے میں لکھتے ہیں :

" (یہ) خاندان بھیر لوگوں کی نظروں میں سما گیا تھا اور اسی سبب سے ہر ایک شخص ضلع کا، اپنے تئیں قدیم متوسل اور پرانا نمک خوار اور پشتینی تابعدار (نا) محمود خاں کا سمجھتا تھا اور ایسے تزلزل کے وقت میں ہر ایک کی نگاہ اسی پر پڑتی تھی "۔[3]

---

[1] نوٹ : یہاں اخبار میں " نواب محمود خاں پسر" کتابت کی غلطی سے رہ گیا ہے۔ کیوں کہ نواب بھنبو خاں کا اس وقت انتقال ہو چکا تھا۔

[2] دہلی اُردو اخبار جلد ۱۹ شمارہ (۳۱)

[3] سرکشی ضلع بجنور صہ ۲۱

چنانچہ جب نواب محمود خاں نے فوج اور انقلابیوں کی رہنمائی کی تو عوام نے بھی فوج کا ساتھ دیا۔ ان کی رسد کا انتظام کیا اور بعض موقعوں پر خاطر مدارات بھی کیں۔ عوام پر مشتمل ایک کثیر فوج اس ضلع میں اس وقت موجود تھی سفر مینا کمپنی کے تلنگے جب دھام پور میں پہنچے تو ایک شخص مسمّی ہر سکھ رائے لوہیا، جس کے یہاں اس دن بارات تھی، ان کے ساتھ تواضع سے پیش آیا۔ سر سید کا بیان ہے:

"غرضکہ وہ تلنگے جو نگینہ آئے تھے وہاں سے دھام پور کو روانہ ہوئے .... ہر سکھ رائے لوہیا کے ہاں اس دن برات تھی۔ اس نے برات کا کھانا اور بہت اچھی اچھی مٹھائیاں تلنگوں کو دی اور رسد بھی شہر والوں نے جمع کر دی۔" [1]

چنانچہ یہ ایک مسلّمہ تاریخی حقیقت ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں تقریباً ان علاقوں کے سب ہی ہندوستانی دل وجان سے شریک تھے۔ سوائے بعض افراد اور کچھ مفاد پرست طبقوں کے جنھوں نے نہ صرف یہ کہ شرکت ہی سے گریز کیا ہو، بلکہ انگریزوں کا ساتھ بھی دیا۔ یہ حالات کا تقاضا تھا۔ اِس زمانے کی سی تنظیم کی اُس وقت توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی اسی لیے یہ جنگ غیر منظم طریقے سے لڑی گئی۔ مقابلہ سخت تھا انگریز غالب آ گئے اور انھوں نے ظلم و ستم اور جبر و زیادتی کے وہ مظاہرے کیے جن کی مثال دنیا کی تاریخی یادداشتوں میں بہت کم ملے گی [2]۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ملک پر

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۱۴ : سر سید احمد خاں

[2] جان لارنس نے انگریزی کمانڈر کو دسمبر ۱۸۵۷ء میں لکھا تھا: "مجھے یقین ہے کہ ہم نے جس طریقے پر بلا امتیاز تمام طبقوں کو لوٹا ہے اس کے لیے ہم پر ہمیشہ لعنت بھیجی جائے گی اور یہ فعل حق بجانب ہو گا۔"

BASWARTH SMITH: LIF OF LORD LAWRNCE V.2

PAGE. 158

انگریزی حکومت کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔ آزادی کے جاں نثاروں کو جامِ شہادت پینے کی سعادت نصیب ہوئی اور ہندوستانیوں کو ہر قسم کے نقصانات برداشت کرنے پڑے۔

اس ضلع میں بھی جب انگریز دوبارہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو قتل و آتش زنی، بربادی اور تباہی، لوٹ مار ہر بات کو روا رکھا۔ جس کی تفصیل کتاب کے آخری صفحات خود پیش کرتے ہیں۔

اس جنگ میں ناکامی کی جہاں اور بہت سی وجہیں تھیں وہاں تنظیم اور تربیت کا نقدان، ہتھیاروں کی کمی بلکہ نئے طرز کے ہتھیاروں سے محرومی، غریبی، آپس کی پھوٹ، بعض ہندوستانیوں کی ملک و قوم سے غدّاری اور مخبری خاص طور پر وہ اسباب تھے جو اس ضلع میں بھی سامنے آئے۔

سرکشی ضلع بجنور[1] کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تلنگوں کی کمپنی، اور نواب کے سپاہیوں کے علاوہ جن کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہ تھی فوجیوں میں غول کے غول غیر تربیت یافتہ تھے جن کو آزادی کی لگن اور جہاد کا جذبہ مقابلہ کے لیے لے آیا تھا۔ اس جذبے اور لگن کے علاوہ اور کوئی دوسری تنظیم ان لوگوں میں نہ تھی۔ تعداد کے لحاظ سے ان کے پاس ہتھیار بھی کافی نہ تھے اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ تھی کہ نئے قسم کے اسلحہ اور آلات سے یہ لوگ بالکل محروم تھے جبکہ انگریزی فوجوں کے پاس نئی قسم کی توپیں، رائفلیں اور دوسرے قسم کے ضروری آلات تھے مثلاً گنگھل کے مقام[2] پر مسٹر ڈرنیڈر نے دوربین کے ذریعے نواب کی فوج کو دور ہی سے آتے ہوئے دیکھ کر نہر کا پانی گنگا میں چھوڑ دیا اور اس وجہ سے نواب کی فوج تین حصّوں میں تقسیم ہوگئی۔ کچھ گنگا کے اس پار رہ گئی۔ کچھ سپاہی پانی میں گھر گئے

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص ۱۲۲ و ۱۲۳

کتاب کے مطالعہ سے ہوگا۔ یہاں صرف چند ایسے اشارے ہی کیے جا سکتے ہیں جو کتاب کے سمجھنے میں مدد دیں۔

اس کتاب میں ۱۲ رمئی ۱۸۵۷ء سے آخر اپریل ۱۸۵۸ء تک تقریباً ایک سال کے واقعات و حالات جو ضلع بجنور میں رونما ہوئے، بیان کیے گئے ہیں۔ اسی سلسلے میں نواب محمود خاں، انگریز عہدے داروں، ہندوستانی انسروں اور ضلع کے دوسرے اثر و اقتدار رکھنے والے حضرات کی خط و کتابت بھی درج کی گئی ہے۔ یہ خط و کتابت حالات کے سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے۔

۱۶ رمئی ۱۸۵۷ء کو ضلع میں غارت گری کا پہلا واقعہ ہوا۔ ۲۰ رمئی ۱۸۵۷ء کو بجنور کا جیل خانہ ٹوٹ گیا اور ضلع میں عام بدنظمی شروع ہو گئی۔ اگرچہ سرسید نے جا بجا انگریز حکام کی بیدار مغزی، امن کو بحال رکھنے کی کوششوں اور ان مختلف تدابیر کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ ضلع کو فتنہ و فساد اور لوٹ مار سے محفوظ رکھا جا سکتا تھا۔ لیکن واقعات یہ بھی بتا رہے ہیں کہ انگریز حکام اپنی ان کوششوں میں کامیاب نہیں ہوئے۔ کتاب ایک طرف تو عوام کی ہنگامہ آرائی اور فساد کو پیش کرتی ہے لیکن دوسری طرف ایسے واقعات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام اور ضلع کے با اثر حضرات نے دیسی فوجی دستوں کے لیے رسد وغیرہ کا بھی انتظام کیا اور ان کی کوششوں میں ہر قسم کی مدد دی انگریز حکام اور کمپنی کے افسروں کے مقابلہ میں عوام متحد نظر آتے ہیں اور اپنے اپنے علاقوں کے با اثر لوگوں کے ہمراہ معرکوں میں شریک رہتے ہیں۔ سرسید کے بیانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مخالفت انگریز حکام سے تھی۔ آپس میں نہ تھی۔ سوائے چند ایسے حادثات اور واقعات کے جو کسی طرح کی ذاتی عداوتوں کے باعث پیش آئے۔ لوٹ مار اور غارت گری کے جو کچھ واقعات

اس ضلع میں ہوئے، وہ اس ضلع کے عوام کے افلاس، تنگ دستی، غریبی اور علم سے بے بہرہ رہنے کا کھلا ثبوت ہیں جس کی ذمہ داری بلاشبہ کمپنی پر تھی۔ جو نصف صدی (۱۸۰۱ء تا ۱۸۵۷ء) میں بھی اس ضلع سے ان باتوں کو ختم نہ کر سکی تھی۔ بلکہ اس نے صرف نفع خوری، تاجرانہ استحصال اور حکمرانی کے جذبے کی خاطر ضلع میں چند مفاد پرستوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا کر دیا تھا جو عوام سے زیادہ دور اور حکام اور افسروں سے زیادہ قریب ہو گیا تھا۔ اور اب جب کہ عوام کی غیرت اور خودداری نے انھیں حکومت کے خلاف کمربستہ ہونے پر مجبور کر دیا تھا تو ضلع کے یہی رؤسا اپنی حفاظت کے لیے فکرمند ہو گئے تھے[1] افسران کمپنی کو بھی اس وقت کئی فکریں دامن گیر تھیں۔ انقلابی فوج کا خدشہ اور عوام کے بے قابو ہو جانے کا ڈر تھا۔ مقامی بااثر حضرات کی طرف سے بھی وہ مطمئن نہ تھے[2]۔ کمپنی کے بعض ہندوستانی ملازمین بھی تذبذب کی حالت میں تھے اور دل سے حکومت کے ساتھ نہ تھے[3]۔ نواب محمود خاں کا ضلع میں پوری طرح اثر تھا اور ان کے مقابلہ میں ضلع میں کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو سامنے آنے کا خیال بھی رکھتی ہو۔ پورے ضلع کے باشندے نواب سے خوش اور اُن کے ساتھ تھے۔ سرسیّد بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں:

"اس زمانے میں بجنور میں یہ آفت ہو گئی تھی کہ ہر ایک شخص کے دل میں جم گیا تھا کہ سرکار کی عمل داری اُٹھ جاوے گی اور بے شبہ (نا) محمود خاں مسندِ حکومت پر بیٹھے گا اس لیے ہر شخص اس ضلع کا رہنے والا اس سے راہ و رسم رکھنی ضروری سمجھتا تھا۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب ہمارے نوکر بھی (نا) محمود خاں

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۱۶ [2] ایضاً ص۱۷ [3] ایضاً ص۱۷

کے ساتھیوں میں سے تھے اور ہم کو ہرگز توقع نہ تھی کہ بُرے وقت
پر یہ لوگ ہمارا ساتھ دیویں گے بلکہ ہم یقین جانتے تھے کہ یہ سب (نا)
محمود خاں کے ساتھ ہوجائیں گے ..... جب سب لوگوں کو یقین
ہوجاوے گا کہ فوج آتی ہے اور راستہ میں ہے تو جتنے لوگ
یہاں ہیں کوئی بھی ہمارا ساتھ نہیں دینے کا اور ہم کو ایک ایسا
چوہا تک بھی میسّر نہیں آنے کا جو حکّام انگریزی کی رفاقت کرکے
گنگا پار کسی امن کی جگہ تک ان کو پہنچا دے۔"[1]

عوام تو حکّام انگریزی کے رفیق تھے ہی نہیں، رؤسائے ضلع کا بھی فی الحقیقت یہی حال تھا، چنانچہ جب کلکٹر ضلع نے اُن سے کمک طلب کی تو انھوں نے صرف پانچ پانچ سوار دیئے جو یقیناً اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ وہ نواب محمود خاں کی موجودگی میں انگریزی حکّام کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ضلع کے چودھری صاحبان نے نہ صرف یہ کہ انگریزی افسروں کو کمک نہ پہنچائی بلکہ توپوں کو بھی، جو اُن کے پاس تھیں، انگریزی حکّام کے حوالے کرنے سے گریز کیا۔ سرسید اسی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مگر یہ قلیل کمک اس بڑے فساد کو رفع نہیں کرسکتی تھی۔ افسوس
ہے کہ ان رئیسوں میں سے کسی نے توپ کے موجود ہونے کا
اقرار نہ کیا۔"[2]

انگریز مجبور ہوکر جب ضلع سے جانے لگے تو سوال پیدا ہوا کہ ضلع کا انتظام کس کے سپرد کریں۔ سرسیّد کے بیان کے مطابق جب کلکٹر ضلع نے چودھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدور اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور سے پوچھا کہ وہ

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۲۳ و ص۲۴   [2] ایضاً ص۱۵

ضلع کا انتظام کر سکیں گے یا نہیں۔ تو انھوں نے صاف انکار کر دیا اور نواب کے مقابلے میں اپنی مجبوری ظاہر کی۔ سر سیّد کے قلم سے اس حقیقت کا انکشاف ان لفظوں میں ہوتا ہے:

"انھوں نے (چودھری صاحبان) مجبوری اپنی اور نہ ہو سکنا اس کام کا (انتظام ضلع) اپنے سے بیان کیا اور درحقیقت ممکن نہ تھا کہ ضلع کے آدمی (نا) محمود خاں کو چھوڑ کر اور کسی کی حکومت قبول کرتے"[1]

مجبوراً انگریز کلکٹر کو ضلع نواب محمود خاں بہادر کے سپرد کرنا پڑا اور خود جان بچا کر بجنور سے چلے گئے۔ سر سیّد نے اس موقع پر انگریزوں سے وفاداری کا پورا ثبوت دیا اور اپنی جان پر کھیل کر انگریز حکّام کی جان بچائی۔ یہ اُن کی اخلاقی بلندی اور انسان دوستی کی بہترین مثال ہے۔ جس کا اعتراف انگریز حکّام نے بھی کیا۔ اسی طرح جب اس ضلع کے انگریز مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے تو ایسے نازک وقت میں نواب موصوف کی عظمت خسروانہ دوستی کے احساس اور عفو و درگزر کا بھی ثبوت ذیل کی شہادت سے ملتا ہے جس کا ذکر نہ معلوم کیوں، سر سیّد نے نہیں کیا! نواب شجاع اللہ خاں اپنے روزنامچہ (تالیف ۱۸۶۹ء) میں لکھتے ہیں:

"کلکٹر نے سو آدمی نواب محمود خاں سے طلب کئے اور نواب سے کہا کہ ہم بسبب ہنگامہ پردازوں کے یہاں سے میرٹھ جاتے ہیں اور ضلع کا بندوبست بوجہ قدیم رئیس ہونے کے تمھارے سپرد کیا جاتا ہے، انتظام ضلع کرو"[2]

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۲۱ [2] روزنامچہ غدر نواب شجاع اللہ خاں تالیف ۱۸۶۹ء (بحوالہ سرکشی ضلع بجنور ص۲۹ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق)۔ (روزنامچے کا مخطوط علی گڑھ لائبریری میں موجود ہے۔

یقیناً نواب موصوف نے پوری حفاظت کے ساتھ حکّام انگریزی کو ضلع سے چلے جانے میں مدد دی۔ کیونکہ سرسیّد نے نواب کی طرف سے کئی جملے اس قسم کے لکھے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ کلکٹر ضلع کی مذکورہ بالا یہ درخواست نواب نے ٹھکرائی نہ تھی۔ مثلاً سرسیّد کا بیان ہے: نواب محمود خاں نے انگریزوں کے متعلق کہا تھا "اگر جانا ہے تو آج سب چلے جاویں ورنہ میرا منھ کالا ہوگا یعنی کوئی مارا جاوے گا۔"[1] ... یا " میں صاحب کلکٹر سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں نہ رہیں اور جو شرط نمک حلالی کی تھی اس سے میں ادا ہوا۔ اب چاہے جاویں۔ چاہے نہ جاویں۔"[2] سرسیّد نے ایک جگہ کلکٹر ضلع کے ہمراہ جانے والے سواروں میں قطب الدین رسالدار اور بہادر علی جمعدار اور دوسرے سواروں کا ذکر کیا ہے[3]۔ جبکہ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ایسے وقت میں یہ سوار بھی بغیر نواب کی رضامندی کے گئے ہوں اور سب سے بڑی بات یہ کہ خود مسٹر شیکسپیر کلکٹر ضلع بجنور اس کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں نواب محمود خاں کے جواب پر جو سرسیّد کو دیا تھا، لکھتے ہیں :" میں یہ سن کر مطمئن ہوگیا"[4]۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسی قسم کا فساد کرنا مقصد نہ تھا۔

۷ر ۸ر جنوری ۱۸۵۷ء کی درمیانی شب بوقت ۲ بجے ضلع بجنور کی تاریخ میں وہ مبارک اور اہم رات تھی جب کہ جاں بازانِ ضلع کی غیرت، وخودداری اور جذبۂ حریت کے سامنے غیر ملکی سامراجی حکومت سرنگوں ہوگئی اور انگریز اس ضلع کے نظم ونسق کو اس ضلع کے صحیح وارث کے سپرد کر دینے پر مجبور ہوگئے[5] لیکن ضلع کی یہ صورتِ حال انگریز حکّام کے دل میں کانٹا بن کر رہی اور جس اتحاد نے ضلع میں یہ یک جہتی پیدا کر دی تھی اس کو ختم کرنے کے منصوبے برابر کرتے

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۲۶ [2] ایضاً ص۲۶ [3] ایضاً ص۲۸ [4] ملاحظہ فرمائیے خط نمبر ۱۰۶۔ ضمیمہ نمبر ۲ ص۴۴۳ [5] سرکشی ضلع بجنور ص۲۸ و ۲۹

رہے۔ آخر کار ضلع میں ہندو مسلم سوال پیدا کرنے کے لیے انھوں نے عوام سے
زیادہ روساء، تعلقہ داروں، مفاد پرست طبقے اور چند سرکاری افسروں کو
آلۂ کار بنایا اور ہر امکانی کوشش اس امر کی کی گئی کہ ضلع میں ہندو مسلم جذبات
بھڑک اٹھیں اور اس نام پر فساد اور غارت گری شروع ہو جائے اور اس
ضلع کے باشندے خود ہی لڑ لڑ کر کمزور ہو جائیں تاکہ انگریز حکّام کو دوبارہ اس
ضلع پر قبضہ حاصل کر لینے میں آسانی ہو۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں J.LAW-
RENCE کے یہ الفاظ بڑی اہمیت رکھتے ہیں:

"اگر مسلمان اور ہندو لڑے ہیں تو یہ جتنا بھی لڑیں ہمارے لیے بہتر ہی ہے
انھیں آپس میں ایک دوسرے کو ذبح کرنے دیجئے اور دہلی پر قبضہ
کے بعد ہمارے لیے پورے روہیل کھنڈ پر دوبارہ فتح پانا مشکل
نہ ہوگا۔"[1]

اس مقصد کو حاصل کرنے کی تدبیر یہ کی کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ضلع
کے ہندو روساء کو حکّام انگریزی نے ہر طرح کی مدد دی اور ان کو نواب
کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ چنانچہ G.C.BARUES

---

[1] ضمیمہ نمبر ۶ صفحہ ۳۳۹۔ اصل انگریزی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

"If the Mohameduns and Hindoos have quarrelled so much the better for us, let them slaughter each other, and on the fall of Delhee, we shall not find it a difficult matter to reconquer the whole of Rohilcund."

نے انبالہ سے ۱۵ راگست ۱۸۵۷ء کو آفس سکریٹری پنجاب کو لکھا تھا:

"میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ اس کمشنری (روہیل کھنڈ) کی ہمت افزائی کی جائے اور افسران ضلع کے (ذریعہ) اپنی پوری قوت کے ساتھ ہندوؤں کی مدد کی جائے۔"[1]

مسٹر شکسپیر ڈکلکٹر ضلع بجنور کی پالیسی بھی یہی تھی جس کا اظہار ان کی رپورٹ (مورخہ ۲ راگست ۱۸۵۷ء بنام کمشنر روہیل کھنڈ از بجنور) کے پراگراف ۳۹ سے ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "میں نے ۷ راگست ۱۸۵۷ء[2] کو چودھریوں کو لکھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے کا انتظام کریں اور اس کی اطلاع نواب محمود کو بھی کردی گئی ہے اور یہ بھی لکھدیا گیا ہے کہ وہ آپ (چودھریوں) کے کام میں مداخلت نہ کریں۔" اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

"ایسا کرنے سے میرا مقصد وفادار ہندوؤں کے ہاتھ مضبوط کرنا تھے۔"[3]

---

[1] ضمیمہ ۵ ص ۳۳۸ اصل انگریزی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

"I think it is (of) a great importance to encourage this Division, and to support the Hindoos by the presence of District officers, accompanied by such available force as we can muster."

[2] اس خط کا ذکر سرسید بھی سرکشی ضلع بجنور ص ۶۴ پر کرتے ہیں۔

[3] ملاحظہ فرمایئے ضمیمہ ۲ ص ۳۳۴ خط نمبر ۱۰۶ از مسٹر شکسپیر بنام آر۔ الگزینڈر

نیز مسٹر ولسن کے وہ الفاظ جو انھوں نے چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیر کوٹ (ضلع بجنور) کو لکھے تھے وہ بھی اسی اصولِ حکمرانی کا اظہار کرتے ہیں۔ سر سید اُن کے اس خط کو نقل کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"اب تم سب ہنود نے اتفاق کر کے اس ظالم نواب کو نکال دیا۔ اگر سابق سے بھی تمھارے باہم ایسا اتفاق ہوتا تو جس قدر فوج باغی اس نواح میں تھی اس کا مارا جانا کیا مشکل ہوتا اور پھر کیا ضرورت چلے آنے ہم لوگوں کی وہاں سے ہوتی اور ایسی آفات تم لوگوں پر کیوں آتی۔" [1]

اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی حوصلہ افزائی کرنے سے کچھ ہندوؤں کو فائدہ پہنچانا مقصود نہ تھا بلکہ یہ سب اپنی ہی کشور آرائی اور جہانبانی کے لیے تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا ذکاء اللہ لکھتے ہیں :

"۸ رمارچ ۱۸۰۷ء کو کلکتہ گزٹ میں مشتہر کیا گیا کہ مسلمانوں کی سلطنت نہایت حقیر اور ذلیل ہوگئی ہے۔ ہندوؤں سے ہم کو کچھ خوف نہیں ہے۔ اگرچہ بہت آدمیوں نے یہ صلاح دی کہ مسلمانوں کو تقویت دے کر ہندوؤں کی قوت کو مغلوب کرنا چاہیئے۔ مگر یہ تدبیر و انتظام کچھ اچھا نہیں ہے، کچھ ضرور نہیں ہے کہ ہم ایسے کام کریں جو ہندوستانیوں کو ناگوارِ خاطر ہوں اور سلطنت جو بر سرِ زوال ہے اور وہ حقیقت میں ہماری مخفی دشمن اور رقیب ہے۔ اس کے حامی اور مددگار ہوں۔" [2]

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص ۶۶ [2] تاریخ ہندوستان جلد نہم ص ۳۳۲ : ذکاء اللہ

انگریزوں نے اپنے اس اصولِ حکمرانی "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" کو جابجا صاف لفظوں میں خود تسلیم کیا ہے۔ مثلاً ایک انگریز لکھتا ہے:

"ہندوستان میں ہماری حکومت کے ہر صیغہ کو خواہ وہ خارجی تعلقات سے واسطہ رکھتا ہو یا عدالتی اور حربی نظم و نسق سے، یہ اصول ہمیشہ مدِنظر رکھنا چاہیئے: تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو۔" [1]

اور دوسری شہادت لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی کی ہے جو اپنی یادداشت مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۵۹ء میں لکھتے ہیں:

"نفاق ڈال کر حکومت کرنا رومیوں کا اصول تھا۔ یہی اصول ہمارا بھی ہونا چاہیئے۔" [2]

شاطر انگریزوں کا یہ جادو چل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب وہی لوگ جو نواب کے مقابلے میں انتظام ضلع کی ذمہ داری لینے سے انکار کر چکے تھے۔ نواب سے نبرد آزما ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہلدور کے رئیس بلکہ رئیس شیر کوٹ جن کو سر سید نے ضلع کا مال دار مگر کمزور فرد تسلیم کیا ہے۔ نواب محمود خاں کے مختار کل احمد اللہ خاں سے زر مطالبہ کی ادائیگی سے انکار کرتے ہیں اور اس طور پر نواب کی حکومت کے خلاف مقابلے پر آتے ہیں [3]۔ وہی لوگ جو انگریزوں سے ضلع کا چارج لینے سے انکار کر چکے تھے، "بجنور کے معرکے" میں شریک ہوتے ہیں اور نظم و نسق ضلع کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ رئیسان چاند پور، مفتیانِ کرت پور اور ہلدور، تاجپور و شیر کوٹ کے رئیسوں کا اشتراک ہو جاتا ہے۔ کتاب کا مطالعہ بتائے گا کہ ایک سال میں ضلع میں جو کچھ ہوا اسکی ذمہ داری

---

[1] [2] "پانی پت اور بزرگانِ پانی پت" صفحہ ۳۰۵، محمد میاں جولائی ۱۹۶۳ء (بحوالہ ایشیاٹک جرنل ۱۸۲۱ء ۔ اَن ہیپی انڈیا مصنفہ لالہ لاجپت رائے) [3] سرکشی ضلع بجنور صفحہ ۱۲

نواب پر یا انقلابی حکومت پر ہرگز نہیں بلکہ اس کا اصلی باعث انگریزوں کی وہی پالیسی تھی جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، شیرکوٹ کی لڑائی، ہلدور کی تین لڑائیاں بجنور کا معرکہ، پورینی اور نگینہ کی خونریزیاں ان سب کا باعث انگریز کی "لڑاؤ اور حکومت کرو" والی پالیسی تھی جس کے بدقسمتی سے ضلع کے باشندے شکار ہو گئے تھے۔

نواب کی انقلابی حکومت کے زمانے میں بلکہ زیادہ صحیح یہ کہ انگریزوں کی دوعملی کے دور میں یعنی جب ضلع کے کچھ حصّہ کا چارج حکّام انگریزی کی طرف سے ڈپٹی صاحب اور صدر امین صاحب کو مل گیا تھا، جو کچھ جھگڑے اس ضلع میں ہوئے، ان کو ہندو مسلم جھگڑوں کا نام دیا گیا ہے حالانکہ کتاب میں جابجا ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن سے ہندو مسلمانوں کے اتحاد و اشتراک اور ایک دوسرے کے جذبات کے احترام کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً چودھری بدھ سنگھ کا مسجد ہلدور کی حفاظت کرنا[1] یا بعد کو بھی ان کا نگینہ کے ہندو مسلمانوں کو امن و امان کی تلقین کرنا[2] احمد اللہ خاں کا مندر گڑھی کو نقصان پہنچانے سے لوگوں کو باز رکھنا[3] بجنور کے چودھری صاحبان کا بجنور کو نہ لٹنے دینا[4] نواب کے عہدے داروں کا بار بار ضلع کے دوسرے با اثر حضرات سے صلح کی گفتگو کرنا۔ سعد اللہ خاں کا خط چودھری پرتاپ سنگھ کے نام، اور نادر شاہ خاں کا خط بنام چودھری پرتاپ سنگھ، خلوص و شفقت کی ایک نشانی ہے۔ محض اس ایک ہی دستاویز سے اس ضلع کے لوگوں کے تعلقات کا پتہ چل سکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات کتاب میں موجود ہیں

۱؎ سرکشی ضلع بجنور ص۴۹ ۲؎ ایضاً ص۹۷ ۳؎ ایضاً ص۷۶

۴؎ ایضاً ص۵۴

جن کا ذکر طوالت بیان کے باعث نہیں کیا جاتا۔ البتہ نادر شاہ خاں کا خط ملاحظہ فرمائیے:

"چودھری صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان سلمہٗ اللہ تعالیٰ بعد اشتیاق ملاقات کے ظاہر ہووے کہ خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا حسب وعدہ اپنے کے مسمیٰ گھاسا سنگھ کو روانہ خدمت کا کیا اور خاطر داری ہندوؤں کی از حد کی گئی اور تسلی و تشفی بسنت سنگھ کی بدرجہ غائت کی اور کرائی اور جملہ مال و اسباب اس کا حوالہ اس کے کر دیا بلکہ جو کچھ نقصان اس کا وقوع اس معاملہ میں ہوا تھا اس کی عیوض میں دو گاؤں جاگیر کے عنایت کے، اب ہمارے وعدہ کے وفا میں صرف ایک چلا جانا محمد احمد اللہ خاں کا نجیب آباد کو باقی ہے وہ اب اس طور سے منحصر ہوا ہے کہ تم سب صاحب اپنے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور راستہ خالی ہو جاوے تو یہ بھی چلے جاویں گے اور مجھ کو معلوم ہے کہ اُس طرف بھی آدمی بہت اکٹھے ہو گئے ہیں اور اس طرف سے بھی اطراف سے جماعت کثیر جمع ہو گئی ہے اور ہوتی جا رہی ہے اس صورت میں اگر فساد ہو گیا تو ہزارہا مخلوق کا خون ہووے گا اب کہ خدا نے تمہارے آنے کی شرم رکھ لی ہے اور صورت صفائی میں بھی کچھ نقص واقعہ نہیں ہے تم کو چاہئے کہ شکرانہ کر کے اپنے مکان کو چلے ہی جاؤ اور اس قدر تو میرے قول کی تصدیق ہو گئی باقی بر وقت پہنچنے بجنور کے کہ تم سے اور اور وعدے ہیں وفا کئے جاویں گے اور بلکہ زیادہ اس سے کہ تمہارے بزرگوں

کے واسطے اس خاندان سے رعایت ہوئی تھیں رعایت کرائی جاویں گی بلکہ بعد ہو جانے صفائی کے جو جو ہم اہم ہوں گی وہ تمھارے ہاتھ سے لی جاوے گی۔ جیسے کہ تم سے راستے میں تذکرہ تھا۔ آیندہ تم کو ہر طرح کا اختیار ہے بسبب ان عنایات کے جو تم نے میرے حال پر کی ہیں یہ خط خفیہ نواب صاحب سے لکھا ہے اور جو بات کہ اس میں لکھی ہیں ان کے تذکرے کا نتیجہ ہے۔ نادر شاہ [1]

ہندو مسلم تعلقات کی خوشگواری کا اعتراف سر سید بھی کرتے ہیں اور سلسلہ بیان میں ہندو مسلمانوں کے تنازع۔ عداوت اور مذہبی تکرار کی ایک وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :

"اس لڑائی سے پہلے (شیر کوٹ کی پہلی لڑائی) ضلع میں درمیان ہندو اور مسلمان کچھ تنازع یا عداوت یا مذہبی تکرار نہ تھی بلکہ چودھری صاحبان کے یہاں اکثر مسلمان نوکر تھے اسی طرح نواب کے ہاں بھی سپاہ وغیرہ میں ہندو ملازم تھے لیکن اس لڑائی میں ہندو۔ مسلمانوں میں عداوت ہو جانی ایک ضروری ہونے والی بات تھی کیونکہ ایک طرف جملہ سردار ہندو تھے اور ایک طرف جملہ سردار مسلمان تھے اور ضروری بات یہ تھی کہ ہندو سرداروں نے جس قدر اپنی کمک جمع کی وہ سب ہندو تھے اور نواب نے جو کمک جمع کی وہ سب مسلمان تھے پس ہندو اور مسلمانوں میں تکرار کا قائم ہونا ضروری ہوا" [2]

---

[1] سرکشی ضلع بجنور صـ۵۲ (نیز ملاحظہ فرمایئے خط سعد اللہ خاں بنام چودھری پرتاپ سنگھ۔ سرکشی ضلع بجنور صـ۱۱۳ و صـ۱۱۴) [2] ایضاً صـ۴۹

اس کے بعد ایک دوسرے کے جذبات کا کوئی احترام نہیں کیا گیا۔ مندروں اور مسجدوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ قتل عام ہوا اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو کا کوئی پاس نہ رہا۔ یہ عداوت اور کھنچاؤ بڑھتا ہی گیا۔

واقعات کی رفتار اور ضلع کی صورت حال کے پیش نظر یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ چودھریوں اور نواب محمود خاں کے درمیان عداوت اور کھنچاؤ کی وجہ ہندو مسلم جذبہ نہ تھا بلکہ انگریزوں کی معاندانہ چالیں اور وہی اصولِ حکمرانی تھا جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ دو اور خاص وجہیں بھی تھیں۔ جن میں سے ایک کا ذکر افسوس ہے کہ سرسیّد نے اپنی اس کتاب میں واضح طور پر نہیں کیا ہے۔

جون ۷ و ۸ کی درمیانی شب میں سرسیّد نے نواب محمود خاں سے گفتگو کی جس کا مقصد یہ تھا کہ انگریز حکّام کی ضلع سے روانگی کی اطلاع نواب کو کر دیں تاکہ کسی قسم کے فساد کا اندیشہ نہ رہے اور وہ بخیریت ضلع سے جا سکیں۔ اس گفتگو کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے سرسیّد لکھتے ہیں :

"..... اور (نا) محمود خاں سے میں نے کہا کہ اب سب صاحب جاتے ہیں۔ تم ان صاحبوں کی حفاظت میں اب بہت کوشش کرو۔ کیوں کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کا ارادہ ہے کہ پار پہنچ کر گورنمنٹ کو رپوٹ کریں کہ یہ تمام ضلع تم کو مل جاوے اور ایسی قسم کی مصلحت آمیز باتوں سے اس کو خوش کیا اور بخوبی خاطر جمع کر لی کہ کچھ اب فساد نہیں ہونیکا" [1]

سرسیّد ان مصلحت آمیز باتوں کو ضبطِ تحریر میں نہیں لائے لیکن نواب

---

[1] سرکشی ضلع بجنور صہ ۲۸

شجاع اللہ خاں نے اپنے "روزنامچۂ غدر" میں اس رات کی گفتگو کے حوالے سے اُن مصلحت آمیز باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"سید احمد خاں آئے اور محمود خاں سے کہا کہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ ڈپٹی رحمت خاں، چودھریان ہنڈور ان کو ضلع سپرد کرائے دیتے تھے لیکن میں نے کوشش کر کے آپ کے سپرد کرا دیا اور بلا شرکت آپ کو رئیس کرا دیا۔"[1]

ضلع کے چودھریوں میں اُس وقت ریاست ہلدور کے چودھری صاحبان زیادہ با اثر تھے اور ہلدور کی تین لڑائیاں بھی اس خیال کو تقویت پہنچاتی ہیں بہر حال سر سید نے جو بھی مصلحت آمیز باتیں نواب محمود خاں سے کی تھیں وہ سب درست تھیں اور اُن میں ڈپٹی رحمت خاں کی مندرجہ بالا کوشش کا بھی ذکر ضرور ہو گا، یہ دوسری بات ہے کہ سر سید اس بات کو اپنی اس کتاب میں قلم بند نہیں کرتے۔ ڈپٹی رحمت خاں اور چودھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدور کے تعلقات سر سید کی اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہوتے ہیں:

"جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر نے بہ کمال عنایت مجھ کو اور سید تراب علی تحصیل دار کو رخصت کیا کہ اپنی عورتوں کو ساتھ لے کے چلے جاویں۔ ہم رخصت ہوئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور سب صاحب سوار ہو کر تشریف فرما ہوئے۔ ڈپٹی صاحب (رحمت خاں) مع چودھری رندھیر سنگھ، ہلدور کو چلے گئے....."[2]

---

[1] روزنامچہ غدر نواب شجاع اللہ خاں ۱۸۶۹ء (بحوالہ سرکشی ضلع بجنور ص ۲۹۶ و ص ۲۹۷: مرتبہ ڈاکٹر معین الحق) [2] سرکشی ضلع بجنور ص ۳۰

عداوت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پہلے یہ بھی شہرت ہو چکی تھی کہ خزانہ بجنور سے ہلدور بھیجا جا رہا ہے جس پر نواب کو بھی ناراضگی ہوئی تھی اور سرسید نے نواب کو راضی اور مطمئن کیا تھا کہ خزانہ ہلدور نہیں جائے گا۔[1] یہ سب باتیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے نواب محمود خاں اور ضلع کے چودھری صاحبان بالخصوص رئیسان ہلدور میں ایک کھنچاؤ پیدا ہو گیا تھا۔

کتاب میں اس دولت و اقتدار کی کشمکش، ذاتی عداوت اور اس ضمن میں ہونے والے تمام واقعات کو جن میں غریب عوام آزادی کے جذبے، اپنی بے بسی، لاچاری اور بھوک کے باعث شریک رہے، ہندو مسلم فساد کا نام دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ہندو مسلم بات نہ تھی بلکہ چند مصلحت اندیشوں مفاد پرستوں اور انقلابی حکومت کے درمیان جھگڑا تھا، جیسا کہ تاریخ کے ہر دور میں ہوتا آیا ہے۔ نواب محمود خاں کے مقابل گروہ میں وہی لوگ پیش پیش تھے جن کا مفاد انگریزی حکومت سے وابستہ تھا اور اس میں ہندو مسلمان سب ہی تھے۔ اس بنا پر اس کو ہندو مسلم فساد کا نام ہرگز نہیں دیا جا سکتا بلکہ وہ انقلابی حکومت سے چند مفاد پرستوں کا مقابلہ تھا۔ جس کو انگریزی حکام اور ان کے ساتھیوں نے ہندو مسلم رنگ میں رنگ دیا تھا۔ باغیوں کی فہرست میں مسلمانوں کے ساتھ بقول سرسید رام سروپ جمعدار کا نام بھی ہے اور غیر حاضروں میں رتن سنگھ تھانہ دار نانگل بھی شامل ہیں۔

اس وضاحت کی روشنی میں جب پیش نظر کتاب کا مطالعہ کیا جائے گا تو حقیقت بے نقاب نظر آئے گی اور تمام واقعات کی اصلیت نمایاں ہو جائے گی۔

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۲۳

نواب کے مختصر دورِ حکومت پر تبصرہ کی یہاں گنجائش نہیں لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ نواب نے انگریزی عمل داری کے نشانات مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ نئے "باٹ" چلائے، مہریں بدل دیں۔ اصلاحات کی طرف بھی قدم بڑھایا اور انگریزی دور میں جو سختیاں اس ضلع والوں پر ہوئی تھیں اُن کی تلافی بھی کر دی اور اپنی داد و دہش کا پورا ثبوت دیا۔ ضلع کے انتظام اور نظم و نسق کے پیشِ نظر علاقوں کی تقسیم کر دی گئی اور ہر طرح کے معاملات طے ہو گئے۔ ولی عہد کا تقرر کر دیا گیا۔ یہ سب باتیں، ظاہر ہے اُسی وقت ہو سکتی ہیں جب کسی علاقے میں امن و سکون ہو۔ اس ضلع کے امن و سکون اور حسنِ انتظام کا پتہ تو اسی سے چلتا ہے کہ بادشاہِ دہلی نے یہاں کے انتظام کو بہ نظرِ استحسان دیکھا تھا اور اسی لیے مغل شہزادوں کو دہلی سے نجیب آباد پہنچا دیا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اس ضلع کے امن اور حسنِ انتظام نے شہزادوں کو کھینچ بلایا بلکہ گنگا پار کے انقلابی بھی یہاں آ گئے اور نواب محمود خاں اور ماڑے خاں نے ان مہمانوں کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا[1]۔

نواب محمود خاں نے داد و دہش، رعایا پروری، حسن انتظام اور امن و سکون کے ساتھ ساتھ ضلع میں ایک عمدہ فوج بھی فراہم کر لی تھی۔ سر سیّد کے بیان کے مطابق اس وقت اس ضلع میں ۱۵۲۶ سوار اور ۱۲۸۵ پیادوں پر مشتمل فوج تیار تھی جن کے پاس ۳۰ توپیں بھی تھیں[2]۔ اور مفتی انتظام اللہ کے لکھنے کے بموجب تو صرف احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں ہی کے پاس چار ہزار کی سپاہ تھی[3]۔ اگرچہ ان اعداد و شمار کے علاوہ فوج کی

---

[1] سرکشی ضلع بجنور صفحہ ۱۲ [2] ایضاً فہرست فوج [3] ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء، صفحہ ۱۳۲

صحیح تعداد کا پتہ نہیں چل سکا لیکن سید ظہیر دہلوی کے بیان سے جو انھوں نے نواب محمود خاں کے بارے میں "داستان غدر" میں دیا ہے۔ فوج کے سروسامان، اس کے انتظام واہتمام، تزک و احتشام اور مستعد رہنے کی کیفیت اور ہندوستانیوں سے دردمندی کا علم ضرور ہو جاتا ہے۔ سید موصوف لکھتے ہیں کہ جب وہ پانی پت سے نکل کر لکھنؤ جا رہے تھے تو گنگا کو پار کر کے فیروز پور پہنچے اور نمبردار کے ہاں ٹھہرے تو یہ خبر پاکر نواب کا آدمی نمبردار کے پاس تحقیق واقعہ کے لیے آیا، فرماتے ہیں:

"نجیب آباد کے نواب کا آدمی آیا کہ رات کون آدمی گنگا اتر کر تمھارے ہاں آئے ہیں؟ کوئی انگریز مخبر تو نہیں ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہم آئے ہیں۔ اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی ہمارے ساتھ چلو، غرضیکہ میں ہی اس کے ہمراہ ہولیا۔ تھوڑی دور فوج پڑی ہوئی تھی، ڈیرے خیمے لگے ہوئے تھے۔ وہ آدمی مجھے ایک ڈیرے پر لے گیا۔ وہاں چند لوگ عزّت دار کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے جاکر کھڑا کر دیا انھوں نے مجھ سے حال پوچھا، میں نے مختصر بیان کیا کہ تباہی زدہ دلّی کا رہنے والا ہوں۔ انگریزوں کے خوف سے ہم لوگ جان بچاتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی بولا کہ تم لوگ نوکری کر لو، یہاں ٹھہر جاؤ۔ میں نے جواب دیا کہ ہم نوکری کے لائق نہیں، ہم لوگ لکھنؤ کو جائیں گے۔" [1]

سرسیّد احمد خاں نواب کی فوج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] داستان غدر ص ۱۳۴ : سید ظہیر دہلوی

"نواب کی سپاہ میں سب لوگ ملازم تنخواہ دار تھے اور اکثر پاس
بندوقیں تھیں اور وہ لوگ بندوق لگانی بھی جانتے تھے بلکہ بہت
سے پٹھان بہت اچھے بندوقچی تھے اور تخمیناً چالیس تلنگہ نمک حرام
فوج کے جمعدار جن کا افسر رام سروپ جمعدار جیل خانہ تھا بہت عمدہ
سپاہی قواعد داں تھے ..... سوار بھی نواب کے بہت اچھے تھے
علی الخصوص چند سوار سرکاری رجمنٹوں کے جو وہاں موجود تھے
وہ ہر طرح کی لڑائی جانتے تھے اور انھوں نے ہر ایک سواروں
کو اگر قواعد داں نہ بنایا تھا تو سپاہی تو ضرور کر لیا تھا۔"[1]

نواب کے دورِ حکومت پر ایک انگریز افسر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے
کہ وہ ضلع کا نظم و نسق قائم نہ رکھ سکے تھے بلکہ اس زمانے میں ہندو مسلم خوں ریز
جنگیں ہوئیں جن میں ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کا خون بہایا گیا۔[2] فاضل
مصنف ایس۔ بی۔ چودھری اپنی ایک تصنیف میں اس ضلع کی اس زمانے کی
حالت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ضلع میں فرقہ وارانہ سوال پیدا ہو گیا تھا۔
اور یہی خیال ڈاکٹر ایس۔ ایل۔ نگم نے بھی اپنی تصنیف "اسٹرگل فار فریڈم ان اتر پردیش"
میں ظاہر کیا ہے۔ چودھری صاحب موصوف کا یہ بھی خیال ہے کہ بغاوت
کے جذبات زیادہ شدت سے اس وقت بھڑکے جب قدم سنگھ، دلیل سنگھ
قاضی عنایت علی تھانوی اور رضا حسن وغیرہ اس ضلع میں داخل ہوئے اور
انھوں نے ڈاک روک دی اور تھانہ وغیرہ جلا دیئے اور ۲۰ر اپریل تک یہی
حالت ضلع کی رہی۔[3] لیکن متذکرہ بالا تحقیق کے بعد اس قسم کے بیانات کی صداقت

---

[1] سرکشی ضلع بجنور صفحہ ۵۰-۵۸ [2] سول ربلین ان دی انڈین میوٹنی ۵۹-۱۸۵۷ء صفحہ ۱۰۹
ایس۔ بی۔ چودھری بحوالہ (N.E. I, 513; MALLESON, III, 410, 137) [3] ایضاً

مشتبہ ہو جاتی ہے۔

جب نواب محمود خاں کو ضلع بجنور کی طرف سے بے فکری ہو گئی (جس کی خاص وجہ اس ضلع سے چند انگریز پرست رئیسوں اور چند وفادار افسران ہندوستانی کا چلا جانا بھی تھا) تو انھوں نے گنگا پار کے علاقے کو انگریزی حکام سے خالی کرانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ اسی کے پیشِ نظر نواب نے سہارن پور پر چڑھائی کر دی اور آنبہ سوت کا اہم معرکہ ہوا۔ جس میں نواب کو شکست ہوئی اور ایسی شکست ہوئی کہ اس کے بعد نواب محمود خاں کو ضلع بجنور سے بھی دست بردار ہونا پڑا۔ انھوں نے اپنی حرّیت پسندی اور غیرت و جواں مردی کے پیش نظر ضلع سے چلے جانا پسند کیا لیکن انگریزوں کی اطاعت قبول کرنا گوارا نہ کیا اور بالآخر نیپال کے جنگلوں میں وطن و قوم کا یہ فدائی اللہ کو پیارا ہو گیا[۲]

نواب محمود خاں کے ضلع چھوڑنے کے بعد انگریز حکام نے ظلم و زیادتی کی ہر روایت کو تازہ کر دیا۔ اگرچہ سرسید نے انگریزی حکّام کی تعریف اور رعایا پروری کی تحسین کی ہے لیکن واقعات اُن کے بیانات کے ہم نوا نہیں ہیں۔

نواب محمود خاں ۸ رجون ۱۸۵۷ء سے ۱۷ راپریل ۱۸۵۸ء آنبہ سوت کی شکست تک یا زیادہ سے زیادہ ۱۸ راپریل ۱۸۵۸ء نجیب آباد کی شکست تک۔ تقریباً دس مہینے دس دن تک اس ضلع میں انقلابی حکومت قائم۔

---

[۱] ۱۸۵۷ء کے مجاہد (اڈیشن ۱۹۶۰ء) بحوالہ میلی سن جلد ششم صفحہ ۱۱۰، ۱۱۲ "سہارن پور ان کے بزرگوں کو شہنشاہ دہلی کی طرف سے جاگیر میں عطا ہوا تھا اور اسی لیے نواب محمود خاں اس ضلع پر اپنا حق سمجھتے تھے اور یہی وجہ اس طرف متوجہ ہونے کی تھی"۔

[۲] دی بنگال ہرکارہ اینڈ انڈیا گزٹ ۲۸ رجولائی ۱۸۵۹ء صفحہ ۹۵ (نیشنل لائبریری کلکتہ)

رکھ سکے۔ انقلابی حکومت کے اس قلیل عرصے میں بھی کچھ دنوں کے لیے دوعملی
رہی۔ یعنی ۶؍اگست ۱۸۵۷ء کو بجنور کی لڑائی میں نواب کو شکست ہوگئی اور ضلع
میں سوائے نجیب آباد کے عام طور پر چودھریوں کا قبضہ رہا اور پھر ۱۳؍
اگست ۱۸۵۷ء سے ضلع کا نظم و نسق ڈپٹی محمد رحمت خاں اور سید احمد خاں
صدر امین کے ہاتھ میں رہا۔ معاون چودھری صاحبان بھی رہے۔ یہ انتظام
انگریزوں کی ہدایت پر عمل میں آیا تھا۔ سید احمد خاں اور ڈپٹی رحمت خاں
۲۴؍اگست ۱۸۵۷ء کو بجنور چھوڑ گئے۔ ۲۷؍اگست ۱۸۵۷ء کو نواب کے
لشکر نے ہلدور کی پہلی لڑائی میں کامیابی حاصل کر لی اور ۳۰؍اگست ۱۸۵۷ء
کو پھر ہلدور کی دوسری لڑائی میں فتح حاصل کر کے نواب نے پورے ضلع کا
نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ۱۸؍اپریل ۱۸۵۸ء تک یہی انتظام
رہا۔

نواب کو اپنے دورِ حکومت میں ایک طرف تو ضلع کے روساء کا مقابلہ
کرنا پڑا۔ دوسری طرف انگریزوں سے مقابلہ کی فکر رہی۔ ضلع کے امن کو بحال
رکھنے اور شر و فساد کو روکنے کے لیے بہ نظرِ مصلحت اس نے ڈپٹی رحمت خاں
اور صدر امین سے اشتراک کو بھی گوارا کیا۔ چونکہ انگریزوں کی طرف سے ضلع کا انتظام
کر رہے تھے۔ ضلع کے انتظام کو قائم رکھنے اور رضامندیٔ رعایا کی خاطر ایک انتظامیہ
کونسل بھی بنائی گئی تھی جو اس ضلع کے لئے نئی بات تھی۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے
کہ ضلع میں لوٹ مار اور فتنہ و فساد کی جتنی وارداتیں ہوئیں ان میں بیشتر اس
علاقہ میں ہوئیں جو ضلع کے دیگر روساء اور انگریزی حکام کے زیر اثر تھا۔

جہاں تک سر سیّد احمد خاں کا تعلق ہے وہ اس پورے عرصہ میں بے خوفی
صاف گوئی، ارادے کی پختگی اور متانت کا اظہار کرتے رہے۔ ضلع کے تمام

جھگڑوں اور فتنہ و فساد میں اُن کی ذات فرقہ واریت سے بالکل الگ رہی ضلع کے ہندو مسلمان عوام اور روساء دونوں اُن پر بھروسہ کرتے تھے۔ اس کی شہادتیں کتاب میں جابجا ملیں گی۔ البتہ سرسید کی انگریز دوستی سے ہندو کچھ کم اور مسلمان بہت زیادہ ناراض تھے۔ یہاں تک کہ کئی مرتبہ ان کی جان بھی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ لیکن سرسیّد کے دل میں کبھی انتقام کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ وہ ہر قسم کی تخریب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس ضلع کی "رفاہ عام کمیٹی" کا پورا انتظام ان کے سپرد تھا۔ مولانا حالیؔ اس کمیٹی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اُن کی طبیعت کو تعمیر کے کام سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ اس لیے صاحب کلکٹر نے کمیٹی رفاہ عام کا تمام کام ان کے سپرد کر دیا تھا۔ وہی رپورٹ لکھتے تھے اور وہی ضروری کاموں کے لیے روپیہ منگواتے تھے۔ ہر ایک کام کی خود نگرانی کرتے تھے منجملہ اور کاموں کے ایک مفید کام انھوں نے یہ کیا کہ بجنور کی آبادی کے متصل شارعِ عام کے بیچوں بیچ مدّت سے ایک نہایت چوڑا چکلا گڑھا پڑا ہوا تھا۔ اسی راستے سے تمام گاڑیاں، گھوڑے، پیدل اور سوار گزرتے تھے۔ بعض اوقات گاڑیاں وغیرہ اُلٹ جاتی تھیں۔ بیلوں کو نقصان پہنچتے تھے۔ برسات میں پانی بھر جاتا تھا جس سے طرح طرح کی تکلیفیں لوگوں کو ہوتی تھیں۔ مدّت سے یہ گڑھا چلا آتا تھا مگر کسی کو کچھ خیال نہ تھا سرسید نے خاص اپنے اہتمام سے وہاں ایک پل بندھوایا اور بجنور سے دارا نگر تک ایک سڑک بنوادی جس سے مسافروں کو بہت آسانی ہو گئی"۔[1]

---

[1] حیاتِ جاوید ص۱۲۵

سرسیّد کی کمال درجہ ہمدردی اور عظمت کا اظہار اس وقت ہوتا ہے کہ جب ضلع بجنور میں انگریز فاتحانہ داخل ہوئے اور انھوں نے چاہا کہ ضلع کے لوگوں کو سخت سے سخت سزائیں دی جائیں۔ لیکن سرسیّد کا اس نازک وقت میں جو کچھ طرزِ عمل رہا' اس کا اندازہ نواب محسن الملک کی تیار کردہ اس تحریر سے ہوتا ہے جس کے راقم' اردو کے مشہور ادیب اور انشاپرداز ڈاکٹر نذیر احمد ہیں۔

"سید احمد خاں کو سرکار انگریزی کی طرف سے ضلع بجنور کا نظم و نسق سپرد تھا اور وہاں کے ہندو مسلمانوں کی خانہ جنگیاں یادگار غدر ہیں۔ اس عموم بے تمیزی میں خود سید احمد خاں کے ساتھ بھی لوگ نہایت درجہ گستاخی اور بے توقیری سے پیش آئے اور قریب تھا کہ ہلاک کریں۔ عود تسلّط کے بعد اس ضلع کے تمام باشندوں کی جان سید احمد خاں کی مٹھی میں تھی۔ اگر ان کے سے اختیارات کسی دوسرے کو ہوتے تو بجنور کے حصّے میں، قیامت آگئی ہوتی۔ مگر یہ معاملہ فہم، منصف مزاج، نرم دل، نیک طینت آدمی اُس وقت بھی فرق کرتا تھا بغاوت اور خانہ جنگیوں میں، مخالفت اور جہالت میں، حملہ اور حفاظت میں اور سیّد احمد کی بدولت بجنور ہی ایک ضلع تھا جو عواقب[1] و تبعات غدر سے محفوظ رہا۔"[2]

---

[1] "عواقب اور تبعات غدر سے وہ بدنتائج مراد ہیں جو اکثر اضلاع ہندوستان میں انگریزی تسلّط کے بعد باشندگان اضلاع کو بھگتنے پڑے کیونکہ بجنور میں سوا اُن لوگوں کے جو باہم خانہ جنگیوں میں یا سرکاری فوج کے مقابلہ میں مارے گئے یا فتح کے بعد فوراً بغاوت کے جرم میں سزایاب ہوئے، پھر بہت ہی کم لوگوں سے تعرض کیا گیا" (حیاتِ جاوید صفحہ ۱۳۷)

[2] حیات جاوید صفحہ ۱۳۷

سرکشی ضلع بجنور کی صرف یہی اہمیت نہیں ہے کہ وہ جدو جہدِ آزادی کی ایک ایسی دستاویز ہے جس کا لکھنے والا خود ان واقعات کا عینی مشاہد اور اس ڈرامہ کا ایک اہم کردار ہے بلکہ اس میں بعض ایسے واقعات بھی درج ہیں جو دوسری جگہ نہیں مل سکتے اور نہ اُن کے ملنے کی توقع ہوسکتی ہے۔ ضمنی طور پر اس کتاب میں اُس زمانے کی ضلع بجنور کی معاشرت اور تمدن کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں مثلاً ان دنوں بجنور میں بھی عام طور پر پھونس کے جھونپڑے ہوتے تھے۔ کہیں کہیں دو ایک بڑی پختہ اور اونچی حویلیاں بھی نظر آجاتی تھیں۔ پٹھان، سیّد، جاٹ، چوہان، گوجر، بشنوئی، قصائی، رودے، جولاہے، مردھے بنجارے، جھیپی، کمہار اور چمار وغیرہ اس ضلع میں آباد تھے۔ ان دنوں اس ضلع کا معاشرتی رنگ یہ تھا کہ جب کلکٹر نے سیّد احمد اور ڈپٹی رحمت خاں سے مع ان کے اہل وعیال اپنے ساتھ لے چلنے کو کہا تو یہ لوگ تیار نہ ہوئے کیونکہ اس وقت انگریزوں سے اس قسم کا ربط ضبط معیوب سمجھا جاتا تھا۔ بقول سرسیّد اس ضلع میں عام طور پر جُہلا کی آبادی تھی، وہ ان لوگوں کو گنوار کے لفظ سے یاد کرتے تھے۔ چند رئیسوں اور زمینداروں کے علاوہ، مہاجنوں کا طبقہ بھی اس ضلع میں موجود تھا جو سود کا لین دین کھلے بندوں کرتا تھا۔ خاندانی جتھے بندی عام تھی اور ہر ایک سربرآوردہ شخص خاندانی افراد کی طاقت پر بھروسہ رکھتا تھا۔ توپ اس زمانے میں اس ضلع کا سب سے بڑا ہتھیار تھی۔ اس کے علاوہ جزائل، بندوق، تلوار، گنڈاسے اور لاٹھی ڈنڈے بھی تھے جو اس ہنگامے میں استعمال ہوئے۔

لسانی اعتبار سے بھی یہ کتاب غیر اہم نہیں ہے۔ سرسیّد کا شمار اُردو نثر نگاروں کی صفِ اوّل میں ہوتا ہے اور سرکشی ضلع بجنور کی جگہ اُن کے

نسبتاً ابتدائی کارناموں کی فہرست میں ہے۔ اس لحاظ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

اس کتاب کی زبان باوجود ایک صدی گزر جانے کے آج کی مروجہ زبان معلوم ہوتی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ عوامی بول چال کے بہت قریب ہے نہ صرف لغت اور عام فہم ہونے کے اعتبار سے بلکہ لب و لہجہ بھی عوامی ہے۔ عبارت میں روانی اور دل نشینی ہے۔

منطقیانہ استدلال اور عقلی تجزیے کا طریقہ جو ان کے اسلوب بیان کی امتیازی شان ہے، اس کتاب میں کارفرما نظر آتا ہے۔ مضمون کے اعتبار سے ان واقعات کو جذبات سے ایک خاص قسم کا تعلق ہے اس لیے کہیں کہیں دلی جذبات کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جذبات سے بالکل الگ ہو کر اس وقت ان واقعات کا لکھنا بھی مشکل تھا لیکن ان کی متین اور متوازن طبیعت نے تحریر میں ایک خاص قسم کی سنجیدگی قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ لطیف طنز اور ظرافت کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ جو ان کے اسلوب کی ایک خوبی ہے۔ مثلاً اس ہڑبونگ میں ہزارہا "گنوار" ایسے بھی شریک تھے جن میں بہادری نہ تھی محض لوٹ کا لالچ اور پیٹ کی فکر کھینچ لے آئی تھی اُن ہی کی بزدلی پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بہادری کا یہ حال تھا کہ کسی غول میں سے کوئی آدمی زخمی ہو کر یا مر کر گرا اور سارا غول بھاگا، پھر اگر رسی باندھ کر کھینچو تو نہ تھمتے تھے۔ بہتیرا کہتے تھے کہ ارے بھائیوں پوریاں تو یوں دوڑ دوڑ کر لیتے تھے اور اب بھاگے جاتے ہو، کوئی نہ سنتا تھا۔"[1]

---

[1] سرکشی ضلع بجنور صفحہ ۵۸

یا اسی طرح نواب محمود خاں اور ان کے ساتھیوں کی ناکامی کے بیان کا مزاحیہ انداز ملاحظہ فرمائیے:

"(نا) محمود خاں اور سعد اللہ خاں مع قلیل جماعت کے براہ منڈاور نجیب آباد پہنچا اور تھوڑی دیر پہلے ان سے احمد اللہ خاں جو شیر کوٹ سے بھاگا تھا نجیب آباد پہنچ چکا تھا۔ سب بھاگے ہوئے نجیب آباد میں جمع ہو کر اور آپس میں گلے لگ لگ کر خوب روئے۔[1]"

بعض مقامی محاوروں کا بھی استعمال ملتا ہے مثلاً "گنگا وار" "گنگا پار" آج بھی ضلع بجنور میں ان محاوروں کا چلن عام ہے۔ "تشریف بری" "دوڑے جانا" لام باندھنا، بغل کے دشمن، جان تلخ ہونا وغیرہ محاورے بھی ملتے ہیں۔ "معزولی" کے بجائے "اٹھا دینا" اور "تقرری" کی جگہ "بٹھانا" لکھا ہے۔ بعض الفاظ بالکل عوامی تلفظ کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں مثلاً رپٹ، برات، مبارکی، لمبردار، لمبر، نری، سانوٹے، کمیدار، نہیں آنے کا وغیرہ متروک الفاظ جیسے کرکر، بدون وغیرہ بھی ملیں گے۔ ملاقات سے لیے ملازمت اور نشر کی جگہ منتشر، چونکہ کے بجائے "جوکہ" اغوا بمعنی رائے، اور مصلحت مشورے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ سرسید اطمینان اور وجاہت کو ہر جگہ مونث لکھتے ہیں۔ انھوں نے مثلاً "احمد اللہ خاں کے پاس" کی بجائے تقریباً ہر جگہ "احمد اللہ خاں پاس" لکھا ہے۔ چونکہ "کے" کا اضافہ بعد کے دور کا لسانی ارتقا ہے۔ اس سلسلے میں معلوم ہوتا ہے کہ سرسید نے غالب کا اتباع جائز سمجھا ہے مثلاً غالب کا ایک شعر ہے ؎

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے — "بھوں پاس" آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص ۵۵

اُردو املا کے لحاظ سے بھی اس زمانے کے چلن کا اس کتاب سے پتہ چلتا ہے۔ مثلاً مفرد لفظوں کو ملا کر لکھنے کا عام رواج تھا لیکن بعض لفظوں کو الگ الگ بھی پورے اہتمام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ مثلاً نکلنے کو "نکل نے" روکنے کو "روک نے" پٹنا کو "پٹ نا" بسپا کو "بس پا" پینتیس کو "بین تیس" وغیرہ۔ ڑ کی بجائے "ڈ" کا رجحان ملتا ہے۔ مثلاً گاڑیاں کو "گاڈیاں" گدھی کو "گذھی" جو گنگا پار کے علاقے کا اثر ہے۔ ہائے ہوز اور ہائے حطی کا لحاظ اور اسی طرح یائے معروف اور یائے مجہول کی تفریق کا بھی خیال نہیں کیا گیا۔ لفظ "دونوں" میں نون غنہ کا استعمال جایز نہیں ٹھہرایا بلکہ "دونو" لکھا ہے اُس، اُن وغیرہ کو "اوس" اور "اون" لکھا ہے اور بلایا کو "بولایا"، علیحدہ کو "علاحدہ" اور بھروسہ کو "بھروسا" وغیرہ۔ جیل خانہ کی بجائے ہر جگہ "جہلخانہ" چھپا ہے جو غالباً کمپوزیٹر کی غلطی اور سہو ہے۔

کتاب اس بات کی بھی شہادت دیتی ہے کہ "آج سے ایک صدی پہلے بھی ضلع بجنور میں اُردو کا چلن تھا[1] انقلابی حکومت کی زیادہ تر خط و کتابت اُردو ہی میں ہوتی تھی۔ کبھی کبھی فارسی بھی استعمال کر لی جاتی تھی[2] القاب آداب

---

[1] برٹش گورنمنٹ کے دور کی ایک سرکاری رپورٹ کے الفاظ بھی اس ضلع کی زبان کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے: "لوگوں کی مشترک زبان اُردو یا مغربی ہندی کی ہندستانی بولی ہے۔ کہیں کہیں اس کو روہیل کھنڈی بھی کہا گیا ہے لیکن حقیقتاً ان کے محاروں اور لفظوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے گزشتہ مردم شماری (۱۹۰۱ء) کے نتائج بتاتے ہیں کہ کل آبادی میں سوائے ۷۰۴ افراد کے سب نے مغربی ہندی (یا اُردو) کو اپنی مادری زبان بتایا ہے اور یوپی میں کوئی ضلع ایسا نہیں ہے جس میں تعلیم یافتہ طبقہ اور کسان اس ضلع (بجنور) سے زیادہ اُردو بولتے ہوں۔ گزیٹیر بجنور ص ۱۰۶، مطبوعہ ۱۹۰۸ء: ایچ۔ آر۔ نیویل۔ [2] سرسید نے اپنے احباب کو بجنور سے فارسی میں بھی خط لکھے مثلاً سید بندہ علی کے نام۔ ملاحظہ فرمائیے مکتوبات سرسید ص ۱۳۱

میں پرانی روش کے مطابق فارسی کا اتباع کیا گیا ہے۔ اگرچہ زبان پر فارسی کا اثر ہے لیکن سرسیّد کی سلیس نگاری کا بھی احساس ہوتا ہے۔ ان کی طرزِ ادا انگریزی اسلوب بیان سے بھی متاثر نظر آتی ہے جو ان کے ذہن کی ترقی پسندی کا ثبوت اور اُردو زبان کی لسانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس کتاب میں انگریزوں کی اس زمانے کی اُردو کے نمونے مل جاتے ہیں جو تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ نیز اس زمانے کی انگریزی سے اُردو ترجمہ کی زبان بھی اس کتاب میں محفوظ ہوگئی ہے۔ سرسیّد نے اس وقت بھی اس کتاب کو لوہے کے حروف میں چھپوایا جس کو وہ اُردو کی ترقی اور ترویج کے لیے ضروری خیال کرتے تھے۔

اس موقع پر سرسیّد کے اس نقطۂ نظر کی وضاحت بھی ضروری ہے جو اس کتاب میں شروع سے آخر تک کارفرما رہا ہے۔ دیباچہ کی اوّلین سطروں میں انھوں نے اپنی آرزو اور دعویٰ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"الٰہی تو مجھ کو توفیق دے کہ یہ تاریخ میری پوری ہو اور صحیح بات اس میں لکھنے کی ہدایت کر کیوں کہ طرف داری کی تاریخ لکھنی ایسی بے ایمانی کی بات ہے کہ اس کا اثر ہمیشہ رہتا ہے۔ اس کا وبال قیامت تک مصنف کی گردن پر ہوتا ہے۔ اس تاریخ میں جو کچھ لکھا ہے بہت سا اس میں میری آنکھوں کا دیکھا اور بہت سا اپنے ہاتھ کا کیا ہوا۔ اور اس کے سوا جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت تحقیقات سے اور بہت صحیح اور نہایت ہی سچ لکھا ہے۔"[1]

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۱

اس میں شک نہیں کہ ضلع بجنور کے اُن دنوں کے حالات اور واقعات کے بیان میں کتر بیونت کی کوشش نہیں کی گئی اور اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حالات کے بیان میں اپنے پرائے کی تمیز کیے بغیر سچائی سے کام لیا گیا ہے لیکن پھر بھی ہر بیان پر کلّی طور پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ماڑے خاں کے حالات جو بعد میں دستیاب ہوئے اور سر سیّد کے بیانات میں اختلاف ہے۔ نواب شجاع اللہ خاں کے روزنامچہ کی عبارتیں اور سر سیّد کے بیانات مطابقت نہیں رکھتے اس ایڈیشن کے آخر میں بطور ضمیمہ انگریزی خط و کتابت کے اقتباسات کے اُردو ترجمے اور دیگر مواد کے مطالعہ کے بعد جہاں سر سیّد کے بعض بیانات کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ وہاں بعض چیزیں ایسی بھی سامنے آتی ہیں جو محلِ نظر ہیں۔ در اصل سر سید مورخ نہیں بلکہ صرف مصنف ہیں۔ اس لیے جہاں یہ کتاب نایاب تاریخی مواد فراہم کرتی ہے وہاں تاریخ کے ایک طالب علم کو مزید تحقیق کی دعوت بھی دیتی ہے۔

"سرکشی ضلع بجنور" اُن کے جس نقطۂ نظر کو پیش کرتی ہے وہ انگریز دوستی اور حکومت کی خیر خواہی ہے۔ قومی نقطۂ نظر سے یہ کتاب لکھی ہی نہیں گئی۔ اس میں جا بجا قومی رہنماؤں، آزادی کے جاں نثاروں، ضلع کے مقتدر اور بااثر حضرات اور قابلِ احترام شخصیتوں کا ذکر سر سیّد نے جن الفاظ اور جس انداز سے کیا ہے۔ محض وہی اس کا کافی ثبوت ہے۔ مثلاً نواب محمود خاں کے لیے ہر جگہ "نامحمود خاں" لکھا ہے۔ پھر حرام زادہ، بدمعاش، بدذات، مفسد، نمک حرام، کم بخت جیسے الفاظ اس ضلع کے باشندوں کے نام کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں۔ انقلابیوں کا تمسخر اڑایا گیا ہے۔ جبکہ انگریز حکّام اور اُن کے ساتھیوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اور انگریز حکّام کے لیے صاحب بہادر، آقا

دام اقبالہم وغیرہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ان کے نقطۂ نظر کا نچوڑ کتاب کا "خاتمہ" ہے جس میں وہ صاف صاف لفظوں میں انگریزی حکومت کی برکتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ضلع بجنور کے مسلم نوابوں اور ہندو رئیسوں میں سے کوئی بھی اس لائق نہیں جو حکومت کر سکے اور رعایا عدل و امن کی فضا میں سانس لے سکے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

"تم لوگ نہیں جانتے کہ پچھلی عملداریوں میں کیا کیا ظلم اور کیا کیا زیادتیاں ہوتی آئی ہیں ...... اگر تم پچھلی عملداریوں کے ظلم اور زیادتیوں سے واقف ہوتے تو سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانتے اور خدا کا شکر ادا کرتے..... مسلمانوں نے اوّل اور آخر اس ضلع میں زور پکڑا ...... انھوں نے عملداری کی ان کی عملداری کا مزہ چکھ لیا کہ کس قدر ہندو اس ضلع کے تباہ و برباد اور قتل و غارت ہوئے۔ بڑے بڑے رئیس اس ضلع کے تباہ و برباد ہو کر جلا وطن ہو گئے۔ بیسیوں ہندو بے گناہ پکڑے گئے اور مارے گئے اور مال و اسباب گھر سب لٹ گئے ......
ان نوابوں کی عملداری کے درمیان چند روز ہندوؤں کا غلبہ اور زور ہو گیا اور چودھریوں نے اس ضلع میں ان دنوں حکومت کری۔ تم نے ہندوؤں کی حکومت کا مزہ چکھ لیا کہ اُن کے ہاتھ سے مسلمانوں پر کیا کیا گذرا اور کتنے گھر لٹے اور کتنے گاؤں مسلمانوں کے جلے اور جورو بیٹی کی بے عزّتی ہوئی.... پس اس نازک وقت میں سب ہندوستان کی رعایا کو واجب تھا کہ سرکار انگلشیہ کی طرفداری کرتی اور جو حق عملداری سرکار کا ان

کے ذمہ تھا اس کو ادا کرتے ..... اے کاش اگر تم ایسا کرتے
تو یہ روز بد جو تم کو بسزائے تمھارے اعمال کے نصیب ہوا
ہے کیوں ہوتا اب بھی تم کو چاہیے کہ حق گورنمنٹ ادا کرو اور
جو رو سیاہی تم کو گورنمنٹ سے حاصل ہوئی ہے۔ اس کو آب
زلال اطاعت اور فرمانبرداری اور دلی طرفداری گورنمنٹ سے
دھوتا کہ نتیجہ نیک ہو[1]"

بطور جملہ معترضہ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ "سرکشی ضلع بجنور" کی اشاعت جولائی ۱۸۵۸ء کے بعد کی قریبی تاریخوں میں ہوئی اور "رسالہ اسباب بغاوت ہند" کی ترتیب کا کام سرسیّد نے بقول مولانا حالی مراد آباد پہنچتے ہی (اپریل ۱۸۵۸ء) شروع کر دیا تھا اور ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب چھپ کر آ گئی تھی۔ اس مختصر عرصے میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں ان کا نقطۂ نگاہ مختلف بلکہ متضاد ہے کیونکہ اسباب بغاوت ہند میں "غدر" کی تمام تر ذمہ داری کمپنی کی حکومت کی بعض خرابیوں، مذہبی مداخلت، ہندوستانی مزاج اور رسم و رواج سے ناواقفیت اور حکومت کے نظم و نسق میں ہندوستانیوں کی عدم شرکت پر رکھی ہے جبکہ "سرکشی ضلع بجنور" میں وہ لکھتے ہیں:

"یہ ہنگامۂ فساد جو پیش آیا صرف ہندوستانیوں کی ناشکری کا
وبال تھا ..... تم نے کبھی خدا کا شکر ادا نہیں اور ہمیشہ ناشکری
کرتے رہے اس لیے خدا نے اس ناشکری کا وبال تم ہندوستانیوں
پر ڈالا اور چند روز سرکار دولت مدار انگلش کی عملداری کو معطل
کر کر پچھلی عملداریوں کا نمونہ دکھلایا[2]"

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص۱۴۲ تا ۱۴۵ [2] ایضاً ص۱۴۱ و ۱۴۲

لیکن رسالہ "اسباب بغاوت ہند" کے بارے میں سرسید لکھتے ہیں:

"جب میں مرادآباد میں آیا جو ایک بڑا غم کدۂ بربادی ہماری قوم کے رئیسوں کا تھا اس غم کو کسی قدر ترقی ہوئی ..... ہنوز سیاستہائے ایام غدر جاری تھیں کہ میں نے ایک رسالہ قوم کی بے گناہی کا لکھا جو کاز آف انڈین ریوولٹ" کے نام سے موسوم ہے میں بیان نہیں کرنا چاہتا کہ وہ کیا وقت تھا اور میرے دوست کیا یقین کرتے تھے کہ جوشِ قومی ہمدردی سے جس کو میں خود دیوانہ پن کہہ سکتا ہوں مجھ پر کیا گزرنے والا تھا۔ یہ میرا پہلا سبق قومی ہمدردی کا تھا۔"[1]

دراصل بات بھی یہی ہے کہ جب سرسید نے دیکھا کہ اس ہنگامہ کی تمام تر ذمہ داری ہندوستانیوں پر ڈال کر انگریزی حکمرانوں نے ظلم وستم کا بازار گرم کر دیا تو غیرتِ قومی کے جوش اور قومی ہمدردی کے جذبے نے ان کو اس رسالے کی ترتیب کی طرف مائل کیا۔ نیز یہ کہ اس موضوع پر غیر ہندوستانیوں نے اپنے نقطۂ نگاہ سے مختلف مضامین اور کتابیں لکھی تھیں۔ سرسید ان کا جواب بھی دینا چاہتے تھے جیسا کہ انھوں نے خود اس رسالے کے آغاز میں لکھا ہے اور اس قسم کی تحریروں کا جواب دینا ان کے مزاج کی بات بھی تھی۔ جس کی مثال "خطباتِ احمدیہ" ہے۔

اپنے وقت کی یہ معرکۃ الآرا کتاب یقیناً ان کے جذبۂ خدمت وصداقت اور عزم وحوصلہ، بے خوفی اور بہی خواہی ملک وقوم کا ایک شاہ کار ہے۔ مسٹر ہیوم کا بیان ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کا خیال ان کو سرسید کا یہی رسالہ

---

[1] حیاتِ سرسید صفحہ ۱۴۔ ۱۵

دیکھ کر ہوا تھا۔ اس کی اشاعت ان کی عظمت، دور بینی اور وقت شناسی کی دلیل ہے اس کتاب کے چھپوانے اور تقسیم کرنے میں انھوں نے جو احتیاط برتی۔ (صرف ایک جلد گورنمنٹ ہند کو بھیجی اور باقی تقریباً سب جلدیں پارلیمنٹ کے ممبران کو بھیج دیں) وہ ان کے تدبّر اور کام کی سچی لگن کے اظہار کا کافی ثبوت ہے۔ اس کی ترتیب و اشاعت سے ان کی وقت شناسی کی صلاحیت اور ہندوستان کی داخلی اور خارجی سیاست سے دلچسپی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ ملک کی اندرونی سیاست میں ملکہ وکٹوریہ کے اعلان (یکم نومبر ۱۸۵۸ء) کے بعد یہ تبدیلی ہو چکی تھی کہ اب ہندوستان کمپنی کی حکومت سے نکل کر براہ راست تاج برطانیہ کے زیر نگیں آچکا تھا اور اب کمپنی کے عہدہ داروں پر نکتہ چینی کرنے اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو اجاگر کرنے میں کوئی امر مانع نہیں رہا تھا۔ خارجی سیاست یعنی برطانوی پارلیمنٹ کا یہ رنگ تھا کہ وہ بھی اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کو ہندوستان پر بے تکا پن محسوس کرتی تھی:

"یہ بات عرصے سے بے تکی محسوس کی جارہی تھی کہ اتنی بڑی سلطنت کی باگ ڈور جتنی کہ ہندوستان میں انگریزوں نے قائم کرلی تھی ایک تجارتی کمپنی کے ہاتھ میں رہے۔ اگر ۱۸۵۷ء کی بڑی شورش پیش نہ آتی تو بھی غالباً ایسٹ انڈیا کمپنی کو بطور حکمران کے ہندوستان میں زیادہ عرصہ تک نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔" [1]

سرسید نے برطانوی پارلیمنٹ کی پالیسی کے پیشِ نظر حالات کا بالکل صحیح جائزہ لیا اور پوری جرات کے ساتھ اس رسالہ کی جلدیں ممبران کو بھیج دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سرسیّد کی بہت قدر و منزلت کی گئی۔ ان کے اس رسالے کے انگریزی

---

[1] تاریخ ہند (عہد جدید) صفحہ ۴۲۱: ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔

ترجمے بھی کیے گئے۔ لیکن شائع صرف ان کے دوست کرنل گرہم کا ترجمہ ۱۸۷۳ء میں ہوا[1]۔ حکومت کے فارن سکریٹری مسٹر سیسل بیڈن نے اس رسالے کو باغیانہ تصنیف قرار دے کر سرسید کو سزا کا مستحق بتایا۔ لیکن اس تجویز کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ اور ان کی سعیٔ جمیلہ کارگر ثابت ہوئی۔ برطانوی پارلیمنٹ کی اس وقت کی پالیسی کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے بخوبی ہو جاتا ہے:

"دسمبر ۱۸۵۷ء میں لارڈ پامرسٹن نے مجلس انتظامیہ کو باضابطہ اطلاع دی کہ ہندوستان کو تاج برطانیہ کی بلاواسطہ ماتحتی میں لے لینے کی تجویز عنقریب ایوان حکومت میں پیش کی جائے گی۔ مجلس انتظامیہ نے مسٹر جان اسٹوارٹ مل کو ہدایت کی کہ ایوانِ عام میں پیش کرنے کے لیے ایک عرضداشت کا مسودہ مرتب کرے جس میں مجلس انتظامیہ کی خدمات شمار کرائی جائیں۔ اس الزام کی تردید کی جائے کہ غدر کو کمپنی کی بد انتظامی سے کوئی تعلق ہے۔ اور اس امر پر افسوس کے ساتھ توجہ دلائی جائے کہ ایسی بنیادی تبدیلی حکومت کے اندر اس وقت کی جا رہی ہے جبکہ غدر ابھی تک فرو نہیں ہو چکا۔ یہ عرضداشت سلطنت کی قابل ترین دستاویزات میں شمار ہونے کے قابل تھی مگر مخلوق کے پُرشور مطالبات کو اس وقت کون روک سکتا تھا۔ مسٹر بیرنگ نے اس عرضداشت کو ایوانِ عام میں پیش کیا اور لارڈ پامرسٹن کی تجویز پر یہ ترمیم پیش کی کہ بصورت موجودہ گورنمنٹ ہند کے لیے کوئی نیا قانون انتظام مرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر

---

[1] حیات جاوید حصہ دوم ص۲۷

یہ ضروری ترمیم بھی ۱۷۳ کے مقابلے میں ۳۱۸ کی کثرت رائے سے ساقط ہوگئی (لارڈ الین برا نے مخالفت کی تھی) دراں حالیکہ اس وقت سے پانچ سال پہلے ہندوستان کی سلطنت کمپنی کے ہاتھ میں رہنے دینے کی تجویز بلا اختلاف منظور ہوگئی تھی۔ ابھی لارڈ پامرسٹن کی تجویز ایوان حکومت میں پیش ہی تھی کہ قدامت پسند طبقہ (CONSERVATIVE) برسر اقتدار ہوگیا اور یہ کام لارڈ اسٹینلے کے سر آپڑا کہ وہ اس تجویز کو منظور کرائے جس نے کمپنی کے وجود کو صفحۂ ہستی سے ہٹا دیا۔" [1]

خلاصہ یہ کہ "سرکشی ضلع بجنور" اور "اسباب بغاوت ہند" دونوں کا مرکزی اور بنیادی نقطۂ نگاہ انگریز دوستی اور انگریزی حکومت اور ملک وقوم کی خیرخواہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اوّل الذکر میں برسر اقتدار کمپنی اور اس کے عہدیداروں کی جن سے ان کا تعلق رہا، تعریفیں ہیں اور موخر الذکر میں حکومت سے دست بردار ہونے کے بعد اس پر نکتہ چینی ہے۔

رسالہ اسباب بغاوت ہند کی ترتیب کے بارے میں ذیل کی عبارت سے اُن کے نقطۂ نظر کی وضاحت بخوبی ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں :

"مگر اس فساد کے اصلی سببوں پر غور کرنا اور اپنی صداقت سے سچ سچ سببوں کا بیان کرنا، میں ایک عمدہ خیرخواہی اپنی گورنمنٹ کی سمجھتا ہوں ...... سچ ہے کہ بہت بڑے بڑے دانا اور تجربہ کار لوگوں نے اس بغاوت کے سبب لکھے ہیں۔ مگر امید

---

[1] تاریخ ہند ص ۶۲۲ ، ۶۲۱ (عہد برطانیہ) مولفہ جے۔ سی مارشمین اسکوائر سی۔ ایس۔ آئی مترجمہ سید عبدالسلام ۱۹۲۳ء

ہے کہ شاید کسی ہندوستانی آدمی نے اس میں کوئی بات نہ لکھی ہو۔
بہتر ہے کہ ایسے شخص کی بھی ایک رائے رہے۔[۵]

بلاشبہ سرسید انگریزی حکومت کی خیر خواہی اور امداد میں سرگرم عمل رہے اور دیانت داری کے ساتھ وہ اپنے اس طرزِ عمل کو درست سمجھتے تھے۔ مغلیہ بادشاہ اور نوابوں کی کمزوری، طوائف الملوکی اور ان کی بے عملی کو دیکھ کر ان کی رائے پختہ ہوگئی تھی کہ اس ہنگامے کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا اور اس سے ملک و قوم کو نقصان رہے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ سرسید کی اس رائے سے اتفاق کیا جائے۔ لیکن تاریخ نے ان کی رائے کو کہ زمامِ حکومت اب ہندوستانیوں کے ہاتھ سے نکل رہی ہے گی، صحیح ثابت کر دکھایا۔

دراصل سرسید دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان میں جاگیردارانہ نظام دم توڑ چکا ہے اور انگریز، جو اپنے ملک میں صنعتی دور کا آغاز کر چکے ہیں۔ ہندوستان میں سیاسی اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ صنعتی دور نے جو آسانیاں بخشی تھیں انگریز ان کو سیاسی اقتدار کے حصول اور استحکام کے لیے کام میں لا رہے تھے۔ اور یہ بات روزِ روشن کی طرح سامنے تھی کہ اگر ملک و قوم کو ترقی کی راہ پر چلنا ہے تو راستہ وہ نہیں ہے جس پر اب تک ملک اور قوم گامزن تھے بلکہ وہ ہے جو عہدِ جدید کا بنایا ہوا ہے مستقبل کے تقاضوں کا ساتھ دینا زوال آمادہ بلکہ گئی گزری ملکی

---

[۵] حیاتِ جاوید ص ۸۸۶ (ضمیمہ جات) اکادمی پنجاب ۱۹۵۷ء۔ نوٹ:۔ اسی طرح کی بات انھوں نے رائے شنکر داس منصف مراد آباد سے کہی تھی۔ "میں ان باتوں کو گورنمنٹ پر ظاہر کرنا ملک اور قوم اور خود گورنمنٹ کی خیر خواہی سمجھتا ہوں۔ پس اگر ایک ایسے کام پر جو سلطنت اور رعایا دونوں کے لیے مفید ہو مجھ پر کچھ گزند بھی پہنچ جائے تو گوارا ہے۔" حیاتِ جاوید ص ۱۴۷ اکادمی پنجاب ۱۹۵۷ء
بقول مولوی طفیل احمد مؤلف مسلمانوں کا روشن مستقبل "یہ رسالہ توپ کے منہ کے سامنے ایک ملازم سرکار نے لکھا تھا۔" ص ۱۶۹

حکومت کے بس کی بات نہ تھی۔

ہندوستان میں صنعتی دور اور سیاسی غلامی دونوں تقریباً ساتھ ساتھ آئے اور جو قوم یہاں صنعتی دور لے کر آئی۔ اُسی نے ملک کو سیاسی غلامی بھی دی۔ صنعتی دور معاشرتی اور تمدنی ترقی کے امکانات لے کر آیا تھا لیکن اقتصادی بربادی، احساس کمتری اور سیاسی غلامی نے ملک و قوم کو بے دست و پا کر کے رکھ دیا تھا۔

سرسیّد نے جاگیر دارانہ نظام کے مقابلے میں صنعتی دور کے تقاضوں کے مطابق فکر و عمل کی راہیں تلاش کیں اور اپنی ترقی پسندی کا ثبوت دیا لیکن وہ سیاسی غلامی سے نجات حاصل کرنے کو مقدّم نہ ٹھہرا سکے۔ جبکہ مسلمانوں میں ایک دوسرے مکتبۂ فکر کے لوگ مثلاً علماء سیاسی غلامی سے نجات حاصل کرنا مقصد اول قرار دیتے تھے لیکن وہ معاشرتی اور تمدنی میدان میں قدامت پسند تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ دونوں کی قدر و قیمت کا الگ الگ اندازہ لگایا جاتا اور کوئی ایسا لائحۂ عمل تیار ہوتا جو سیاسی آزادی کی برکتوں سے بھی نوازتا اور زندگی کا زیادہ صحت مند تصور بھی دیتا

آخر میں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ سرسیّد نے اپنی اس تالیف کا نام "سرکشی ضلع بجنور" رکھا۔ یہ اُن کے اُس عقیدہ کا اظہار ہے جس کی بنا پر وہ ۱۸۵۷ء کی تمام جدوجہد کو بغاوت[1]، غدر اور سرکشی کہتے رہے۔ جس وقت

---

[1] "۱۸۶۹ء میں جب سید احمد خاں لندن میں مقیم تھے تو سر جان کے نے جن کی "دی ہسٹری آف دی انڈین میوٹنی" نہایت مبسوط اور ایک طبقہ کے لیے قطعی طور پر قابلِ اعتبار تاریخ ہے۔ ان سے دریافت کیا کہ کیا اُن کی رائے میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ قومی تحریک کا نتیجہ تھا یا محض فوجی بغاوت تھی۔ سید احمد خاں نے صاف جواب دیا کہ وہ فوجی بغاوت تھی اور اس کو قومی انقلاب کہنا سراسر غلط ہے۔" سرکشی ضلع بجنور ص ۲۳ حاشیہ: مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق۔

انھوں نے اپنی یہ تالیف پیش کی تو ان کی عمر ۲۴ سال تھی اور وہ ان کی قومی زندگی کا ابتدائی دور تھا، نیز یہ کہ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت میں بحیثیت ایک ملازم کام کر رہے تھے۔

اُن کے اس عقیدے اور اس کی پختگی پر اگر غور کیا جائے تو اس کے اسباب اس دور کی سیاسی حالت اور اس سے قریبی گزشتہ زمانے کی ملکی تاریخ میں مل جاتے ہیں: کون کہہ سکتا تھا کہ اب مغلیہ سلطنت کا چراغ سحری وہ روشنی بخش سکے گا جس سے ہندوستان کا مستقبل تابناک ہو سکے۔

ایک طرف ملک کی خانہ جنگیاں، طوائف الملوکی، امرا کی بے عملی اور عیش پسندی اور ریشہ دوانیاں تھیں۔ دوسری طرف نو وارد انگریز قوم کی قوت کے مظاہرے ایک عرصے سے اس ملک میں ہو رہے تھے۔ جو اپنے جوشِ عمل تگ و تاز، استعمار و استحکام، چالاکیوں اور جدید ساز و سامان سے بہرہ مند تھی۔ ایسے زمانے میں یہ بات صاف نظر آ رہی تھی کہ مستقبل میں اس ملک کی عنانِ حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ جس کے پیش نظر اُن کا یہ عقیدہ بن گیا تھا کہ اس حکومت کے خلاف آواز اُٹھانا سرکشی اور بغاوت کے مترادف ہوگا۔ ان کی دور اندیشی اور مصلحت نے ان کو مجبور کیا کہ وہ انقلابیوں کے مقابلے میں انگریزوں کا ساتھ دیں۔ سرسیّد ہی پر کیا منحصر ہے، اس زمانے میں بھی[۵] اور ان کے بعد بھی تقریباً سو برس تک، غیر ہندوستانیوں کا تو ذکر ہی کیا، بڑے بڑے ہندوستانی مورّخ، محقق اور مصنف اس تحریک کو بغاوت، غدر اور سرکشی ہی کا نام دیتے رہے۔ سوائے چند ایسے بزرگوں کے جنھوں نے کہیں کہیں اشاروں اور استعاروں میں اس کے خلاف بھی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

---

[۵] معاصر مورخ مولوی ذکا اللہ بھی "غدر" کہتے ہیں اور ظہیر دہلوی بھی "غدر" لکھتے ہیں۔

ان کے اس دور کے طرز فکر کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ سرکار انگریزی پر تبصرہ کرتے ہوئے باشندگان بجنور کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں :

"دیکھو سرکار انگلشیہ کی عملداری میں ہندو مسلمان سب امن و آسائش سے تھے۔ کوئی زبردست، زیردست پر ظلم نہیں کرسکتا ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے موافق خدا کی یاد اور پرمیشور کی پرستش میں مصروف ہے کوئی کسی سے معترض نہیں ....غرض کہ یہ انصاف، یہ آسائش اور یہ آزادی اور عدم مزاحمت ہر کسی کے حال اور قال اور مذہب اور ملّت سے جیسا کہ ہماری سرکار انگلشیہ کے عہد میں ہے کسی کے عہد میں نہیں ہوا..... تم ہماری سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانو اور اس کے سایۂ حمایت کو اپنے سر پر ظلّ ہما سے بہتر سمجھو..... سرکار دولت مدار انگلشیہ جس طرح اپنا حق محفوظ رکھتی ہے اسی طرح حقوق رعایا کی بھی حفاظت کرتی ہے۔"[1]

یہ ضروری نہیں کہ آج بھی سرسیّد احمد خاں کی اس رائے سے اتفاق کیا جائے لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کی یہ رائے کسی ذاتی غرض کے باعث نہ تھی کیونکہ واقعات ان کی خلوص نیت، بے لوثی، دردمندی اور ملک وقوم کی فلاح وترقی کے خواہش مند ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

سرکشی ضلع بجنور کے مطالعہ کے بعد سرسید احمد خاں کی شخصیت ایک ایسے روشن خیال فرد کی شخصیت بن کر سامنے آتی ہے جو تعمیر کا خواہاں اور تخریب

---

[1] سرکشی ضلع بجنور ص ۱۴۳ و ص ۱۴۴

سے گریزاں ہے۔ جس کے یہاں فرقہ واریت، تعصب اور تنگ نظری نہیں بلکہ انسانی دردمندی، خلوص نیت اور امن پسندی، حق گوئی اور ہمت و جرأت اس کا جوہر ہے۔ وہ انگریزوں کی خوش اخلاقی تنظیمی صلاحیت اور سیاسی اہلیت کے معترف تھے اور وہی اوصاف ضلع کے دوسرے روساء اور حکمرانوں میں دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے احساسِ برتری کو بھی کسی موقع پر مجروح نہیں ہونے دیتے۔ جذباتیت سے بالکل الگ رہ کر حقائق کی روشنی میں غور و فکر کرنا ان کی شخصیت کا اہم پہلو تھا جس کا ایک ثبوت ان کی یہ تالیف بھی ہے۔ ان کا کمالِ نظریہ تھا کہ ضلع کی صورتِ حال کے پیش نظر وہ جو کچھ فیصلہ کر چکے تھے بالآخر وہی ہو کر رہا۔

سر سید احمد خاں بجنور میں صرف ۲ ½ برس رہے۔ لیکن یہ مختصر عرصہ اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس زمانے کے واقعات اور تجربے سبق آموز تھے جن سے دور رس نتیجے نکالے گئے۔ بجنور کی سرزمین کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ یہیں انھوں نے دو قابلِ ذکر خواب دیکھے جس میں اُن کو آئندہ ذمہ داریوں اور تابناک مستقبل کا الہام بخشا گیا اور اسی روشنی میں انھوں نے اپنے فکر و عمل کی راہیں متعین کیں۔ مولانا حالی نے سید احمد خاں کے دونوں خواب اس طرح بیان کیے ہیں:

> "سید بجنور میں تھے کہ انھوں نے (خواب) دیکھا کہ ایک شخص سفید پوش آئے اور ان کو ایک قلم دان کشمیر کا بنا ہوا نہایت نفیس دے کر چلے گئے اور خواب ہی ان کو یقین ہوا کہ وہ علی مرتضیٰ تھے۔"[1]

---

[1] حیاتِ جاوید: ص۴ ضمیمہ نمبر ۳ (۱۹۳۹ء)

"بچپن ہی میں انھوں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ چاندنی رات ہے اور چاند نکلا ہوا ہے اور وہ اپنے مکان کے سامنے صحن چبوترے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سیّد کی نگاہ اپنے بائیں پانو پر پڑی تو دیکھا کہ ان کے پانو کی انگلیوں کی ایک ایک پور کٹ گئی ہے مگر کچھ درد نہیں ہے اور نہ اس سے لہو بہتا ہے مگر کٹی ہوئی پوروں کے سرے جہاں سے کٹے ہیں نہایت سرخ لہو کے مانند ہو رہے ہیں۔ سیّد نہایت حیران ہوئے کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں ایک بزرگ آئے اور انھوں نے ان کی کٹی ہوئی انگلیوں کے سروں پر اپنا لبِ مبارک لگا دیا۔ اسی وقت اُن کی انگلیوں میں نمو شروع ہوا اور سب انگلیاں درست ہوگئیں اور ان میں چاند سے زیادہ روشنی تھی۔ سیّد چاند کو دیکھتے اور ان نئی انگلیوں کو دیکھتے اور ان میں چاند سے زیادہ روشنی پاتے تھے خواب ہی میں ان کو کسی طرح یقین ہوا کہ محمد رسول اللہ صلعم تھے جنھوں نے لب مبارک لگایا تھا۔"[1]

دہلی
دسمبر ۱۹۶۳ء

شرافت حسین مرزا

---

[1] حیاتِ جاوید: صـ۸ و صـ۹ ضمیمہ نمبر (۳) ۱۹۳۹ء

THE

BIJNOUR REBELLION

BY

SYUD UHMUD KHAN
SUDDER AMEEN OF BIJNOUR

سرکشی ضلع بجنور

تصنیف

سید احمد خاں، صدر امین بجنور

AGRA

PRINTED AT THE MOFUSSILITE PRESS
1858

(مطبوعہ۔ الجمعیۃ پریس دھلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الٰہی تو مجھ کو توفیق دے کہ یہ تاریخ میری پوری ہوا در صحیح بات اس میں لکھنے کی ہدایت کر کیوں کہ طرف داری کی تاریخ لکھنی ایسی بے ایمانی کی بات ہے کہ اس کا اثر ہمیشہ رہتا ہے۔ اس کا وبال قیامت تک مصنّف کی گردن پر ہوتا ہے۔ اس تاریخ میں جو کچھ لکھا گیا ہے بہت سا اس میں میری آنکھوں کا دیکھا اور بہت سا اپنے ہاتھ کا کیا ہوا اور اس کے سوا جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت تحقیقات سے اور بہت صحیح اور نہایت ہی سچ لکھا ہے۔

پہلے اس سے کہ واقعات ضلع بجنور لکھنے شروع کروں مناسب ہے کہ فہرست ان حکام متعہدا ور غیر متعہد اور عمدہ عملہ کی جو ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں ضلع بجنور میں مامور تھے اور جن کو انتظام ضلع میں دخل تھا اس مقام پر لکھوں۔

فہرست حکّام متعہد اور معزّز اہلکاران ہندوستانی

حکام متعہد

جناب مسٹر انگزنڈر شیکسپیر صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ مع میم صاحبہ دام اقبالہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جئینٹ مجسٹریٹ دام اقبالہٗ

جناب مسٹر کاری صاحب بہادر مسافر

انگریزی نویسان غیر متعہد

مسٹر لیٹر صاحب بہادر سر دفتر کلکٹری مع میم صاحبہ اور تین لڑکوں کے

مسٹر جانسن صاحب ملازم کلکٹری

مسٹر مرنی صاحب ملازم فوجداری مع میم صاحبہ اور چار لڑکوں کے

مسٹر کیوٹ صاحب غیر ملازم

بابو کالی چرن انگریزی نویس کلکٹری

شفاخانہ

ڈاکٹر نینٹ صاحب بہادر مع میم صاحبہ

بابو تارا چندر سین ہندوستانی ڈاکٹر شفاخانہ

ہندوستانی حکّام غیر متعہد

محمد رحمت اللہ خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ

سیّد احمد خاں صدر امین مصنّف اس کتاب کا

پنڈت کالکا پرشاد منصف نگینہ

امداد حسین صاحب منصف دھام پور خاندان حافظ رحمت خاں بریلی والا۔

تحصیل داران

تراب علی تحصیل دار بجنور	بہ نیک نامی اپنے کام پر بحال ہوئے،
سید قاسم علی تحصیل دار چاندپور	اپنے کام پر بحال ہوئے۔
مولوی سید قادر علی تحصیل دار نگینہ	بدستور بحال ہوئے
صادق علی خاں تحصیل دار دھام پور	غیر حاضر
احمد اللہ خاں بھانجا محمود خاں کا تحصیل دار نجیب آباد	باغی

پیشکاران

میر مراد علی پیشکار بجنور	باغی
سعد اللہ خاں پٹھان بسی کوٹلہ والا پیشکار چاندپور	باغی
میر شہامت علی پیشکار نگینہ	بسبب غیر حاضری برخاست
کریم اللہ خاں پیشکار دھام پور رشتہ مند محمود خاں	باغی
مٹولال پیشکار نجیب آباد	بحال

عملہ خزانہ

بانکے رائے پسر لالہ متھر داس خزانچی صدر	بحال
بشن لال گماشتہ	بحال
سدا سکھ گماشتہ	بحال
بہاری لال گماشتہ	بحال
بخشی رام تحویل دار تحصیل بجنور	خیر خواہ رہا اور بحال ہوا
گلزار لال تحویل دار تحصیل چاند پور	بحال
سیڈھمل تحویل دار تحصیل نگینہ	بحال
منگل سین تحویل دار تحصیل دہام پور	بحال
شب لال تحویل دار تحصیل نجیب آباد	بحال

عملہ کلکٹری

میر امام بخش سررشتہ دار	دائم المحبس
مظہر اللہ نائب سررشتہ دار	روبکار نویسی پر بحال ہوا
درگا پرشاد محافظ دفتر	سررشتہ دار کلکٹری ہوا
بہاری لال ناظر	بحال
محمد علی پیشکار مٹرک	بحال

عملہ فوج داری

منشی امر سنگھ سررشتہ دار	بحال

لالہ ہر سہائے نائب سررشتہ دار	بحال
بنسی دھر محافظ دفتر	بحال
پنڈت شمبوناتھ ناظر	بحال

تھانہ داران

حسن رضا خاں تھانہ دار بجنور	غیر حاضر
گلاب سنگھ تھانہ دار چاندپور	بحال
بدھ سنگھ تھانہ دار دھام پور	بحال
سردار سنگھ کوتوال نجیب آباد	بحال
لطافت علی تھانہ دار منڈاور	بحال
رتن سنگھ قائم مقام تھانہ دار نانگل	غیر حاضر
گنگا پرشاد تھانہ دار بڑھ پور	تھانہ سیوہارہ میں بحال
محمد حسین خاں تھانہ دار افضل گڑھ	تھانہ نگینہ میں بحال
پربھولال تھانہ دار سیوہارہ	تھانہ افضل گڑھ میں بحال
منیر الدین قائم مقام تھانہ دار نگینہ	برخاست

جمعداران نمبر اوّل

بھولاناتھ جمعدار نورپور	بحال
لطف علی جمعدار کوٹ قادر	غیر حاضر
چھیدالال جمعدار کرت پور	برخاست
عبداللہ خاں جمعدار چاندی	پھانسی پایا

راحت نقی جمعدار سہنٹور　　　　　ماخوذ

جیل خانہ

موہن لال داروغہ　　　　　بحال

رام سروپ جمعدار　　　　　باغی

سررشتہ تعلیم

پنڈت رادھاکشن[له] ڈپٹی انسپکٹر　　　　　تحصیل دار دھام پور ہوا

احسان علی سب ڈپٹی انسپکٹر تحصیل بجنور چاندپور　　　　　بحال

رحیم اللہ سب ڈپٹی انسپکٹر نگینہ و دھام پور　　　　　تحقیقات طلب

سلامت رہنا حکّام وغیرہ کا

سب سے بڑی مبارکی ہماری تاریخ کی یہ ہے کہ اللہ مقدس کی مدد سے ہمارے ضلع میں جس قدر حکام متعہدا ور جو لوگ عیسائی مذہب کے تھے کیا مرد اور کیا عورت اور کیا بچے سب امن میں رہے اور جب ضلع چھوڑنا مناسب ہوا تو سب عیسائی مذہب والے جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیر صاحب بہادر کی حسن تدبیر اور مروت اور وفاداری سے صاحب ممدوح کے ساتھ بہ عزت تمام وہاں سے نکل کر امن کی جگہ میں چلے آئے۔

ص ۵:

حالات و واقعات

میرٹھ میں جو فساد اور نمک حرامی دسویں مئی ۱۸۵۷ء کو ہوئی تھی اس کی

له مدرسہ دہلی کے اسکالران اعلیٰ کی فہرست میں ان کا نام بھی دیا ہے۔
(قران السعدین ص۶ جلد۳ شمارہ ۱۰ مورخہ ۲ فروری ۱۸۴۸ء)

خبر گیارہویں تاریخ تک بجنور میں نہیں آئی تھی۔ بارہویں تاریخ کو یہ خبر مشہور ہوئی اور پے در پے اس کے آثار نمودار ہوتے گئے۔ یعنی کنارہ گنگا جمنا راہ لٹنے لگی اور آمد و رفت مسافروں کی بند ہوگئی۔ بارہویں اور تیرہویں کو جو مسافر بجنور[5] سے میرٹھ کو جاتے تھے راہ سے الٹے آئے مگر ضلع بجنور میں اب تک کوئی غدر نہ تھا۔

---

[5] بجنور۔ ضلع کا صدر مقام ہے ۲۲، ۲۹° شمالی اور ۸، ۷۸° مشرقی خطوط پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے ۷۸۰ فیٹ کی بلندی پر ہے۔ اس کی ابتدائی تاریخ واضح نہیں ہے۔ مقامی روایتوں سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ یہاں کا راجہ دینایا بنیا تھا جسکی کہانیاں تمام روہیل کھنڈ اور یو۔پی میں کہی جاتی ہیں۔ یہ کبھی اپنی رعایا سے ٹیکس نہیں لیتا تھا بلکہ خود "بجنا" پنکھے بنا کر اس خرچ کو پورا کرتا تھا۔ اس لئے اس کا نام بجنور پڑ گیا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ وجایا نگر یا بجے نگر کا بگڑا ہوا ہو۔ لیکن محض قیاس ہے موجودہ آبادی پرانی نہیں ہے لیکن قدیم اثرات کبھی کبھی ۲ میل مغرب کی طرف گنگا کے قریب پائے جاتے ہیں۔ جاٹوں کا یہاں اثر تھا۔ ایک روایت کے مطابق یہاں برسوں مسلم کلال اور جاٹوں میں لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار کلال حاوی آئے اور صرف ایک جاٹ عورت بچی تھی اس کے ایک بیٹا دسانند سنگھ DASANAND SINGH پیدا ہوا اور اس نے اپنے دشمنوں کو شکست دی۔ ایک مسلمان گورنر علی جان (بہت ممکن ہے کہ "علی جان" جو ۱۶۰۵ء میں سنبھل پر قابض تھا) کی مدد سے کلال نکال دیئے گئے اور جاٹ سرسبز ہوئے۔ اکبر کے زمانہ میں بجنور ایک محال کا نام تھا لیکن اس کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اور ۱۸۲۴ء تک اس کو کوئی اہمیت نہ ملی۔ پہلی مردم شماری ۱۸۴۷ء میں اس کی آبادی ۹۲۸۰ تھی اور ۱۹۰۱ء میں ۱۷۵۸۳ ہوگئی اب ضلع کی آبادی ۱۱۹۰۹۸۷ ہے۔ ضلع کے سرکاری دفتر ۱۸۳۹ء میں بنے اور ۱۸۶۷ء میں ان میں توسیع کی گئی کبھی یہاں کے جنیو اور قریبی بستی "نجارے" کے چاقو مشہور تھے (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے بجنور گزیٹیر از ص ۲۱۲ تا ص ۲۱۶)

کیفیت پھیلنے غدر کی بجنور میں

رفتہ رفتہ ضلع بجنور میں بھی غدر شروع ہوا۔ راہیں لٹنے لگیں۔ سولہویں مئی ۱۸۵۷ء کو درمیان موضع جھال وادلینڈہ تھانہ بجنور میں غارت گری ہوئی کہ گوجروں نے مسمی دیبی داس بزاز کو لوٹا۔ اسی طرح شہباز پور کھدر پر ڈاکہ پڑا کہ گوجروں نے مل کر اس گاؤں کو لوٹ لیا اور یہ سب سے پہلا گاؤں ہے جو ضلع بجنور میں لٹا۔ اسی تاریخ ۱۶ سولہ ہزار روپیہ جو چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور[1] نے بابت مال گذاری کے بجنور کو روانہ کئے تھے۔ بجنور میں پہنچے اور داخل خزانہ ہوئے بعد اس کے سترہویں مئی کو سربراہ ڈاک مسٹر کاری صاحب بہادر کالی گھاٹ راولی پر لوٹا گیا۔ اگرچہ ان وارداتوں کے مجرم بتدبیر اور کوشش جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر سے بہ تعیناتی تھانہ داران اور میر تراب علی

---

[1] یہ تگا خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ بلرام سنگھ نے اٹھارویں صدی کے شروع میں پرگنہ باسٹہ کے اعظم پور حصہ میں ایک بڑی ریاست حاصل کی ان کے بیٹے رام کشن نے تاج پور کے قریب علاقہ خرید لیا اور خاندان کو وہیں لے گئے جب یہ ضلع برٹش گورنمنٹ کے پاس آیا تو یہ علاقہ انہیں لوگوں کے قبضہ میں رہا۔ ۱۸۰۵ء میں امیر خان پنڈاری کے زمانہ میں اس خاندان نے سرکار انگریزی کی بہت خدمات کیں اس صلہ میں ان کو گوپال پور کی ریاست بھی ملی تھی۔ اسی خاندان میں چیراج سنگھ پیدا ہوئے ان کا جوانی میں انتقال ہو گیا اور اپنی جائداد اپنے بیٹے پرتاب سنگھ کو چھوڑی جو چودھری آف تاج پور کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ غدر میں سرکار انگریزی کی مدد اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر کی اس صلہ میں راجہ بہادر کا خطاب ملا تھا اور ۲۵۰۰/۱/۰ کی مالیت کے گاؤں، ۶ گاؤں کی مال گذاری کی معافی بھی ہو گئی تھی ان کی وفات ۱۸۶۲ء میں ہوئی ان کے جانشینوں کے لئے بھی آدھی معافی جاری رہی۔ ان کے بعد ان کا بیٹا جگت سنگھ جائداد کا مالک ہوا ۱۸۸۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (بجنور گزیٹیر صفحہ ۱۱۰ و صفحہ ۱۱۱ ۱۹۰۸ء)

تحصیل دار و افسر پولیس کے گرفتار ہوئے اور کچھ مال مسروقہ بھی برآمد ہوا اور لوگوں کو ڈر اور خوف بھی ہوا مگر گوجر اپنی بدمعاشی سے باز نہ آئے علی الخصوص اس سبب سے کہ پار[1] کے گوجروں سے اس ضلع کے گوجروں کو حرمزدگی[2] کرنے کی بہت مدد ملتی تھی

گوجروں کے فساد کا بیان

اگرچہ شروع فساد سے گوجروں کی نیت بد ہوگئی تھی مگر ان کو اس کا اظہار کرنے کے لئے ایک عجیب حیلہ ہاتھ آیا۔ قوم رَوَہ نے جو بہت عمدہ کاشتکار اس ضلع کے ہیں اور نامردی میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں گوجروں سے چھیڑ کی کہ ایک گوجری مع اپنے خاوند اور نائی کے سرحد موضع شہباز پور پرگنہ منڈاور مسکن قوم رَوَہ میں جاتی تھی۔ رَووں نے گوجری کو پکڑ لیا۔ اور اس کا خاوند مارا گیا۔ نائی بھاگ کر موضع شیخو پورہ میں بساون پدھان قوم گوجر کے پاس گیا اور حاکم کو چھوڑ کر گوجروں کی برادری سے فریاد کی سب گوجر متفق ہوئے اور رَووں کا لوٹنا اور برباد کرنا مصمم ٹھیرایا۔ چنانچہ رام جی والہ میں سب گوجر جمع ہوئے اور شہباز پور اور ابوالخیر پور بن کر جو دونوں قریب قریب تھے مارا سب گھر لوٹ لئے اور اکثر جلا دئے چھ آدمی قتل و زخمی ہوئے اور گوجری کو لے گئے؛

انتظام ضلع کی تدبیریں

ابتدائے فساد سے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے مناسب تدبیریں انتظام ضلع کی کرنی شروع کی تھیں۔ رجمنٹوں کے رخصتی سوار جو ضلع بجنور میں موجود تھے ان کو

---

[1] مراد گنگا کے دوسری طرف کے اضلاع کا علاقہ [2] مطلب فساد سے ہے۔

بھی بلالیا تھا اور کچھ سوار بھی نوکر رکھنے شروع کئے تھے اور تھانہ داران اور افسران پولیس کو بھی بقدر مناسب برقنداز[1]

---

[1] برقنداز :- پولیس اسٹیشن یا تھانہ کا چپراسی ۔ کانسٹبل ۔ عدالت کا پیغام بر (بحوالہ ڈکشنری آف اردو، کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش بائی جون ٹی ۔ پلاٹس "JOHN.T. PLATTS" سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۴۷) برقنداز۔ احدی فوج کی وہ قسم تھی جو تفنگ لے کر چلتے تھے ۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں برقنداز اور احدی تعداد میں ستر ہزار تھے (ملاحظہ فرمائے دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا والیوم ۴ صفحہ ۳۱۶) اور احدی کے بارے میں جناب صباح الدین عبدالرحمٰن ندوی لکھتے ہیں "سواروں کی ایک قسم احدی بھی تھی وہ کسی منصب دار کے ماتحت نہ ہوتے بلکہ براہ راست بادشاہ کی نگرانی میں رہتے شاہی ملازمت میں داخل ہونے کے وقت وہ اپنے گھوڑے ساتھ لاتے ان گھوڑوں کے مرنے کے بعد حکومت کی طرف سے ان کو گھوڑے دیئے جاتے ۔ اس کے لئے وہ متعلقہ عہدداروں کی سند پیش کرتے جس کو اصطلاح میں سقط نامہ کہا جاتا ۔ احدیوں کی نگرانی کے لئے علیحدہ دیوان اور بخشی مقرر کئے جاتے اور ایک عالی مرتبہ امیر ان کا سردار ہوتا (آئین اکبری صفحہ ۱۳۲) وہ بادشاہ وقت کی، متفرق خدمت انجام دیتے کسی دوسرے شعبہ میں بھی کام کرتے اور ضرورت کے وقت سوار کی خدمت بھی بجا لاتے ۔ لڑائی کے زمانہ میں جنگی محاذ پر بھی بھیج دیئے جاتے ۔ ان کی شہسواری عام سواروں سے بہتر ہوتی ۔ اس لئے وہ پانچ گھوڑے بیک وقت رکھ سکتے تھے ۔ ان کی تنخواہ بھی عام سواروں سے زیادہ ہوتی (ہندوستان کے عہد وسطیٰ کا فوجی نظام از صباح الدین عبدالرحمٰن صفحہ ۸۴ و صفحہ ۸۵) منصب دار فوجی نظام کا وہ طبقہ ہوتا تھا جس کو جاگیر وغیرہ اس لئے ملی ہوتی تھی کہ وہ حسب منصب، ضرورت کے وقت پر سوار مہیا کرے ۔ جیسے پنج ہزاری کو ۵ ہزار سوار لانا ضروری تھا منصب دار کو شاہی خزانہ سے تنخواہ نہ ملتی تھی بلکہ یہ سب لوگ مال غنیمت وغیرہ میں شریک رہتے تھے احدی فوج چونکہ شاہی خزانہ سے تنخواہ پاتی تھی اور جس زمانہ میں جنگ وغیرہ نہ ہوتی (اگلے صفحہ پر)

بڑھانے کو لکھ بھیجا تھا اور خاص شہر کی حفاظت کے لئے یہ تدبیر کی تھی کہ چودھری نین سنگھ
رئیس بجنور کو اجازت دی تھی کہ رات کو شہر کا گشت کیا کریں۔ چنانچہ چودھری صاحب
ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جناب الگزنڈر شیکسپیر صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ اور جناب
مسٹر جارج پام صاحب بہادر بھی مناسب مناسب جگہ پر رات کو پھرتے اور خبرداری
کرتے رہے اور ہم تینوں افسروں نے اپنی جمعیت ملازمین وغیرہ کے دو غول کئے
پہلا غول محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ کا تھا کہ وہ اپنے
غول کو ساتھ لے کر رات کو گشت کرتے تھے دوسرا غول مجھ عبدالامین اور میر سید تراب
علی تحصیلدار بجنور کا تھا کیونکہ ہمارے پاس نوکر کم تھے اس لئے دونوں آدمیوں نے
ایک غول بنا لیا تھا اور یہ دونوں غول رات کے وقت علیحدہ علیحدہ شہر بجنور اور اندھیر
باغات کا جو متصل آبادی تھے اور جیل خانہ اور خزانہ کا گشت کرتے تھے اور سب طرف
پھر پھرا کر ہم تینوں افسر معہ اپنے اپنے غول کے کوٹھی جناب صاحب کلکٹر بہادر پر حاضر
ہو کر تمام رات کمر باندھے کرسیوں پر بیٹھے پہرا دیتے کیونکہ شورش ضلع میں حد سے زیادہ ہو گئی
تھی اور کوئی وقت اندیشہ سے خالی نہ تھا مگر ہم اپنے جناب کلکٹر بہادر کی مہربانی اور عنایات
کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ ہمارے لئے سب طرح کی آسائش کا سامان وہاں مرتب تھا: ص

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) تو یہ لوگ آرام سے گزارتے تھے - اسی مفہوم کی رعایت سے اردو میں ایک
لفظ "اَحدِی" رائج ہو گیا - احدی کے معنی یہی لئے جاتے ہیں "کچھ کام نہ کرنے والا
آرام طلب شخص"

بہر حال برق انداز، رعد انداز، دیگ انداز وغیرہ مختلف فوجی دستے ہوتے
تھے جو مختلف قسم کی توپ استعمال کرتے تھے۔ (مزید ملاحظہ فرمائے تاریخ رشیدی
ص۱۱ و بابر نامہ ص۳۵۴)

اور بہت اچھا شامیانہ ہمارے لئے کھڑا کر دیا تھا اور ہم بہ آسائش تمام اس میں رہتے تھے

۲۹ پلٹن کی کمپنی کا سہارن پور سے بجنور میں آنا

اٹھارویں مئی ۱۸۵۷ء کو دفعتاً ایک کمپنی تلنگوں[۱] کی جو سہارن پور سے مراد آباد جاتی تھی بجنور پہنچی اور مجھ کو یوں خبر ملی کہ وہ کمپنی بگڑ گرائی ہے اور صوبہ دار اور چار تلنگہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کی کوٹھی پر گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی میں گھبرا کر صاحب ممدوح کے پاس گیا وہاں معلوم ہوا کہ بطور بدلی مراد آباد جاتی ہے۔ میں نے بے ادب مدح خاں صوبہ دار کو صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ کچھ اپنا حال اور جو مقابلہ اس کا قریب الہباس گوجروں سے ہوا تھا عرض کر رہا تھا مگر اس کی بے ادبانہ گفتگو اور لاپروا اور معزور نشست سے جو بدی اس کے دل میں تھی اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی تھی اس دن یہ تجویز ہوئی کہ اس کمپنی کے قیام بجنور کی تدبیر کی جائے۔ چنانچہ تدبیر بھی ہوئی جس سے میں بہت ڈرتا تھا مگر جب ان کی بات چیت کا جو آپس میں کرتے تھے اور نیز بازاروں میں بکتے پھرتے تھے حال معلوم ہوا تو اُن کا قیام بجنور میں نہایت نامناسب معلوم رہا اور باوجودیکہ مراد آباد سے اجازت ان کے رکھ لینے کی آگئی تھی مگر ان کا چلا جانا غنیمت سمجھا جاتا۔

---

[۱] تلنگا: تلنگانہ یا کرناٹک کا باشندہ۔ چونکہ پہلے یہاں سے ہی ہندوستانی فوج کی بھرتی شروع ہوئی جو کہ بعد کو یوربین فوجی طریقہ پر تربیت پائے۔ لہٰذا تلنگا سے مطلب "سپاہی" "فوجی" لیا جاتا ہے۔ کمپنی کے زمانہ میں تلنگوں کے فوجی دستہ الگ تھے (تلنگا کے لئے ملاحظہ فرمائیے: انڈکس ص XXXV کیلنڈر آف پرشین کارسپونڈنٹس والیوم VII ۱۷۸۵-۷)

تھا اور وہ خود بھی رہنا نہیں چاہتے تھے اس سبب سے وہ مراد آباد چلے گئے۔

مراد آباد کے جیل خانہ کا ٹوٹنا اور اسکے سبب سے ضلع میں زیادہ بدنظمی کا ہونا

۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو مراد آباد کا جیل خانہ ٹوٹا اور یہ خبر بہت جلد ضلع بجنور میں پہنچی اور بلکہ بعض دیہات میں کچھ قیدی بھاگ کر آ گئے اس خبر کی شہرت سے ضلع میں زیادہ بدنظمی ہوئی اور ہر چہار طرف دیہات میں ہزار ہا گنوار[1] جمع ہونے لگے اور کسی کے دل میں عملداری کی دہشت باقی نہ رہی اور ہم لوگوں کو ہر دم یہ اندیشہ ہونے لگا کہ مبادا بجنور پر ڈاکہ پڑے اور خزانہ سرکاری لٹ جاوے مگر ہم لوگ بدستور اپنی ہوشیاری سے جہاں تک ممکن تھا گشت و گرداوری اور گنواروں کو رعب ظاہری دکھانے میں کچھ تقصیر نہیں کرتے تھے اور بجنور کی ایک بہت اچھی ہوا باندھ[2] رکھی تھی کہ اس کے سبب گنواروں کے دلوں پر بجنور کا ایک خوف تھا

سفر مینا کی باغی کمپنیوں کا نجیب آباد میں آنا

اسی اثنا میں سفر مینا[3] کے تین سو سپاہیوں نے روڑکی میں سرکشی کی اور

---

[1] دیہات کے بے پڑھے لکھے لوگ آوارہ [2] ہوا باندھے رکھنا [3] SIPERS اور MINERS فوجی سپاہیوں کے دو دستے جو فوج سے آگے راستوں کو صاف کرتے چلتے تھے۔ "سفر مینا" سے مطلب فوج کے وہی دستے ہیں جو انگریزی حکومت سے بگڑ گئے تھے۔ سرسید نے کتاب ہذا میں اس کیلئے "سیپر مینا" اور "سیپر مینر" بھی استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ "سفر مینا" اور "سیپر مینا" دہلی اردو اخبار ص ۱۵ ۱۸۴۰ء میں بھی استعمال ہوا ہے۔

ایک کمپنی سفر مینا کی جو رڑکی[5] سے سہارن پور کمانڈر انچیف صاحب بہادر کے کیمپوں میں شامل ہونے کو بھیجی گئی تھی رستہ میں سے روڑکی واپس آگئی اور ان سب نے مل کر روڑکی سے لنڈھورہ کو سفر کیا اور لنڈھورہ کی رانی سے پیغام کہا کہ وہ ان کو اپنے پاس نوکر رکھ لے اس وعدہ پر کہ وہ روڑکی وغیرہ سب اس کو فتح کر دیں گے مگر اس نے منظور نہ کیا تب انہوں نے ارادہ کیا کہ نجیب آباد[6] کے نواب کے پاس جا کر اپنا ارادہ پورا

---

[5] ۱۵، ۲۹ شمال اور ۲ ۵، ۷۷ مشرقی خطوط پر واقع ہے (گزیٹیر سہارن پور ص ۳۰۹)

[6] یہ مقام ۳۰، ۲۹ شمال اور ۲۱، ۷۸ مشرقی خطوط پر سطح سمندر سے ۷۷۰ فیٹ بلندی پر واقع ہے بجنور سے جانب شمال مشرق ۲۱ میل دور ریلوے جنکشن ہے اس کو نجیب الدولہ نے آباد کیا تھا ۱۷۵۵ء میں آبادی سے ۱½ میل جانب مشرق پتھر گڑھ یا نجف گڑھ کا قلعہ بنوایا۔ یہاں نجیب الدولہ اور ان کے بھائی جہانگیر شاہ کا ۱۷۷۰ء کا بنا ہوا مقبرہ ہے۔ نواب کے نوبت خانے کے کھنڈرات، نواب معین الدین کا لگا ہوا باغ اور ان کے بھتیجے جلال الدین کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔ باغ میں ایک عمارت مبارک بنیاد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ جس دن اس کی تعمیر شروع ہوئی اسی دن جلال الدین کے بیٹا پیدا ہوا تھا۔ نواب ٹولہ کی بارہ دری کئی مسجدیں اور دوسری عمارتیں فن تعمیر کے لحاظ سے اہم ہیں ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں نے اس کو تباہ کیا۔ ۱۷۷۴ء میں نواب وزیر اودھ کے ہاتھوں میں چلا گیا ۱۷۹۶ء میں جب کیپٹن (HARD WICKE) یہاں آیا تو اس نے اس کو برباد پایا تھا نواب معین الدین نے ۱۸۱۰ء میں اس کو اپنے رہنے کے لئے منتخب کیا۔ نواب محمود خاں انہیں کے بیٹے تھے۔ ۱۸۵۸ء میں جب یہ شہر انگریزی حکومت کے تسلط میں دوبارہ آیا تو نواب کی جگہ برباد کر دی گئی۔ یہاں ۱۸۶۶ء میں میونسپلٹی قائم ہوگئی تھی۔ پانی کی قلت رہتی ہے (بجنور گزیٹیر ص ۲۷۶ تا ص ۲۷۹ ۱۹۰۸ء)

کریں۔ چنانچہ وہ نجیب آباد روانہ ہوئے اور بیسویں مئی کو نجیب آباد پہنچے،

(۱۱) محمود خاں اور احمد اللہ خاں کا صوبہ داروں سے مصلحت کرنا

اتنی بات تو تحقیق ہے کہ جب یہ سپاہی نجیب آباد پہنچے تو ان میں کے چند افسر اور کچھ سپاہی احمد اللہ خاں[۱] تحصیل دار نجیب آباد کے پاس گئے اور علیحدہ مکان میں بیٹھ کر کچھ گفت گو اور مصلحت کی پھر وہاں سے احمد اللہ خاں ان سب آدمیوں کو لے کر محمود خاں کے پاس گیا اور وہاں بھی بہت دیر تک خفیہ مصلحت رہی حقیقت میں اس مصلحت کا سچا اور یقینی حال نہیں معلوم ہو سکا مگر جو سنا گیا وہ یہ ہے کہ ان سپاہیوں نے نواب کو سرکشی اور اپنی نوابی قائم کرنے اور حکام انگریزی کی مخالفت کی ترغیب کی اور ظاہر ہے کہ اس کے سوا یہ سپاہی اور کیا صلاح دیتے نواب کا جواب بھی جو خفیہ تھا تحقیق نہیں معلوم ہو سکا۔ مگر یہ سنا ہے کہ نواب نے کہا کہ جب تک حکام انگریزی بجنور میں موجود ہیں ایسی جرأت نہیں کر سکتا تم اس شہر میں کہ خاص میرا شہر ہے اور اس تحصیل میں جو مجھ سے متعلق ہے کچھ

---

[۱] نواب احمد اللہ خاں، نواب محمود خاں کے بھانجے تھے۔ نجیب آباد کے تحصیل دار بھی رہے۔ ۱۸۵۷ء میں نواب محمود خاں کے دست راست رہے اور ان کے زمانہ حکومت میں ضلع کے نظم و نسق میں نمایاں حصہ لیا جس کا تذکرہ کتاب ہذا میں ملے گا اپنی قابلیت اور کارکردگی کی بنا پر نواب موصوف نے ان کو دارالمہام اور مختار کل جیسے معزز عہدوں سے سرفراز فرمایا (گزیٹر بجنور ص۲۰۸ - فری ڈم اسٹریگل ان اترپردیش جلد ۵ ص۲۴۹ اور علمائے کاشانہ دار ماضی ص۴۳۳)

فسادمت کرو اگر بجنور میں جا کر فساد کرو گے اور انگریزوں کو خارج کر دو گے تو پھر مجھ کو نواب ہو جانے کا بہت اچھا قابو مل جائے گا۔ ان سپاہیوں نے بجنور آنے کا اقرار کرلیا اور یہ خبر کہ وہ تلنگا بجنور کو آتے ہیں متواتر ہم کو پہنچی اور ہم کو نہایت ڈر اور خوف رہا اور ہم تینوں افسروں نے ایسی تدبیریں سوچیں کہ در صورت آجانے ان بے ایمانوں کے جہاں تک ممکن ہو سکے حکام اہل ولایت کی حفاظت میں کام آویں اور جناب صاحب کلکٹر بہادر کو بھی ان تدبیروں سے مطلع کیا گیا کہ ہر ایک ص ۴: تدبیر کا پہلے سے بندوبست رہے ہم اس میں کچھ شک نہیں کرتے کہ یہ وقت ہے کہ پہلی دفعہ (نا) محمود خاں اور احمد اللہ خاں کے دل میں سرکشی اور بغاوت کا بیج اُگا اور اس نے اپنی حکومت کے خیالی درخت کو بہت اچھا سایہ دار سمجھا اور سرکار دولت مدار انگریزی کے احسانوں اور پرورشوں کو جو اُس کے اور اُس کے باپ کے ساتھ کی تھیں سب کو یک لخت بھلا دیا۔

اسی تاریخ یعنی بیسویں مئی کو نگینہ[۵۱] میں مرادآباد کا جیل خانہ ٹوٹنے کی خبر پہنچی اور نگینہ میں بدمعاشوں کی نیت بد ہوئی اور بازار نگینہ کا بند ہونا شروع ہوا مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ نے اپنے چپراسیوں اور منیرالدین قائم مقام تھانہ دار کو لے کر بازار کا گشت کیا اور دو کانیں کھلوادیں اور سب کی تسلی اور تشفی کی اور سب

---

[۵۱] نگینہ ۶ ۲ ر ۹ ۲ شمالی اور ۶ ۲ ر ۸ ۷ مشرقی خطوط پر بجنور سے جانب شرق ۱۹ میل دور ہے یہ ہمیشہ مسلم بستی رہی۔ نگینہ بھی فارسی کا نام ہے۔ اکبر کے زمانہ میں بھی اس نام کا پرگنہ تھا۔ ۱۸۰۵ء میں امیر خاں پنڈاری بھی یہاں آیا تھا۔ ۱۸۱۷ء میں شمالی مرادآباد کے کلکٹر کی جائے قیام قرار پایا اور ۱۸۲۴ء میں بجنور ضلع کا صدر مقام ہوا۔ آب و ہوا اچھی نہیں ہے آبنوس کا کام اچھا ہوتا ہے (گزیٹیر بجنور ص ۲۶۷ تا ص ۲۷۰ ۱۹۰۸ء)

ہندو مسلمان رئیسوں کو بلا کر ہوشیار رہنے اور اپنے اپنے محلہ کا بندوبست رکھنے کی فہمائش کی نہایت تعجب ہے کہ اکیسویں تاریخ مئی کو گیارہ بجے میز الدین قائم مقام تھانہ دار نگینہ نے مولوی قادر علی تحصیل دار کو یہ خبر سنائی کہ بجنور کا جیل خانہ ٹوٹ گیا حالانکہ اُس وقت تک جیل خانہ بجنور میں کچھ آفت برپا نہیں ہوئی تھی اس خبر سے مولوی قادر علی کو زیادہ تردد ہوا کہ کل مراد آباد کے جیل خانہ کے ٹوٹنے کی خبر پر نگینہ میں جب یہ فساد برپا ہوا تھا تو اب بجنور کی خبر پہنچنے پر دیکھئے کیا فساد ہوتا ہے اس لئے چپراسیان تحصیل کو کہا کہ کمر باندھ کر مستعد رہو اور دروازہ تحصیل بند تھا اور کھڑکی کھلی ہوئی تھی مگر تحصیل دار صاحب کو تلنگوں کی کچھ خبر نہ تھی

سفر مینا کی کمپنیوں کا نگینہ میں آنا اور تحصیل کا لٹنا

سنا گیا کہ بعد گفتگوئے نواب کے تلنگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بغیر کمپنیوں کے ملے اتنا بڑا فساد کرنا مناسب نہیں اس لئے انہوں نے ارادہ مراد آباد جانے کا کیا اور وہ نجیب آباد سے روانہ ہو چکے تھے کہ دفعتاً تین تلنگے براہ کھڑکی تحصیل میں چلے آئے اور تحصیل دار صاحب سے کہا کہ رسد تیار کرو اس عرصہ میں بہت سے تلنگے اندر گھس آئے اور تحصیل دار صاحب کو بیچ میں گھیر لیا اور سنگین چڑھا کر بندوقوں کو پانوؤں پر چڑھا لیا اور جبران کو کچہری کے مکان میں لے گئے اور دفتر کے صندوقوں کو کندوں سے توڑ ڈالا اور پھر خزانہ کے قفل کو توڑ کر خزانہ لوٹنے لگے اُس وقت تحصیل دار صاحب کو فرصت ملی اور وہ وہاں سے مع تھانہ دار بھاگ کر ایک مکان میں جا چھپے جب تلنگے ان کی تلاش میں بڑھے تو وہ شہر کے باہر جا کر اور رستے سے شہر میں آئے اور ایک جگہ پوشیدہ ہو گئے اور عرضی اطلاعی بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر روانہ کی شہر کے بہت سے

۵۱؎ بدمعاش اُن تلنگوں کے ساتھ ہو گئے اور تحصیل دار صاحب کا اسباب لوٹ لیا اور بازار نگینہ کو لوٹتے ہوئے چلے گئے اور بدمعاشوں نے بھاگیرت کلال کو بھی جو بہت مال دار آدمی تھا لوٹ لیا جب سب تلنگے شہر سے چلے گئے تو تحصیل دار صاحب نے نگینہ کے ہندو مسلمان رئیسوں کو جمع کیا اور جو بدمعاش شہر میں غدر مچا رہے تھے اُن کا بندوبست بفہمائش اور بتوسط رئیسان نگینہ کردیا اس ہنگامہ میں حسب تفصیل ذیل مال سرکاری لُٹ گیا۔

تفصیل روپیہ اور مال سرکاری جو نگینہ میں لٹا

نقد بموجب واز خام	۹	۱۱	۸۳۹۲
بابت سڑک	۵	۱۴	۴۴۷؎۵۱
تنخواہ چوکیداران سڑک	۶	۱۰	۳
طلبانہ سراسری		۴	۴
بابت جلد بندی		۱۵	۹
بابت ڈگری سراسری	--	۴	۱۰
آمدنی افیون			۵۵
قیمت اسٹامپ		۱۴	۱۲۶
تنخواہ وزیٹران	۳	۱	۴۹
افیم			۵۵
کاغذ اسٹامپ		۴	۸۹۷
	۱۱	/ ۱۴	۱۰۳۴۸

۵۱؎ اصل نسخہ میں ۸۔ ۱۴ ۔ ۴۴۲ لکھا ہے جبکہ ۸ ۔۱۴۔ ۴۴۷ ہونا چاہئے۔

بجنور کا جیل خانہ لوٹنا

نگینہ میں تو یہ آفت ہو رہی تھی اور ہم تینوں افسر بجنور میں بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر حاضر تھے اور درباب حفاظت خزانہ گفتگو ہو رہی تھی کیونکہ خبر یورش گنواران اور آمد آمد ملیٹن سفرمینا گرم تھی اور یہ رائے قرار پائی تھی کہ کل خزانہ کنوئیں میں ڈال دیا جائے ہم اس تجویز میں تھے کہ ایک بجے سے کچھ قبل دفعتاً جیل خانہ پر بندوق فیر ہونے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ جیل خانہ لوٹ گیا جناب صاحب کلکٹر بہادر اور میں صدر امین اور ڈپٹی کلکٹر صاحب اور سید تراب علی تحصیل دار صاحب بندوقیں اور تلواریں لے کر جیل خانہ پر چلے اور جس طرف قیدیوں کے غول جانے کا احتمال تھا اس طرف دوڑے۔ قریب آدھے میل کے دوڑے ہوں گے کہ اس وقت یہ خیال گذرا کہ خزانہ لٹ جاوے اس لئے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ صدر امین کو اور ڈپٹی کلکٹر صاحب کو حکم دیا کہ خزانہ پر جا کر وہاں کا انتظام کرو چنانچہ ہم دونوں خزانہ پر واپس آئے اور فی الفور پہرہ اور پکٹ قائم کئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور سید تراب علی تحصیل دار جیل خانہ پر تشریف لے گئے اتنے میں جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر مع گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور کنجی خزانہ کی مجھ صدر امین کو سپرد کر کے خود مع چند سواران تعاقب قیدیان فرمایا۔ ہم کو یقین تھا کہ جیل خانہ صرف اس غرض سے لوٹا ہے کہ قیدی اور شہر کے بدمعاش جمع ہو کر خزانہ پر حملہ کریں گے مگر قیدیوں نے جیل خانہ سے نکل کر دریا کی طرف بھاگنا شروع کیا تھا اور سب کے منھ دریا کی طرف تھے اور بھاگے جاتے تھے اس سبب سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یا یہ ہمارا خیال غلط تھا یا یہ کہ جب قیدیوں نے جناب صاحب کلکٹر بہادر کو اور جناب جارج پامر صاحب بہادر

کو مستعد اور تعاقب کرتا ہوا دیکھا تو ان کو اس فاسد ارادہ کا قابو نہ ملا غرض کہ سپاہیوں
کی بندوقوں سے چند قیدی مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے باقی جو بچے وہ جیل خانہ
میں بند کئے گئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر خزانہ پر تشریف لائے اور فی الفور
خزانہ نکالا گیا اور مجھ صدر امین نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ
کنوئیں میں ڈال دیا اور جناب مسٹر جارج پامر[ؒ] صاحب بہادر نے کھادر گنگا تک قیدیوں
کا تعاقب کیا۔ جیل خانہ کا ٹوٹنا نہایت تعجب کی اور بہت غور طلب بات ہے۔
ظاہر ہے کہ باہر سے جیل خانہ پر کسی کی یورش نہیں ہوئی اور اس میں کچھ شک
نہیں کہ بسبب شرارت یا سازش رام سروپ جمعدار کے جو پہلے تلنگا کی پلٹن کا تھا
جیل خانہ ٹوٹا اور کھڑکی جیل خانہ کی کھل گئی اور ہماری دانست میں جب بہت سے
قیدی جیل خانہ سے نکل چکے تب باقی ماندہ پر بندوق سر ہوگئی جیل خانہ ٹوٹنے
کا سبب شاید یہ ہو کہ رام سروپ نے اس اندیشہ سے کہ باہر سے جیل خانہ
پر حملہ نہ ہو اور باہر کی یورش سے اپنا نقصان زیادہ خیال کر کے یہ کام کیا ہو
مگر ایک خیال ہم کو بہت شبہ میں ڈالتا ہے کہ اگر نجیب آباد والی مصلحت صحیح
ہو تو وہی دن بلکہ وہی وقت نجیب آباد سے تلنگوں کا بجنور میں آنے کا تھا
اور بعد تشریف فرما ہونے حکام انگریزی کے فی الفور رام سروپ کی
بہت قدر و منزلت نواب کے ہاں ہوتی گئی اور دن بدن تقرب اس کا
بڑھتا گیا حالانکہ پہلے سے کوئی وجہ اس کے ایسے تقرب کی نواب کے دربار
میں نہ تھی

برم پور کا لٹنا

اس واقعہ کے بعد گوجر پرگنہ منڈاور[۵۱] میں بہت کثرت سے جمع ہوئے

---

[۵۱] ص ۱۱۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔

اور رَدے جو بہت مال دار تھے اور ان سے اور گوجروں سے عداوت ہوگئی تھی اور ان کے لوٹنے کا ارادہ کیا اور موضع برم[2] پور پرگنہ کیرت پور[3] پر جو ایک بہت بڑا گاؤں رَدوں کا تھا چڑھائی کی اور ہزارہا گوجر گنگا وار گنگا پار کے جمع تھے اور کچھ مولئے بھی ان کے ساتھ تھے سب نے مل کر اُس گاؤں کو آٹھ روز تک لوٹا اور گھر کھود کھود کر مال و اسباب نکالا اور گھر جلا دئے مشہور ہے کہ تیس ہزار من کھانڈ لوٹ اور کل اسباب و غلہ اور مویشی تین لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا کیونکہ یہ گاؤں بہت بڑا تھا اور بہت سے گاؤں والوں نے امن کی جگہ سمجھ کر

(گذشتہ سے پیوستہ)

[1] یہ پرگنہ تحصیل بجنور میں شمال کی طرف ہے۔ اس کا صدر مقام بھی منڈاور ہے جو ۲۹ر۲۹ شمالی اور ۸ر۰۸ مشرقی خطوط پر مالن ندی کی وادی میں واقع ہے۔ پرانی جگہ اور بجنور سے ۹ میل شمال کو ہے۔ کہتے ہیں پرانا شہر بالکل برباد ہوچکا تھا۔ بارہویں صدی عیسوی میں اس کو دوارکاداس اور کتار مل میرٹھ کے بنیوں نے آباد کیا تھا۔ ۱۱۹۳ء میں شہاب الدین غوری نے اس کو پرتھوی راج سے لیا۔ تیمور لنگ یہاں سے گزرا ہے۔ امیر خاں پنڈاری یہاں آیا۔ ۱۸۵۷ء میں یہ جگہ برباد ہوگئی تھی۔ یہاں آثارِ قدیمہ کی نشانیاں اب تک موجود ہیں۔ خیال ہے ساتویں صدی عیسوی میں چینی سیاح ہیون سانگ نے اس جگہ کو دیکھا تھا۔ یہاں بودھوں کی خانقاہیں اور استوپ تھے۔ کنڈا تال اور پروالی تال قدیم آثار کی چیزیں ہیں۔ ہدایت شاہ کا مقبرہ بھی قریب ہی ہے (بجنور گزیٹر ص ۲۵۸ تا ص ۲۶۵ ۱۹۰۸ء) [2] تحصیل نجیب آباد میں ہے برم پور اس کی خاص بستی ہے یہ ۴۳ر۲۹ شمالی اور ۱۲ر۷۸ مشرقی خطوط پر واقع ہے۔ نجیب آباد سے ۵ میل دور۔ ریلوے اسٹیشن ہے۔ (بجنور گزیٹر ص ۲۰۲) [3] کرت پور بھی نجیب آباد تحصیل کا ایک پرگنہ ہے۔ کرت پور اس کا صدر مقام ہے۔ ریلوے اسٹیشن ہے۔ بجنور سے ۱۳ر۷۸ مشرقی اور ۲۳ر۲۹ شمالی خطوط پر ۱۲ میل دور واقع ہے یہ بہلول لودی کے زمانے میں بسایا گیا تھا۔ مفتی خاندان یہاں رہتے ہیں (بجنور گزیٹر ص ۲۵۱ تا ص ۲۵۳)

اپنا مال یہاں رکھا تھا جس بھاؤ سے گیہوں بکتے تھے اسی بھاؤ سے اس لوٹ کی
کھانڈ بکتی تھی

دنا محمود خاں کا بجنور میں آنا

اس واقعہ سے پہلے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے جملہ رئیسان ضلع کو بجنور
میں طلب کیا تھا کہ مع کمک کے واسطے انتظام ضلع کے حاضر ہوں زیادہ تعجب کی
یہ بات ہے کہ اسی روز شام کے قریب نا محمود خاں نجیب آباد سے مع ساٹھ ستر
آدمی پٹھان بندوقچی کے بجنور میں پہنچا ظاہر میں تو بلاشبہ یہ بات ہے کہ ص ۱۱۳
حسب الطلب آیا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ اپنے ساتھ خالی گاڑیاں واسطے لے
جانے خزانہ کے نجیب آباد کو لایا تھا اور جب ڈپٹی صاحب سے ملا تو نہایت افسوس
سے ہاتھ مل کر کہا کہ کیا غضب کیا جو خزانہ کنوئیں میں ڈال دیا میں تمہ گاڑیاں
واسطے لے جانے نجیب آباد کے لایا تھا یہ باتیں نجیب آباد والی مصلحت کو تصدیق
کرتی ہیں اور جیل خانہ ٹوٹنے کے سبب کو نہایت شبہ میں ڈالتی ہیں۔

اس رات بجنور میں بہت بڑا اندیشہ رہا کیونکہ تلنگوں کا ارادہ مراد آباد
جانے کا ابھی تک کھلا نہ تھا بلکہ بجنور ہی آنے کا یقین تھا اور ہم کو کچھ امید نہ
تھی کہ آج کی رات خیر سے گذرے گی اور بڑا اندیشہ ہم کو حکام انگریزی اور
جناب میم صاحبہ کا تھا کیونکہ یہ نمک حرام کمبخت تلنگا خاص حکام انگریزی کے
نقصان پہنچانے کے درپے تھے ہندوستانی آدمیوں یا اہل کاروں سے خیال
سروکار نہیں رکھتے تھے ہم اپنے دل کا حال بیان کرتے ہیں کہ جناب مسٹر الگزنڈر
شیکسپیئر صاحب بہادر دام اقبالہ اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر اقبالہ
جو جو اخلاق اور عنایت ہمارے حال پر فرماتے تھے اُن اخلاقوں اور عنایتوں نے

ہمارے دل میں ایسی محبت ان صاحبوں کی ڈال دی تھی کہ اِن صاحبوں کی خدمت گذاری میں ہم اپنی جان کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے تھے بے مبالغہ میں اپنے دل کی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ محبت کے سبب ان صاحبوں کی نسبت جو وہم دل میں آتا تھا وہ بڑا ہی برا دکھائی دیتا تھا اور جب اس وہم کا اثر دل پر پہنچتا تھا تو دل سے ایک محبت کا بہت بڑا شعلہ نکلتا اور وہ ان صاحبوں کو گھیر لیتا تھا اور ہمارا دلی ارادہ یہ تھا کہ خدانخواستہ اگر برُا وقت آوے تو اوّل ہم پروانہ کی طرح قربان ہو جاویں پھر جو کچھ ہو سو ہو اور میں کچھ شک نہیں کرتا کہ میرے ساتھی دونوں افسروں کا بھی یہی حال تھا جب اُس رات کوٹھی پر آن کر بیٹھے ہیں تو اس ارادہ سے نہیں آئے تھے کہ ہم زندہ یہاں سے پھر اپنے گھر پر آویں گے مگر نہایت خدا کا شکر ہے کہ ہماری اس سچی نیّت نے ہم کو بہت بڑا پھل دیا کہ ہمارے محبوب حکّام کو بھی سب طرح اپنے فضل میں رکھا اور ہم کو بھی ہر آفت سے بچایا اور آج ص ۱۴۱ یہ وہ دن ہے کہ اللہ کی عنایت سے ہم سب لوگ جو اس اچھی نیّت میں شریک تھے مع اپنے محبوب حاکموں کے زندہ اور سلامت اکٹھے ہیں اور دل کی خوشی سے خدا کا شکر کرتے ہیں، آمین۔

سفر مینا کے تلنگوں کا دھام پور کو جانا

غرض کہ وہ تلنگے جو نگینہ آئے تھے وہاں سے دھام پور[1] کو روانہ ہوئے جو

---

[1] دھام پور ۱۸ء ۲۹ ْ اور ۳۱ء ۸۷ ْ مشرقی خطوط پر بجنور سے ۲۴ میل جانب جنوب با مشرق اور نجی سطح پر کھوہ ندی کے دائیں کنارے پر ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ مقام لوہے کے کام میں مشہور ہے ۱۸۶۷ء میں پیرس کی نمائش میں اس نے انعام حاصل کیا تھا (بجنور گزیٹر ص ۲۳۷ تا ص ۲۳۹)

بدعت کہ دفعتاً نادانستگی میں انھوں نے نگینہ میں کی تھی اس کی خبر دھام پور میں جا پہنچی تھی تحصیل دار دھام پور نے دروازہ تحصیل بند کر لیا تھا اور سپاہی اندر تحصیل کے ہوشیار ہو گئے تھے اور بڑی خوبی یہ تھی کہ شہر کے بدمعاشوں میں سے کوئی ان کا ساتھی اور بہکانے والا اور ہمت بندھانے والا نہ ہوا بلکہ ہر سکھ رائے لوہیہ کے ہاں اس دن برات تھی اُس نے برات کا کھانا اور بہت اچھی اچھی مٹھائی تلنگوں کو دی اور رسد بھی شہر والوں نے جمع کر دی اس لئے تلنگوں نے وہاں کچھ فساد نہیں کیا اور مراد آباد چلے گئے ،

خاص بجنور کے انتظام کی اور ضلع کے انتظام کی تدبیریں

جیل خانہ لوٹنے کے بعد ضلع میں زیادہ تر غدر رہا اور خاص بجنور پر بھی ڈاکہ آنا مشہور تھا اور گنوار ہر جگہ علی الخصوص پرگنہ منڈاور میں بہ کثرت جمع تھے اس لئے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے چودھری نین سنگھ کی معرفت دو سو آدمی ملازم کرائے اور گرد شہر کے ناکہ بندی کر دی اور پکٹ جا بجا بٹھا دئے اور رات کو ہم افسروں کا گشت روز تشریف بری جناب صاحب کلکٹر بہادر تک بدستور رہا اس سبب سے بجنور میں درحقیقت بہت اچھا امن ہو گیا اور تمام ضلع میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ بجنور میں بہت بڑا بندوبست ہے اور اس دہشت کے سبب کسی کی جرأت نہ تھی کہ بجنور پر کسی طرح کا قصد کرے مگر پرگنہ جات میں بدستور غدر تھا اور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر اس کے بھی انتظام میں مصروف تھے اور سواران جدید ملازم رکھے جاتے تھے اور پیدل سپاہی بھی بھرتی ہوتے تھے اور واسطے بھیجنے مدد اور کچھ تھوڑی سپاہ معتمد کے میرٹھ اور مراد آباد کو بھی لکھا تھا اور یہ انتظار تھا کہ جب یہ جمعیت جمع ہو جاوے تو پرگنہ جات کا

دورہ بھی رہے اور مفسدوں پر دوڑ بھی لے جائی جاوے ان تدبیروں کے سوا انتظام اور مضبوطی پولیس سے بھی غفلت نہ تھی اور احکامات مناسب بنام تھانہ داران اور افسران پولیس کے جاری ہوتے تھے اور انتظام ضلع بہت* ص۱۵ اچھی اچھی تدبیروں سے ہاتھ سے نہیں دیا تھا مگر ضلع بجنور جو ملحق تھا مظفر نگر سے اور گنگا وار اور گنگا پار کے گوجر سب آپس میں آمدورفت رکھتے تھے اور چاند پور کا پرگنہ ملا ہوا تھا دیہات پچھانڈے جاٹوں اور سیوا تیوں سے اور نجیب آباد کا پرگنہ ملا ہوا تھا جنگل اور بنجاروں سے اس سبب سے شورش ضلع میں بہت زیادہ ہوگئی تھی جس کا انسداد بہت اچھی فوج کی کمک اور بدون دو ہلکی ضرب توپ کے ممکن نہ تھا۔

چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری پرتاب سنگھ کا بجنور میں آنا

رئیسان جو کمک کو بلائے گئے تھے اُن میں سے بدنصیب محمود خاں[۱۷۰] تو پہلے آچکا تھا اس کے دوسرے دن چودھری رندھیر سنگھ صاحب رئیس ہلدور[۷۱]

---

۷۱ یہ ہلدور کے چوہان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان مسلمانوں کی فتح کے زمانے سے یہیں رہتا تھا اور یہ چودھری کہلاتے تھے روہیلوں کے زمانہ میں چودھری لجت مل نے کچھ نام پیدا کیا۔ جب ضلع نواب وزیر اودھ والے کے زیرنگیں تھا تو چودھری مان سنگھ اسی خاندان کے یہاں چکلہ دار تھے یہ پہلی اہم شخصیت تھی۔ برٹش کے زمانے میں ان کی جاگیر بحال رہی۔ رندھیر سنگھ ان ہی کے پوتے تھے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں سے انہوں نے وفاداری کی اور نواب کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس صلہ میں جاگیر کی معافی ہوگئی تھی اور راجہ کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ ۱۸۶۱ء میں فوت ہوگئے۔ ان کے بعد ان کے بھتیجے مہاراج سنگھ مالک ہوئے (بجنور گزیٹر ص ۱۱۱)

اور اس کے بعد چودھری پرتاب سنگھ صاحب رئیس تاج پور تشریف لائے تھے اور صرف پانچ پانچ سوار کمک پر دیئے تھے اور کچھ سپاہی ان کے ساتھ تھے اور احاطہ کوٹھی جناب کلکٹر صاحب بہادر میں مقیم ہوئے تھے مگر یہ قلیل کمک اس بڑے فساد کو رفع نہیں کر سکتی تھی۔

چودھریوں کی کمک اور توپوں کے نہ ہاتھ لگنے کا ذکر

افسوس ہے کہ ان رئیسوں میں سے کسی نے توپ کے موجود ہونے سے اقرار نہ کیا اس وقت دو توپیں ہمارے ہاتھ آجاتیں جیسا کہ ہمارے بعد ضلع میں نکلیں اور اچھی طرح ہماری مدد ہوتی تو کیا عجیب ہے کہ برخلاف ان حالات کے جو اب پیش آئے اور کوئی صورت ضلع میں پیدا ہو جاتی کھوپ سنگھ تعلقہ دار رہٹر[1] بڑہ پور باوصف طلب کے بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر حاضر نہیں ہوا اور نہ کچھ مدد دی نا محمود خاں جو اپنے آنے کے بارہ گھنٹے کے بعد بہت بے قرار تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح میں نجیب آباد چلا جاؤں اور طرح طرح کے عذر بجنور کے رہنے میں پیش کرتا تھا مگر ہم کو اُس وقت تک چنداں شبہ اس پر نہ تھا ہم اس کے جھوٹے عذروں کو سچا سمجھتے تھے اور ہر طرح سے اُس کی خاطر کرتے تھے کہ بجنور میں مقیم رہے کیونکہ ہم کو اس سے بڑی توقع کمک کی تھی مگر اب ہم خیال کر سکتے ہیں کہ یہ بے قراری اس کی صرف اس سبب سے ہو گئی کہ بجنور میں اس کا منصوبہ پورا نہ ہوا تھا یعنی نہ تلنگے آئے تھے اور نہ خزانہ لے جانے کا اس کو قابو ملا تھا اس لئے وہ

---

[1] اردو کے مشہور ادیب و انشاپرداز ڈاکٹر نذیر احمد کی جائے پیدائش۔

گھبراتا تھا اور چاہتا تھا کہ بجنور سے نجیب آباد جاکر اور کوئی نیا منصوبہ کرے غرض کہ دوروز بہ مشکل ٹھہرا اور پھر نجیب آباد چلا گیا۔

چند نامی دیہات کے لٹنے کا ذکر

غرض کہ جہاں تک ممکن تھا انتظام کیا جاتا تھا مگر یہ گنوار فساد سے باز نہ آئے اور دیہات لوٹتے رہے پرتاب پور پرگنہ نجیب آباد پر ڈاکہ چڑھا وہاں لڑائی ہوئی اور چندا بدھان زخمی ہوا اکبرآباد کے مردھوں اور قصائیوں نے بہت بڑا غول بنایا پہلے اکبرآباد کے پٹواریوں کو لوٹا پھر سکندرپور کے جاٹوں کو جا مارا پھر حاجی پور پر چڑھ آئے حاجی پور پر مقابلہ ہوا اور کئی آدمی حاجی پور کے مع بُدھا مقدم الاہیڑی ڈالا کے جو حاجی پور والوں کی مدد کو آیا تھا مارے گئے پھر رام پور[1] کو جالوٹا بعد اس کے سب جاٹ آپس میں متحد ہوئے انہوں نے اکبرآباد کو جا مارا سب گھر لوٹ لئے اور جلا دیئے اور پھر تماشا یہ تھا کہ یہ گنوار جو اپنا بدلا لینے کو جمع ہوئے تھے اور لام باندھتے تھے صرف یہی نہ تھا کہ اُسی گاؤں کو لوٹیں جس سے عداوت ہے بلکہ جب لام تیار ہو گیا جس کو چاہا اور جس کو کمزور دیکھا لوٹ لیا۔

انتظام ضلع کو سپرنٹنڈنٹوں کا مقرر ہونا

انہی خرابیوں کے سبب سے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے یہ مناسب تجویز فرمائی تھی کہ چند ذی عزت آدمی جن کا دباؤ ضلع میں ہوا بطور

---

[1] ضلع بجنور کا ایک موضع

سپرنٹنڈنٹ ضلع مقرر کئے جاویں اور وہ جمعیت مناسب ساتھ لے کر ہر ایک گنہ میں گشت کرتے رہیں اور جہاں گنواروں کی لام بندی سنیں ان کو متفرق کر دیں چنانچہ شفیع اللہ خاں بھائی احمد اللہ خاں بدذات کا اور مصطفےٰ خاں رشتہ مند محمود خاں کا اور سعد اللہ خاں رئیس بڑہ پور کا جو سابق میں تھانہ دار نگینہ تھا اس کام کے لئے نامزد کئے گئے کیونکہ یہ لوگ ذی عزت تھے اور ان کے ساتھ بہت پٹھان اچھے سپاہی ساتھی اور برادری کے تھے اور بڑی منفعت یہ بھی تھی کہ یہ نالایق سرکار کو اپنے حال پر متوجہ دیکھ کر شکر سرکار کا ادا کریں گے اور خیر خواہی سرکار میں بدل مصروف رہیں گے اور اس کا نتیجہ بہت اچھا پا دیں گے اور جو کہ یہ لوگ ضلع میں فساد مچا سکتے تھے ان کو اپنی طرف کر لینے سے فساد نہ ہونے کی بھی توقع تھی درحقیقت یہ تدبیر ایسی پسندیدہ تھی کہ اگر آدمی اچھے ملتے تو بہت اچھا انتظام ضلع میں رہتا نگینہ کے ہندو مسلمان سب رئیسوں نے مل کر یہ درخواست کی کہ گشت و گرد آوری نگینہ کے لئے نتھے خاں جو لکڑیوں کی تجارت کا کام کرتا تھا مع قدرے جماعت پوسٹ کے مقرر کیا جاوے شاید اگر وہ ایسی درخواست نہ کرتے تو نتھے خاں اس وقت سرغنہ مفسداں بن کر فساد شروع کرتا چنانچہ ان رئیسوں کی درخواست منظور ہوئی اور نتھے خاں کے نام حکم گشت و گرداوری کا جاری کیا گیا ان سب حالات سے ظاہر ہے کہ ہمارے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر کسی وقت تدبیر سے غافل نہیں رہے اور جو جو تدبیر انہوں نے کی ایسی پسندیدہ اور مستحکم تھی کہ اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی تھی ،

چاند پور پر ڈاکہ پڑنے کا ذکر

چھبیسویں[51] مئی کو عید کے دن بہت سے میواتی اور رچھپا ندے جاٹ چاندپور پر چڑھ آئے اور ڈاکہ ڈالنا چاہا شہر والوں نے کمال مستعدی سے ان کا مقابلہ کیا اور کئی آدمی طرفین کے مارے گئے اور زخمی ہوئے اور شہر لٹنے سے بچ گیا بعد اس کے پھر بہت سے گنوار دوبارہ چاندپور پر ڈاکہ ڈالنے کو جمع ہوئے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے نجف علی نائب رسالہ دار رخصتی رجمنٹ کو افسر کر کے پچیس سوار واسطے اعانت پولیس کے روانہ چاندپور کئے وہ سوار وہاں پہنچے اور دو روز مقام کیا جب ڈاکہ والے متفرق ہوگئے بجنور میں واپس آئے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر کو فی الجملہ سستی اور ڈرپوکی تھانہ دار چاندپور کی واضح ہوئی تھی اس لئے گلاب سنگھ تھانہ دار کو طلب فرما کر تنبیہہ اور چشم نمائی فرمائی پھر اس نے وہاں جا کر جمعیت کھولا ناتھ جمعدار کے موضع چھیلی کو جو دیہات مفسدوں میں سے تھا جلا دیا اور اس تادیب سے فی الجملہ پرگنہ میں امن ہوتا گیا۔

ملازمین جدید رکھنے سے کچھ فائدہ نہ تھا

مگر جس قدر سپاہی اور سوار بڑھائے جاتے تھے کچھ ہماری دلجمعی نہ ہوتی تھی اور درحقیقت کچھ دلجمعی کی بات نہ تھی کیونکہ اُس زمانہ میں یا یہ کام تھا کہ اگر اتفاقیہ کوئی فوج ضلع میں آجاوے تو اس کا مدافعہ کیا جاوے یہ بات ان آدمیوں سے کسی طرح ممکن نہ تھی یا یہ کہ ضلع میں اگر کوئی نامی آدمی بگڑ جاوے تو اُس کا

---

[51] "عید" ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء کو بروز منگل تھی۔ یہاں تاریخ لکھنے میں سہو ہوا ہے۔

علاج کیا جاوے مگر ان آدمیوں سے اس امر کا بھی انسداد ممکن نہ تھا بلکہ اس وقت یہ سب آدمی بغل کے دشمن ہوتے کیونکہ تمام ضلع کی نظر نانا محمود خاں پر تھی البتہ گنواروں کا انتظام اس جمعیت سے ممکن تھا مگر یہ جب ہوتا جب مع ان دونوں باتوں سے طمانیت ہوتی اس لئے جناب صاحب کلکٹر بہادر تاکید واسطے طلب کمک کے تحریر فرماتے تھے۔

چند سواروں کا بریلی سے اور تلنگوں کا مرادآباد سے آنا

آخر کو فوج کی کمک سے نا امیدی ہوئی مگر جناب مسٹر رابرٹ الگزنڈر صاحب بہادر کمشنر نے جو پچیس سوار جدید ملازم رکھ کر بریلی سے بھیجے تھے۔ اٹھائیسویں مئی کو اور مرادآباد سے چالیس تلنگے اسی پلٹن کے جو بگڑ کر پھر چند روز کے لئے سیدھی ہو گئی تھی بجنور کو روانہ ہوئے تھے انتیسویں مئی کو بجنور پہنچے۔

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا منڈاور کو جانا

تیسویں مئی کو رات کے وقت جناب جارج پامر صاحب بہادر اور سید تراب علی تحصیل دار بجنور ان تلنگوں کو مع بیس سوار کے جن کا افسر بہادر علی خاں مرسلہ جناب صاحب کمشنر بہادر تھا تشریف فرمائے منڈاور ہوئے کیونکہ پرگنہ منڈاور میں گوجروں وغیرہ گنواروں کا بہت زور تھا اور انہوں نے محمد پور اور منڈاور پر ڈاکہ ڈالنے کو بہت بڑا لام باندھا تھا۔

احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں کا بدنیتی سے کام کرنا

جناب صاحب کلکٹر بہادر کے سامنے بھی احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اس کے بھائی نے جو کام کئے اگر خوب غور سے دیکھا جاوے تو وہ بھی خودسری اور خودمختاری کے شبہ سے خالی نہ تھے بنجارہ بارادہ فساد جنگل میں جمع ہوئے تھے ان پر شفیع اللہ خاں دوڑ لے گیا اور اُن کو مارا اور ان کا اسباب جو مشہور ہے کہ بیس پچیس ہزار روپیہ کی مالیت کا تھا لوٹ لیا اور چند بنجاریوں کو بطور لونڈیوں کے اپنے گھر پکڑ لایا تھا جب بنجاروں نے ایکا کیا اور بہت بنجارہ جمع ہوئے تب ان عورتوں کو ایک ہفتہ کے بعد چھوڑا اسی طرح احمد اللہ خاں بھاگووالہ پر جہاں بنجارہ جمع تھے دوڑ لے گیا اور اُن میں سے چند بنجاروں کو پکڑ لیا تھا اور یہ بات سنی گئی تھی کہ کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دیا اور یہ بھی مشہور ہوا تھا کہ ایک بنجارہ کو مار کر درخت میں لٹکا دیا تھا اور دوڑ لے جاتے وقت راہ میں جب کنک پور پہنچا تھا ایک بدھان کو زخمی کیا تھا اور دس ہزار روپیہ کا اسباب لوٹ لیا تھا بوڑہ گری کے جاٹوں نے چند دیہات لوٹے تھے شفیع اللہ خاں ان پر دوڑ لے گیا اور مقابلہ کے وقت ان سے بھاگا یہ وہ زمانہ ہے کہ دنا محمود خاں بلا طلب جناب صاحب کلکٹر بہادر نجیب آباد سے بجنور آتا تھا اور بمقام کرت پور مقیم تھا شفیع اللہ خاں محمود خاں کے پاس کرت پور میں گیا اور اس کو مع جماعت ہمراہیان بوڑہ گری پر لایا گاؤں کو لوٹ لیا اور پھونک دیا اگر ان باتوں پر لحاظ کیا جاوے تو خودسری کی بو سے خالی نہ نکلیں گی ۔

(۱۱) محمود خاں کا دوسری دفعہ بلا طلب بجنور میں آنا

(۱۱) محمود خاں باوجودیکہ پہلی دفعہ ہرگز بجنور میں نہ رہنا چاہتا تھا اب کی دفعہ بلا طلب جناب صاحب کلکٹر بہادر کے نجیب آباد سے بجنور کو آنا خالی شبہ سے نہ تھا چنانچہ یکم جون کو وہ بجنور میں پہنچا اور احاطہ کوٹھی جناب صاحب کلکٹر بہادر میں اُس نے ڈیرہ کیا اب کی دفعہ علامتیں بغاوت کی اس کے چہرہ سے ظاہر تھیں اور وہ اپنے دل کو اپنی حکومت کے خیال سے خوش کرتا تھا اور اس کے عشق میں چوُر تھا اور ڈپٹی صاحب کے سامنے اُس نے ایسی باتیں کیں جن سے صاف ارادہ فاسد اس کا ظاہر ہوتا تھا ڈپٹی صاحب نے مجھ کو بلا کر محمود خاں کی فاسد نیت سے مطلع کیا میں نے کہا فی الفور جملہ حال جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کرنا چاہیئے چنانچہ اس کی باتوں سے جو فساد اس کی نیت کا ہم کو معلوم ہوا تھا ہم نے جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ (۱۱) محمود خاں کو بجنور سے رخصت کیا جاوے اب اس کا جانا مشکل معلوم ہوتا تھا مگر بحکمت اس کو بہ بہانہ دورہ پرگنہ چاندپور روانہ کیا مگر وہ مچلتا ہوا دارانگر[1] چلا گیا۔

---

[1] دارانگر، پرگنہ کا صدر مقام ہے۔ ۱۷ ر ۹ ۲ شمالی اور ۷ ر ۸ ۲ مشرقی خطوط پر گنگا کے اونچے کنارے پر بائیں طرف واقع ہے۔ بجنور سے ۶ میل جنوب کی طرف اس میں دو آبادیاں شامل ہیں ایک دارانگر خاص یہ بہت قدیم آبادی ہے اور یہاں "ودرجی" کے نام سے ایک کٹی ہے اب اس یاد کو قائم رکھنے کے لئے یہاں ایک درس گاہ ایک بڑی لائبریری اور ایک ٹی بی سینی ٹوریم کا افتتاح ہو چکا ہے صدر جمہوریہ ہند اور نائب صدر جمہوریہ ہند کے (باقی صفحہ ۱۲۳ پر)

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا منڈاور میں مفسدوں کو تنبیہہ کرنا

اکتیسویں مئی ۱۸۵۷ء کو جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر مع اپنے لشکر کے بمقام منڈاور پہنچے اور جہاں جہاں گوجروں کی لام بندی کا شبہ تھا وہاں کی خبریں منگوائیں اور چار بجے خود مع سید تراب علی تحصیل دار اور لطافت علی تھانہ دار سوار ہوئے اور آسو کھیڑی تک جو گنگا کے کنارہ پر ہے تشریف لے گئے اور دو جزائلیں[۲] اس گاؤں میں سے لے آئے دوسرے دن یکم جون کو خبر ملی کہ موضع فضل پور میں گنواروں نے لام باندھا ہے جناب صاحب ممدوح نے پینتیس ۳۵ تلنگے اور بیس سوار اور میر سید تراب علی تحصیل دار بجنور اور میر لطافت علی تھانہ دار منڈاور کو ساتھ لیا اور میر محمد علی پیشکار سرشتہ رئیس منڈاور اور تخمیناً ایک ہزار آدمی ساکنان منڈاور بھی ساتھ ہوئے اور مسمیٰ لساون پدھان شیخوپورہ کو مع اس کے دو بیٹوں بیٹوں کے ساتھ لیا قریب موضع فضل پور کے باغ میں بہت سے آدمی تخمیناً چار ہزار کے قریب مجتمع معلوم ہوئے جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے سب سے پہلے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور سواروں کو ساتھ لے کر دائیں طرف سے ان پر حملہ کیا اور میر تراب علی تحصیل دار اور لطافت علی تھانہ دار اور میر محمد علی پیشکار سرشتہ

(بقیہ صفحہ ۱۲۲) یہاں تشریف لانے کا اس بستی کو فخر ۱۹۶۰ء و ۱۹۶۱ء میں حاصل ہو چکا ہے دوسری بستی گنج ہے جو E۲ ۱۱ C ۱N E۹ A N۹ نے بنائی تھی۔ یہاں نجیب الدولہ کے بنوائے ہوئے مدرسہ کی عمارت اور ایک مسجد و کنواں اب تک موجود ہیں (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے۔ بجنور گزیٹیری ص ۳۲۲ و ص ۳۳۳)۔

[۲] جزائل:۔ چھوٹے قسم کی قلعہ شکن توپ ہوتی تھی۔

تلنگوں کے ساتھ ہوکر آگے بڑھے گنواروں نے ہلہ دیکھ کر بندوقوں کا فیر کیا اور تلواریں کھینچ کر بمقابلہ پیش آئے جب اس طرف سے بندوقوں کی باڑ چلی تو وہ بھاگ نکلے مگران پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو گھیر لیا اور موضع فضل پور میں آگ لگادی اور لوٹ لیا پندرہ بیس آدمی جان سے مارے گئے اور بہت سے آدمی زخمی ہوئے اور تینتیس آدمی ہتھیار بند گرفتار ہوئے اور بہت سے آدمی پہی[1] ندی اور گنگا میں ڈوب کر مر گئے اور فضل پور کے سوا جہان گیر پور اور بھوجپور اور شیخو پورہ اور تیمن پور نرائن پور اور راین پور بھی جلا دیے گئے کہ ان گاؤں کے لوگ بھی شریک تھے ۔

پچاس ہزار روپیہ کا بجنور سے میرٹھ کو جانا

اس اثنا میں دوسری جون کو جناب کپتان گف صاحب بہادر مع چند سواروں کے میرٹھ سے خزانہ لینے کو بجنور میں تشریف لائے اور پچاس ہزار روپیہ کنوئیں میں سے نکال کر صاحب ممدوح کے سپرد کئے گئے باوجودیکہ صاحب کے پاس سوار بہت کم تھے اور ڈاکہ والوں کے ہر طرف غول کے غول جمع تھے مگر صاحب موصوف نے بہ کمال دلاوری خزانہ ہاتھیوں پر لدوا چوتھی جون کو براہ گھاٹ دارانگر میرٹھ کو لئے چلے گئے جس دلاوری سے صاحب خزانہ لے گئے ہیں ہر شخص اس کو دیکھ کر اور سن کر عش عش کرتا تھا دوسری تاریخ کو جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے قیدیوں کو جو پرگنہ منڈاور میں گرفتار ہوئے تھے روانہ بجنور کیا اور گرد و نواح کے گوجر طلب کئے اور تیسری تاریخ کو بہت سے

---

[1] ضلع بجنور کی ایک چھوٹی سی ندی جو مالن کے قریب بہتی ہے ۔

گوجر حاضر آئے اور اُن سے مچلکہ فساد نہ کرنے اور ہتھیار حاضر کر دینے اور لوٹ کا مال واپس کر دینے کا لکھوایا اور اس تنبیہہ سے نہایت ڈر اور انتظام ضلع میں ہوگیا اور ایسا خیال کیا جاتا تھا کہ شاید تمام ضلع میں شورش جاتی رہے۔

بریلی کا بگڑنا اور مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا بجنور میں واپس آنا

مگر افسوس ہے کہ اس انتظام سے پہلے یعنی ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کو بریلی اور مرادآباد بگڑ چکا تھا اور سب صاحب لوگ وہاں سے تشریف لے گئے تھے اگرچہ یہ خبر کچھ کچھ مشہور ہوئی تھی اور ہم اس کے اخفا کے درپے تھے مگر تیسری تاریخ کو شام کے وقت بذریعہ چٹھی معتبر خبر بگڑ جانے بریلی اور مرادآباد کی پہنچ گئی تھی اس لئے جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا ایسی حالت میں تلنگوں کے ساتھ رہنا کسی طرح مناسب نہ تھا اس لئے صاحب موصوف کو لکھا گیا کہ بلا عذر بجنور میں چلے آویں چنانچہ اسی رات صاحب موصوف بجنور میں تشریف لے آئے اور صبح کو سید تراب علی تحصیلدار مع تلنگوں کے بجنور میں پہنچے اور دوسرے روز (تلنگے) تانگے روانہ مرادآباد ہوئے۔

بریلی بگڑنے کے بعد بجنور کا کیا حال تھا

کئی روز سے ڈاک بریلی کی بند تھی اور پار کی ڈاک بھی منظم نہ تھی اور اس سبب سے ہم لوگ نہایت متردد اور فکرمند تھے اور ظاہر ہے کہ ہم سب کی بلکہ بہت سے اضلاع کی نظر بریلی پر تھی اور جبکہ بریلی اور شاہ جہاں پور اور پیلی بھیت اور بدایوں اور مرادآباد سب اضلاع روہیل کھنڈ کے بگڑ چکے تھے تو اس بجنور کے ضلع کے قائم رہنے کی کیا توقع تھی جو پہاڑ اور جنگل اور

گنگا کے کھادر سے ملا ہوا ہے اور جس میں کسی طرح کا سامان حفاظت اور مقابلہ یا معتمد تھوڑی سی فوج بھی جناب کلکٹر بہادر کے ہاتھ میں نہ تھی اور نہ ہاتھ آنے کی توقع تھی اور جس میں مسٹر کولبرگ صاحب بہادر ۱۸۱۲ء میں ایک بہت بڑا کانٹوں دار درخت بو گئے تھے یعنی بسا گئے تھے اور اجڑے ہوئے اور جلا وطن ہوئے ہوئے جھنبو خاں باپ (نا) محمود خاں کو نجیب آباد میں جس کے سبب گویا یہ گھر برباد ہوا ہوا خاندان بھر لوگوں کی نظر میں سما گیا تھا اور اسی سبب سے ہر شخص ضلع کا اپنے تئیں قدیم متوسل اور پرانا نمک خوار اور پشتینی تابعدار (نا) محمود خاں کا سمجھتا تھا اور ایسے تزلزل کے وقت میں ہر ایک کی نگاہ اس پر پڑتی تھی اور در حقیقت روہیل کھنڈ کے بگڑنے کے بعد کون مصلحت دے سکتا تھا کہ حکام انگریزی ایسی حالت پر بھی ضلع نہ چھوڑیں مگر ہمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے ان حالات پر بھی استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیا اور بدستور ضلع کے انتظام پر کمر باندھے رہے اور جناب صاحب ممدوح کی حسن تدبیر سے ہم سب کو امید تھی کہ شاید ایسے وقت میں بھی ضلع قائم رہے بشرطیکہ اور کوئی آفت پیدا نہ ہو مگر اس آفت نے ہم کو نہ چھوڑا جس کا داغ ہمارے دل پر سے کبھی نہیں جانے کا۔

(نا) محمود خاں کا تیسری دفعہ بارادہ فساد بجنور میں آنا

(نا) محمود خاں جو دارانگر کی جانب گیا ہوا تھا اس کو کسی نے خبر بھیجی کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر خزانہ ہلدور کو روانہ کرتے ہیں ہلدور والوں کا خاندان ضلع میں ایک بڑی دہشت والا مشہور تھا اور (نا) محمود خاں کو اگر کچھ اندیشہ تھا تو اسی خاندان سے تھا اس نے یہ خیال کیا کہ اگر یہ معاملہ اسی طرح پر ہوا تو شاید اس

کے دلی ارادوں میں زیادہ دقت پیش آوے یہ خبر سنتے ہی اس نے اپنی بدلی ہوئی نیت کا ظاہر کرنا اور اس کا اثر دکھانا اپنے دل میں ٹھان کر دفعتاً ساتویں جون ۱۸۵۷ء کو مع اپنے ساتھی پٹھانوں کے بجنور میں چلا آیا اور شام تک کچھ اور پٹھان نجیب آباد سے بھی آگئے تھے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُس رات (نا) محمود خاں کے پاس دوسو ڈھائی سو پٹھان اچھے بندوقچی مع سازوسامان موجود ہوں گے ہم نے جو پٹھان اور اور لوگ نئے نوکر رکھے تھے ان کا بلکہ پرانے نوکروں کا بھی دل (نا) محمود خاں کی طرف پاتے تھے اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ یہ سب لوگ (نا) محمود خاں سے ملتے تھے اور میٹھی میٹھی باتیں اس سے کرتے تھے اور کیا تعجب ہے کہ کسی راز میں بھی شریک ہوں اُس زمانہ میں بجنور میں یہ آفت ہوگئی تھی کہ ہر ایک شخص کے دل میں جم گیا تھا کہ سرکار کی عملداری اٹھ جاوے گی اور بے شبہ (نا) محمود خاں مسند حکومت پر بیٹھے گا اس لئے ہر ایک شخص اس ضلع کا رہنے والا اس سے راہ و رسم رکھنی ضروری سمجھتا تھا اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب ہمارے نوکر بھی (نا) محمود خاں کے ساتھیوں میں سے تھے اور ہم کو ہرگز توقع نہ تھی کہ بُرے وقت پر یہ لوگ ہمارا ساتھ دیویں گے بلکہ ہم یقین جانتے تھے کہ یہ سب (نا) محمود خاں کے ساتھ ہو جاویں گے،

(نا) محمود خاں کے اس ارادہ کا ذکر کہ رات کو فساد کرنا ہے

اس تاریخ چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور کے پاس مفصل خطوط حالات بگڑنے بریلی اور مراد آباد کے آگئے اور خان بہادر خاں[لعنۃ اللہ] کی بے ایمانی اور نمک حرامی کی بھی مفصل خبر آگئی اور انھوں نے وہ سب خط جناب صاحب کلکٹر بہادر کو دکھا دئے اور کمبخت (نا) محمود خاں کو بھی بدذات خان بہادر کی خبر

[۵۸] ابن ذوالفقار خاں بن حافظ رحمت اللہ خاں۔ صدرالصدور بریلی اور نواب روہیل کھنڈ۔

ل پہنچی تھی۔

اور در حقیقت اسی خبر سے اس نے پکّا ارادہ کر لیا تھا کہ خان بہادر خاں کی پیروی کرے اور رات کا وقت اپنا ارادہ پورا کرنے کا ٹھیرا چکا تھا مگر اس وقت تک ہم کو اس بدذات کے ارادہ کی خبر نہیں ملی صرف اتنی بات ہوئی تھی کہ جب نواب محمود خاں آیا تو جناب صاحب کلکٹر بہادر نے دو دفعہ اس کمبخت کو بلایا اور وہ نہ گیا اور جب گیا تو اس کی بات چیت میں خود جناب صاحب کلکٹر بہادر نے بے رخی دیکھی اور اس کی پیشانی پر اس کے دلی ارادہ کا اثر پایا رات کو آٹھ بجے محمد سعید خاں محرر کلکٹری ساکن نجیب آباد نے مجھے خبر دی کہ نواب محمود خاں کا ارادہ آج رات کو فساد کرنے کا ہے کیونکہ اس بات کے سننے سے کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر خزانہ ہلدور بھیجتے تھے نہایت برہم ہے کچھ عجب نہیں کہ رات کو کشت و خون ہو جاوے میں نے محمد سعید خاں سے کہا کہ تم ابھی جاؤ اور تدبیر کرو کہ فساد نہ ہو اور خود اور ولی محمد کی معرفت میری طرف سے نواب کی خاطر جمع کر دو کہ خزانہ ہلدور نہیں جانے کا اور نہ وہاں جانے کی صلاح ٹھیری ہے اور اسی وقت میں نے سعد اللہ خاں بڑہ والا کو بلایا اور اس کو بہت سمجھایا کہ تم فساد کو روکو اور نواب کو سمجھاؤ اور کہہ دو کہ اگر بالفرض خدانخواستہ دو انگریز مارے بھی جاویں گے تو کیا فائدہ ہوگا اور بدنامی اور نمک حرامی جدا ہوگی اور خدا کے ہاں جدا منھ کالا ہوگا اور اس بات کا میں ذمہ دار ہوں کہ خزانہ ہلدور نہیں جانے کا اور جناب صاحب کلکٹر بہادر کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جس سے نواب صاحب کی سرداری اور اعتبار پر دوسرے کو ترجیح ہو پھر فساد کرنے اور بدنامی اٹھانے اور خون ریزی ہونے سے کیا فائدہ ہے پھر میں اور سید تراب علی تحصیلدار اسی وقت جناب صاحب کلکٹر بہادر کے پاس حاضر

ہوئے اور ڈپٹی صاحب بھی وہاں آئے ہوئے تھے بعد گفتگوئے مضامین اُن خطوط کے جو چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور پاس آئے تھے یہ سب حالات میں نے جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کئے اور درباب قیام اور عدم قیام حکام اور انتظام ضلع درصورت تشریف بری حکام کے بہت سی گفتگو اور مصلحت رہی اُسی دن مراد آباد سے یہ بھی خبر آئی تھی کہ کچھ باغی فوج اور دو توپیں بجنور کو روانہ ہونے کو ہیں اگرچہ اس وقت ہم کو اس خبر کے صحیح ہونے میں کچھ شبہ نہ تھا اور عقل بھی اس بات کو قبول کرتی تھی کہ نمک حرام فوج کو بڑی غرض خزانہ لوٹنے سے اور اس سے زیادہ مطلب حکام انگریزی کے نقصان جان کا تھا پھر بجنور کو ان آفتوں سے خالی چھوڑنا ہرگز قیاس میں نہیں آتا تھا مگر کئی دن بعد ہم کو بخوبی تحقیق ہوگیا کہ یہ خبر بالکل سچ تھی اور منشاء اس کا یہ ہوا تھا کہ جب وہ چالیس تلنگے بجنور سے روانہ ہوکر مراد آباد پہنچے تو سپاہیان پلٹن نمک حرام نے مراد آباد کے خزانہ کا جو روپیہ لوٹا تھا اس میں سے ان کو حصہ نہ دیا اور کہا کہ تم بجنور کا خزانہ کیوں چھوڑ آئے اور وہاں کے حکام کو کیوں زندہ چھوڑا اس لئے ان تلنگوں نے ارادہ کیا کہ اور تلنگہ اور توپ خانہ اپنے ساتھ لے کر پھر بجنور میں آویں اور اپنا ارادہ پورا کریں غرض کہ بلاشبہ یہ ان کا ارادہ پکا قرار پاچکا تھا اس لئے رات کو مصلحت کے وقت اس بات میں بھی کہ فوج باغی کے آنے پر کیا تدبیر کی جاوے گی گفتگو ہوئی تھی اور لوگوں کے دلوں کا حال دیکھ کر میری یہ رائے تھی کہ جب سب لوگوں کو یقین ہوجاوے گا کہ فوج آتی ہے اور رستہ میں ہے تو جتنے لوگ یہاں ہیں کوئی بھی ہمارا ساتھ نہیں دینے کا اور ہم کو ایک ایسا جو ہاتک بھی میسر نہیں آنے کا جو حکام انگریزی کی رفاقت کرکے گنگا پار کسی امن کی جگہ تک ان کو پہنچادے اور بےشبہ میری رائے بہت صحیح اور نہایت پکی تھی اور ہمارے

جناب صاحب کلکٹر بہادر اور آوؔر عقل مند آدمی بھی اس کو تسلیم کرتے تھے۔
غرض کہ بہت سی مصلحت کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ آج ہی رات کو جناب میم صاحبہ اور عیسائی عورتیں اور بچے اور کچھ مرد بمعیت جناب مسٹر کری صاحب مظفرنگر اور وہاں سے رڑکی روانہ ہو جاویں اور صرف جناب الگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر اور جناب مسٹر پامر صاحب بہادر بجنور میں تشریف رکھیں بارہ بجے رات کو یہ صلاح پکی ہوگئی اور جناب میم صاحبہ کی روانگی کی تیاری ہونے لگی۔
اس وقت (نا) محمود خاں کی اُن بدنیتوں کے سبب جواب بخوبی کھُل گئی تھیں یہ رائے ٹھہری کہ بلا اطلاع نا محمود خاں میم صاحبہ کے روانہ کرنے میں مبادا کچھ فساد ہو جاوے بظاہر اس سے بھی صلاح لے لی جاوے

رات کے وقت سید احمد خاں کا (نا) محمود خاں کی فہمائش کو جانا

چنانچہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کے حکم سے اُسی وقت رات کو (نا) محمود خاں کے پاس جو احاطہ کوٹھی میں مقیم تھا میں گیا اور میں نے اس کو پٹھانوں کے غول میں بیٹھا ہوا پایا۔ میں نے اس سے عرض کیا کہ مجھ کو علیحدہ آپ سے کچھ عرض کرنا ہے اول تو اس نے ایک عجیب غرور سے کہا کہ یہاں کون غیر ہے سب بھائی پٹھان ہیں کہو مگر میرے اصرار پر اُٹھ کر آیا میں نے اس سے اوّل یہ بات کہی کہ آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے کہ خزانہ ہلدور جاتا ہے یہ بات بالکل جھوٹ ہے اور میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ خزانہ نہیں جانے کا اس نے جواب دیا کہ میرا منھ کالا ہونے میں اب کچھ باقی نہیں میرے ساتھ کے پٹھان مجھ کو گالیاں دیتے ہیں اور بہت بُرا بھلا کہتے ہیں کہ خان بہادر خاں اپنی موروثی گدی پر بیٹھا اس کم بخت کو کیا ہوا جو چپکا بیٹھا ہے اور میں نے انگریزوں کا نمک کھایا ہے میں نہیں

چاہتا کہ کوئی انگریز مارا جاوے اور میرا منھ کالا ہو اگر انگریزوں کو اپنی جان بچانی ہے تو یہاں سے نکل جاویں اگر کوئی پٹھان ماردے گا تو میں کیا کروں گا۔ علاوہ اس گفتگو کے جس طرز اور انداز پر اس نے مجھ سے باتیں کیں جس کی کیفیت بات چیت کرنے میں متکلم اور مخاطب ہی خوب جانتا ہے اور سمجھتا ہے اور بیان میں نہیں آسکتی اس سے مجھ کو بخوبی یقین ہو گیا کہ یہ کم بخت فساد کرنے پر بالکل مستعد اور بہمہ تن بلکہ بہمہ جان آمادہ ہے اس وقت جو میرے دل پر کیفیت تھی میں ہرگز بیان نہیں کرسکتا کیونکہ مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ آج حکام انگریزی کی جان کو ضرور نقصان پہنچے گا میں نے اس سے کہا جو بات بغیر فساد کے حاصل ہو اس میں فساد کرنا اور بدنامی اٹھانی نہیں چاہیئے اگر آپ کی صلاح ہو تو ہم ایسی تدبیر کریں کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر سے کہہ کر آج رات کو جناب میم صاحبہ اور صاحبوں کو یہاں سے روانہ کردیں دو ایک روز میں جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر خود چلے جاویں گے اور تم نواب ہو ہی ہو بغیر فساد اور بدنامی کے تمہارا مطلب حاصل ہو جاویگا اور اسی قسم کی اور باتیں جو مناسب وقت کے تھیں اس سے کہیں جن سے اس کے دل میں یہ بات پڑی کہ حکام انگریزی کی جان کو نقصان نہ پہنچے اس نے جواب دیا کہ یہ کہاں کا بکھیڑا ہے کہ آج جناب میم صاحبہ جاویں اور پھر حکام جاویں اگر جانا ہے تو آج سب چلے جاویں ورنہ میرا منھ کالا ہوگا یعنی کوئی مارا جاوے گا اس وقت تک تو میں نے پٹھانوں کو روک رکھا ہے پھر میرے قابو سے باہر ہو جاویں گے حال یہ ہے کہ نجیب آباد میں (دنا) محمود خاں اور احمد اللہ خاں نے بہت سے آدمی نوکر رکھ لئے تھے اور بہت سے پٹھان ان کے ساتھی وہاں جمع تھے ایسا گمان بلکہ یقین ہوتا ہے کہ اس نے اس گروہ کو نجیب آباد سے بلایا

ص ۲۴ ÷

تھا اور منتظر تھا ان لوگوں کے آجانے کا اس کی دلیل، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسی رات بہت سے آدمی نجیب آباد سے روانہ ہو چکے تھے اور جب ہم کوٹلہ بھاگے جاتے تھے تو بہت سے غول نجیب آباد سے آتے ہوئے ہم کو ملے تھے اور بمجرد تشریف فرما ہونے جناب صاحب کلکٹر بہادر کے ایک معقول جمعیت محمود (دنا) خاں کے پاس جمع ہوگئی تھی پھر اگر یہ بات نہ تھی جو ہم خیال کرتے ہیں تو اسی طرح سے دفعتاً نجیب آباد سے آدمیوں کا بجنور میں جمع ہونے کا کیا سبب ہوگا

غرض کہ مجھ کو یقین ہو گیا کہ محمود (دنا) خاں نے فساد کرنا بخوبی اپنے دل میں ٹھان لیا ہے اور وہ کسی طرح باز نہیں آنے کا اُس وقت میں نے کہا کہ چلو ہم اور تم چل کر جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کریں کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں اس نے کہا میں تو نہیں جاتا اور میں صاحب کلکٹر سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں نہ رہیں اور جو شرط نمک حلالی کی تھی اُس سے میں ادا ہوا اب چاہیں جاویں چاہیں نجاویں یہ کہہ کر اپنے پٹھانوں میں جا بیٹھا

دنا محمود خاں کی بدنیتی معلوم ہونیکے بعد انتظام ضلع اور تشریف بری حکام میں مشورہ ہونا

لاچار میں نے آن کر یہ سب حال جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کیا اور اس وقت در باب سپردگی ضلع اور تشریف بری حکام کی پھر مصلحت ہوئی ایسے حال میں کہ مراد آباد سے فوج باغی کے آنے کی خبر گرم تھی اور کوئی آدمی ملازمان جدید و قدیم میں سے قابل اطمینان کے نہیں تھا اور دشمن قوی بغل میں ظاہر ہے کہ ہم تین آدمی بجز اس کے کہ اپنی جان دیدیتے اور کیا کر سکتے تھے کچھ چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ حکام انگریزی سر دست حفظ جان کا کریں اور ضلع چھوڑ دیں

چنانچہ ہم سب کی یہی رائے قرار پائی اور ہمارے حکّام نے بھی اس کو پسند کیا
کہ اگرچہ اوّل اوّل ڈپٹی صاحب کو اس میں تامّل تھا مگر پھر یہی رائے ان
کے نزدیک بھی مستحسن ٹھہری اگرچہ اس وقت کوئی اور مصلحت نہ تھی بجز
اس کے کہ ضلع کم بخت ناناؔ محمود خاں کے ہاتھ میں چھوڑا جاوے

چودھریوں کا انتظام ضلع سے انکار کرنا

ہمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے بہ نظر دوراندیشی اور اس خیال سے
اور کوئی کام کی بات نکل آوے چودھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدور اور چودھری
پرتاب سنگھ رئیس تاج پورسے پوچھا کہ تم ضلع کا انتظام کر سکتے ہو انھوں نے
مجبوری اپنی اور نہ ہو سکنا اس کام کا اپنے سے بیان کیا اور درحقیقت ممکن نہ
تھا کہ ضلع کے آدمی ناناؔ محمود خاں کو چھوڑ کر اور کسی کی حکومت قبول کرتے میں نے
جناب صاحب کلکٹر بہادر کے روبرو چودھری رندھیر سنگھ سے یہ بات بھی
کہی تھی کہ ایسی تدبیر ہو سکتی ہے کہ بروقت آجانے پلٹن باغی کے جب تک کہ
وہ ضلع سے چلی جاوے حکام انگریزی کی حفاظت رہے چودھری صاحب نے
اس امر کا ہونا بھی غیر ممکن بیان کیا غرض کہ یہ سب باتیں رات کے دو بجے طے
ہوئیں اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر
نے بھی روانگی کی تیاری کی۔

میں تعریف نہیں کر سکتا اپنے جناب صاحب کلکٹر بہادر کی مروّت
اور اخلاق اور ہر ایک اپنے متوسل کی پرورش کے خیال کا کہ ایسے نازک
وقت میں جناب ممدوح نے سب عیسائی مرد اور عورتوں اور بچوں کو اپنے
ساتھ لیا اور ہم سے پوچھا کہ تم کیا کرو گے ہم نے عرض کیا کہ ہم بھی بھاگیں گے

ڈپٹی صاحب کے اہل و عیال سب ہلدور جا چکے تھے سید تراب علی تحصیل دار کے اہل و عیال اور چھوٹے چھوٹے بچے اور لڑکیاں سب بجنور میں تھیں۔ صاحب نے سید تراب علی سے فرمایا کہ ہم سب کو مثل اپنے سمجھتے ہیں اور سب کی حفاظت جان اپنے ساتھ چاہتے ہیں اگر تمہاری عورتوں اور بچوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہو تو ہم سب کو لے چلیں گے مگر یہ امر بہت مشکل تھا ہم نے عرض کیا کہ بالفعل کوٹلہ جاویں گے اور وہاں سے جہاں امن ملے اور جو الفاظ ہماری دل جوئی اور پرورش اور مہربانی کے ہم پر فرمائے ان کا ہم شکر ادا نہیں کر سکتے غرض کہ اُس وقت میں اور سید تراب علی اجازت لے کہ عورتوں کے اور بچوں کی روانگی کے سامان کو لے کر کوٹھی سے باہر نکلے اور نا محمود خاں سے میں نے کہا کہ اب سب صاحب جاتے ہیں تم ان صاحبوں کی حفاظت میں اب بہت کوشش کرو کیونکہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کا ارادہ ہے کہ پار پہنچ کر گورنمنٹ کو رپورٹ کریں کہ یہ تمام ضلع تم کو مل جاوے اور اسی قسم کی مصلحت آمیز باتوں سے اس کو خوش کیا اور بخوبی اپنی خاطر جمع کر لی کہ کچھ اب فساد نہیں ہونے کا اس وقت میں اور سید تراب علی تحصیل دار مکان پر آئے اور فی الفور عورتوں کو اور بچوں کو سوار کر کے تین بجے رات کے جناب صاحب کلکٹر بہادر کی کوٹھی کے احاطہ کے پاس لا کر ٹھہرایا اور خود ہم دونوں جناب ممدوح کے پاس حاضر ہوئے اور سواروں کے افسروں سے کہا کہ کچھ سوار ہمراہی کو چلیں سمجھو ہماری بات کو سب چپکے ہو رہے مگر قطب الدین رسالدار اور جو نئے سوار بریلی سے آئے تھے اور ابھی ان کا میل جول نا محمود خاں سے نہیں ہوا تھا ہمراہی کو مستعد ہوئے اور بہادر علی جمعدار اور تین چار سوار پرانے آمادہ ہوئے ہاتھی سب تیار ہوئے اور سوار بھی تیار ہو کر کوٹھی پر حاضر ہوئے

اس وقت سید تراب علی تحصیل دار کو بھیج کر محمود خاں (نا) کو بلوایا گیا اور جناب صاحب کلکٹر بہادر نے فرمایا کہ ہم جاتے ہیں اور ضلع تمہارے پاس چھوڑتے ہیں تم بخوبی انتظام رکھو اور ہمارے اہلکاروں سے کام لو اور آرام سے رکھو محمود خاں (نا) نے کہا کہ مجھ کو خط لکھ دو جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ کو حکم دیا کہ لکھ دو میں نے اس وقت خط لکھا اگرچہ نقل اس خط کی نہیں ہے مگر جو مضمون مجھ کو یاد ہے لکھتا ہوں امید ہے کہ لفظوں میں بھی فرق نہ ہو گا۔

تحریر ہونا خط سپردگی ضلع کا بنام محمود خاں (نا)

مضمون خط موسومہ محمود خاں (نا) از طرف جناب صاحب کلکٹر بہادر مرقومہ شب مابین ہفتم و ششم جون

جو کہ بالفعل انتظام ضلع بجنور کا جب تک کہ سرکار کی مرضی ہو آپ کے (ص ۲۹) سپرد ہوتا ہے آپ کو چاہیئے کہ ضلع کا بخوبی انتظام کرو اور جس قدر اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جینٹ مجسٹریٹ بہادر کا کوٹھی میں ہے اور جس قدر مال و اسباب و دفتر سرکاری ہے اس کی بخوبی حفاظت رکھو مرقوم ساتویں جون ۱۸۵۷ء

تفصیل روپیہ اور مال سرکاری کی جو خزانہ میں اس وقت موجود تھا

جس وقت یہ کاغذ تحریر ہوا اس وقت حسب تفصیل ذیل روپیہ خزانہ میں اور کنوئیں میں موجود تھا۔

	پائی	آنہ	روپیہ
باقیات خزانہ لغایت ساتویں جون ۱۸۵۷ء	۴	۲	۹۶۰۹۹

بابت شفاخانہ نگینہ و نجیب آباد	۲۲۰۰	۰	۰
بابت تنخواہ اہلکاران مفصل	۳۵۰۰		
آمدنی کارخانہ جیل خانہ	۵۹۳	۵	۱
میزان ناظر	۱۵۰		
بابت حساب خزانچی	۶۷۷	۱	۱۱
	۱۰۹۴۳۹	۰	

اسٹامپ و افیون

کاغذ اسٹامپ	۳۸۰۰۰	۰	۰
ٹکٹ ڈاک	۳۵۰	۰	۰
افیون بحساب خرید سرکار	۳۹۶۰	۰	۰
بابت اضافہ قیمت نرخ فروخت افیون	۳۹۶۰	۰	۰
	۴۶۲۷۰	۰۰	

روانہ ہونا حکام کا بجنور سے

یہ خط بعد دستخط محمود خاں کو دیا گیا اور وہ بدنصیب اس کو لے کر آیا جناب صاحب کلکٹر بہادر نے کلمات رخصت ہم سے فرمائے اور جو رنج اور درد جدائی کا ہمارے دل پر تھا وہ ہم نے ظاہر کیا تھوڑی دیر بعد سب صاحب سوار ہونے کو کوٹھی کے برآمدہ میں آئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے بہ کمال عنایت مجھ کو اور سید تراب علی تحصیل دار کو رخصت کیا

کر اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر چلے جاویں ہم رخصت ہوئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور سب صاحب سوار ہو کر تشریف فرما ہوئے ڈپٹی صاحب مع چودھری رندھیر سنگھ ہلدور کو چلے گئے سمجھو اس بات کو کہ وہ سب نمک حرام پرانے سوار مع بہادر علی جمعدار کے گنگا کے کنارہ پر سنتے (نا) محمود خاں کے پاس بھاگ آئے مگر نئے سوار رڑکی تک ساتھ رہے اور وہاں پہنچ کر بگڑ گئے ان کا کوٹ ہوا جناب صاحب کلکٹر بہادر کی عنایت سے ان کی جان بخشی ہوگئی (نا) محمود خاں نے سورج کو بھی اچھی طرح نکلنے نہیں دیا کہ بجنور میں اپنے نام کی منادی ان الفاظ سے کہ خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم نواب محمود خاں بہادر کا پٹوا دی اور نواب بن بیٹھا۔

(نا) محمود خاں کے خاندان کا پچھلا حال

مناسب ہے کہ اس مقام پر تھوڑا سا خال (نا) محمود خاں کے خاندان کا بیان کروں (نا) محمود خاں پوتا ہے نجیب خاں کا جو احمد شاہ کے وقت میں یعنی ۱۷۴۸ء دوندے خاں[1] کا نوکر تھا اور اس کی طرف سے پرگنہ دارا نگر کی تحصیل کرتا تھا

---

[1] نواب دوندے خاں ابن حسن خاں یوسف زئی، حافظ الملک حافظ رحمت خاں والی روہیل کھنڈ کے چچا زاد بھائی اور نواب نجیب الدولہ کے خسر تھے ۱۷۵۰ء میں تحصیل بسولی کا علاقہ ان کی جاگیر میں آیا جنگ پانی پت میں بھی وہ شریک تھے۔ شاہ ابدالی نے عزت الدولہ دلاور الملک بہرام جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ خلعت و اسپ و نوبت و علم اور ضلع شکوہ آباد بطور جاگیر عطا کئے ۱۷۷۰ء میں بسولی میں ان کا انتقال ہوا۔

نواب دوندے خاں ضلع مراد آباد کے مشہور چشتی صابری بزرگ (باقی صفحہ ۱۳۸ پر)

اس نے بہت سے لوگ اپنے ساتھ جمع کئے اور اُن پرگنہ جات پر جواب ضلع بجنور میں ہیں قبضہ کرلیا پھر دونڈے خاں کی بیٹی سے اس کی شادی ہوئی اس سبب سے مستقل مالک اس ملک کا ہوگیا اور بادشاہ کے دربار تک بھی رسائی کرلی۔

جب عالمگیر ثانی تخت پر بیٹھا یعنی ۱۷۵۳ء میں تو نجیب خاں نے جیت سنگھ ڈکیت کو مار کر کچھ گنگا پار کا علاقہ بھی جواب ضلع سہارن پور میں شامل ہے اپنے ملک میں ملا لیا اور بادشاہ کے دربار سے اُس کو نجیب الدولہ امیر الامرا کا خطاب ملا اور ۱۷۵۵ء میں اُس نے قلعہ پتھر گڈھ بنایا اور نجیب آباد بسایا۔

جب نجیب الدولہ ۱۷۷۰ء میں مرگیا اُس کا بیٹا ضابطہ خاں اس کی جگہ بیٹھا نواب شجاع الدولہ لکھنؤ والہ نے بسبب نہ ادا ہونے روپیہ معاملہ مرہٹوں کے جس کا ضامن شجاع الدولہ ہوگیا تھا ضابطہ خاں کو ۱۷۷۴ء میں اس ملک سے خارج کر دیا ضابطہ خاں نے نواب عبدالاحد کی سفارش سے ۱۷۷۶ء میں باونی سہارن پور کی سند بادشاہ سے حاصل کی اور غوث گڈھ میں رہنا اختیار کیا۔

ص ۱۴۱ :

اُس کے مرنے کے بعد غلام قادر خاں اُس کا بیٹا اس کی جگہ بیٹھا اور اس نے شاہ عالم کو اندھا کیا مہاراجہ پٹیل نے اس جرم میں اس کو بعد مقابلہ گرفتار کیا اور لوہے

(بقیہ صفحہ ۱۳۷) سید شاہ عبدالہادی صاحبؒ سے عقیدت رکھتے تھے۔ شاہ صاحب نے دونڈے خاں کو نصیحت کی تھی کہ وہ کوشش کرکے شاہ عالم ثانی کو جو الہ آباد میں انگریزوں کے زیر اثر تھے اپنی معیت میں دہلی پہنچادیں لیکن دونڈے خاں کا جلد ہی انتقال ہوگیا اور بالآخر شاہ عالم مرہٹوں کی مدد سے دہلی آئے شاہ صاحب کی تجویز نہایت اہم اور صحیح تھی۔ حقیقتاً وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مغل بادشاہ کسی صورت سے مرہٹوں کے زیر اثر آجائے لیکن بدقسمتی سے آخرکار ہوا یہی۔ سندھیا اپنے ہمراہ شاہ عالم کو دہلی لایا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اور اس کا دربار اس کے زیر اثر آگیا (سرکشی بجنور ص ۲۰۱ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق)

کے پنجرہ میں قید کر کے اور ایک ایک عضو جدا کر کے مار ڈالا معین الدین خاں عرف بھنبو خاں غلام قادر کا بھائی بھاگ کر پنجاب چلا گیا۔

جب سرکار دولتمدار انگریزی نے اضلاع دہلی کو فتح کیا تب بھنبو خاں کو بلا کر بہت خاطر کی اور پانچ ہزار روپیہ مہینے کی پنشن مقرر کر کے بریلی میں رہنے کا حکم دیا اور پھر مسٹر کولبرک صاحب بہادر کی رپورٹ سے ۱۸۱۲ء میں نجیب آباد میں آباد ہوا اس کے مرنے کے بعد سرکار دولتمدار انگریزی نے بنظر ترحم محمود خاں اور جلال الدین خاں اس کے بیٹے اور بیٹوں کے لئے ہزار روپیہ ماہواری پنشن مقرر کی اور ہر ایک شخص کو اس خاندان میں سے بہت بڑے بڑے معزز عہدے عطا فرمائے کہ تمام خاندان بہ کمال عزت اپنی زندگی بسر کرتا تھا بھنبو خاں نے اس زمانہ میں جب کہ ایک جعلی غلام قادر خاں دہلی میں اکبر بادشاہ کے دربار میں آیا تھا بادشاہ کے ہاں رسائی پیدا کی اور اپنے بیٹوں کے نام خطاب حاصل کیا اب اس غدر میں اس خاندان نے سرکار دولتمدار انگریزی سے نمک حرامی کی اس مقام پر کرسی نامہ اس نمک حرام خاندان کا لکھا جاتا ہے [۱]

یعنی سنہ ۱۲۴۷ ہجری مطابق سنہ ۱۸۳۱ء کے ؟

جب کہ ہم رخصت ہو کر کوٹلہ کی طرف روانہ ہوئے راہ میں ہم کو بہت سے غول سپاہیوں کے نجیب آباد سے بجنور آتے ہوئے ملے اور کوٹلہ میں شفیع اللہ خاں بھانجا محمود خاں کا ملا جو نجیب آباد سے بجنور کو آتا تھا کہ یہ سب باتیں رات والے ارادہ کو بخوبی تصدیق کرتی ہیں ہم نے دو تین روز کوٹلہ میں قیام کیا اور ہم اس فکر میں تھے کہ یہاں سے کدھر جاویں اور کیونکر جاویں کہ اس درمیان میں متواتر احکام[نواب] محمود خاں کے ہماری

---

[۱] ملاحظہ فرمایئے ضمیمہ متن نمبر الف

طلب میں پہنچے آخر کو سوار آن کر ہم کو بجنور لے گئے اور سید تراب علی تحصیل دار کے قبائل نگینہ روانہ ہو گئے اور ڈپٹی صاحب بھی حسب الطلب بجنور میں آئے

ڈپٹی کلکٹر او صدر امین او میر تراب علی تحصیلدار کا بجنور میں آنا اور (نانا) محمود خاں سے ملنا

ہم سب نے (نانا) محمود خاں سے ملاقات کی مگر جیسا کہ وہ چاہتا تھا اس کو نذریں نہیں دیں تھوڑی دیر بعد اُس نے ہم کو رخصت کیا اور یہ بات کہی کہ بدستور اپنا کام کرو ہم نے بجنور میں دیکھا کہ رام سروپ کا بہت عروج ہے اور اس کی معرفت باغی تلنگے نواب کے پاس نوکر ہوتے جاتے ہیں اور نویں یا دسویں جون سے باغی تلنگوں کی ملازمی شروع تھی۔

عظمت اللہ خاں کا نائب اور احمد اللہ خاں کا ڈپٹی کلکٹر اور کلن خاں کا سپہ سالار اور حبیب اللہ خاں کا بخشی مقرر ہونا

اس کے دوسرے دن (نانا) محمود خاں نے نیا بندوبست شروع کیا عظمت اللہ خاں[1] منصف ٹھاکر دوارہ کو اپنا نائب اور احمد اللہ خاں تحصیلدار نجیب آباد کو ڈپٹی کلکٹر متعہد اور مجسٹریٹ مقرر کیا مگر احمد اللہ خاں

---

[1] بڑے بہادر اور نامور فرد تھے۔ ٹھاکردوارہ ضلع مراد آباد میں عہدۂ منصفی پر سرفراز تھے ان میں بھی روہیلہ خون تھا یہ بھی جنگ آزادی میں شریک ہوئے اور نواب محمود خاں کے ہم نوا ہو گئے نواب نے ان کو اپنا نائب مقرر کیا (سرکشی بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق صہ ۳۰۳)

نے ایسی مداخلت بہم پہنچائی اور نواب کو بالکل ایسا اپنے قابو میں کر لیا کہ تمام انتظام
فوج اور ملک اور مال و عدالت کا اسی کو اختیار تھا اور درحقیقت نواب صرف
بزاخفش رہ گیا تھا فوج سوار اور پیادہ کے رکھنے کو قلم جاری کر دیا اور جو جو لوگ
پرانے عہدہ دار نواب کے خاندان کے تھے وہ اپنے پرانے عہدوں پر مامور
ہونے کو طلب ہوئے اور احمد یار خاں عرف کلن خاں سپہ سالار اور حبیب اللہ
خاں بخشی فوج مقرر ہوا ہم اس خیال کو دیکھ دیکھ کر بہت گھبراتے تھے علی الخصوص
اس بات سے کہ جو کوئی نواب کے سامنے حکام انگریزی کا نام لیتا تھا تو وہ
بہت ناراض ہوتا تھا۔

صدر امین اور تحصیلدار نے اپنی کارروائی کی کیا تدبیر کی

جب کہ نواب نے ہم کو کہا کہ تم سب اپنا اپنا کام کرو اس وقت میں نے
سید تراب علی تحصیل دار اور رینڈت رادھاکشن ڈپٹی انسپکٹر نے باہم مشورہ کیا
اور آپس کی ایک کمیٹی بنائی اور یہ تجویز کی کہ ہم میں سے کوئی شخص کوئی کام نہ
کرے اور جب تک باہم کمیٹی کے اس کی صلاح نہ ہولے چنانچہ اسی وقت کام
کرنے کے باب میں یہ رائے ٹھہری کہ میر سید تراب علی تحصیل دار بجنور، جو
ضروری حکم نواب کا پہنچے اس کو لاچار تعمیل کریں اور باقی احکام سب ملتوی
پڑے رہنے دیں اور باقی مال گذاری بجز اس قدر روپیہ کے جس سے تنخواہ
عملہ تحصیل و تھانہ تقسیم ہو جاوے اور کچھ وصول نہ کریں چنانچہ انھوں نے ایسا
ہی کیا اور بخشی رام تحویل دار کی معرفت کہ وہ خیر خواہ سرکار اور ہمارا ہم راز تھا جو
مال گذار آیا اس کو فہمائش کی گئی کہ روپیہ مت دے اس تساہل تحصیل سے
نواب ناراض ہوا اور احکام سخت بھیجنے لگا اور کلمات نا ملایم پروانہ جات

میں تحریر ہونے لگے اور نسبت اجرائے کار دیوانی یہ ٹھیری کہ جب تک ہو سکے
میں صدر امین بموجب آئین سرکار دولتمدار انگریزی کام کرتا رہوں اور کسی
طرح کا تعلق نواب سے اس کام کا نہ رکھوں چنانچہ مجھ صدر امین نے ایسا ہی
کیا اور جو روبکاریاں اور رپورٹیں قابل ارسال بحضور جناب صاحب جج بہادر
تھیں ان میں علی الاعلان کچہری میں بھی حکم تحریر ہوتا رہا کہ بحضور جناب
صاحب جج بہادر بھیجی جاویں اس میں فائدہ یہ تھا کہ عوام یہ سمجھتے تھے کہ
حکام انگریزی کا تسلط بدستور ہے البتہ نواب کو یہ امر بہت ناگوار تھا اور ایسی
باتوں سے اُس کی دشمنی ہمارے ساتھ زیادہ ہوتی جاتی تھی مگر ہم کو توقع تھی
کہ ہمارے حکام بہت جلد پھر ضلع میں تشریف لاتے ہیں۔

مرادآباد سے بجنور میں فوج باغی کے آنے کی خبر کا مشہور ہونا اور (نا)محمود خاں کا اُن سے سازش کی تدبیر کرنا

فوج نمک حرام باغی جو مرادآباد میں مقیم تھی ان کے ساتھ سازش کرنے
کی (نا)محمود خاں کو بہت فکر تھی اور خبر آمد آمد فوج مرادآباد کی بجنور میں بہت گرم
تھی اور خطوط بھی مرادآباد سے درباب مقصد روانگی فوج کے جانب بجنور کو آئے
تھے اس لئے نامحمود خاں نے رام سروپ جمعدار جیل خانہ اور مصاحب علی دفعدار
سواران کو مع چند اپنے معتمدوں کے دھام پور روانہ کیا اور مرادآباد میں خطوط
بھیجے کہ فوج کو سمجھا دیں کہ صاحبان انگریز یہاں سے مع کل خزانہ کے چلے گئے
اب یہاں نہ خزانہ ہے نہ حکام انگریزی پھر یہاں آنا بے فائدہ ہے اور اگر
بہ ارادہ ملازمی میرے پاس آویں تو ان کا گھر ہے جب یہ خبر فوج والوں کو
ہوئی تو انھوں نے آنا بجنور کا ملتوی کیا اور رام سروپ وغیرہ دھام پور سے واپس

آئے چند روز بعد نواب کو کسی طرح معلوم ہوا کہ فوج باغی کا ارادہ ہے کہ گھاٹ داراںگر[1] سے گنگا پار اُتریں اس لئے اس نے درباب فراہمی رسد احکام بنام تحصیلداران جاری کیے اور تعلقہ داران کے نام بھی پروانہ رسد رسانی کے لکھے چنانچہ جو پروانہ بنام چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور لکھا تھا اس کی نقل یہاں لکھتا ہوں:

نقل پروانہ دستخطی نواب محمود خاں

رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور بخیریت رہو جو بہ اطلاع آمد پلٹن مراد آباد کے پروانہ جات بنام تحصیلدار چاندپور و دھام پور وغیرہ درباره انتظام و فراہمی رسد وغیرہ مقام فرودگاہ لشکر پر جاری ہوئے ہیں لہٰذا تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم بھی جس قدر ہو سکے درباره انتظام دینے رسد وغیرہ کے ممد و معاون ان کے رہو تاکید جانو مرقوم ۱۷ رجون ۱۸۵۷ء

مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ کا موقوف کرنا

اِس عرصہ میں نواب کے پاس بہت سے رشتہ مند اس کے جمع ہو گئے اور اُس کو اپنے رشتہ داروں کی پرورش منظور ہوئی اور یہ بھی اس کو خیال تھا

---

[1] داراںگر میں گنگا پل ۱۸۵۶ء میں بندھ گیا تھا جیسا کہ عبارت ذیل سے ظاہر ہے:
" واضح ہو کہ مقام دھاراںگر (داراںگر) میں گنگا کا پل بندھ کر تیار ہو گیا ہے اس میں شک نہیں کہ تیار ہو جانا اس پل کا واسطے رجمنٹوں کے جو کہ ادھر سے کوچ کریں گی بہت مفید اور مناسب ہو گا" (دہلی اردو اخبار صفحہ ۳ کالم (۲) مورخہ ۹ نومبر ۱۸۵۶ء جلد ۱۲ نمبر (۱۹۵))

کہ یہ معزز عہدہ دار بسبب خیر خواہ ہونے سرکار کے میری مرضی کی موافق کام نہیں کرنے کے اس لئے سترویں جون سنہ ۱۸۵۷ء کو بہلی بسم اللہ اس نے مولوی قادر علی تحصیل دار نگینہ کو برخواست کیا اور عباد اللہ خاں اپنے رشتہ مند کو جو پیشکار تحصیل کاشی پور ضلع مراد آباد تھا تحصیلدار نگینہ مقرر کیا جب مولوی قادر علی برخواست ہو کر بجنور میں آئے نواب کچھ متوجہ نہ ہوا اُنھوں نے اپنی اس برخواستگی کو غنیمت سمجھا اِن آفات سے علاحدہ ہو جانا بہت اچھا جانا اب ہم اس مقام پر پروانہ برخواستگی مولوی قادر علی کو بعینہ نقل کرتے ہیں۔

نقل پروانہ دستخطی (دنا) محمود خاں

رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ بعافیت باشند جو نبظر انتظام حاضر ہونا تمہارا حضور میں ضرور ہے لہٰذا حسب الحکم روبکار امروزہ تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم کار مفوضہ اپنا سپرد برادر عزیز القدر گرامی شان محمد عباد اللہ خاں کے کر کر حاضر حضور ہوا اور تم اپنے دل میں کچھ ہراس نہ کرو کہ تم سے حضور میں کار سرکار لیا جاویگا مرقوم ۱۷ ارجون ۱۸۵۷ء۔

(دنا) محمود خاں کا صدر امین سے مشورہ کرنا اور صدر امین کا اس کی خواہش سے انکار کرنا

اسی تاریخ (دنا) محمود خاں نے رات کے وقت مجھ صدر امین کو اپنے پاس بلایا اور (دنا) محمود خاں اور احمد اللہ خاں نے تخلیہ میں مجھ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ اور تم ہم سے ہمارے شریک ہونے پر حلف کرو اور ص ۳۵ جو جاگیر چاہو نسلاً بعد نسلاً اب ہم سے ٹھہرالو اور ہم سے حلف لو کہ ہم ہمیشہ

وہ جاگیر بحال رکھیں گے اوّل تو مجھ کو بڑا ڈر ہوا کہ کیا جواب دوں پھر میں نے اپنے دل کو اس بات پر مستقیم کیا کہ سچی اور سیدھی بات کہنی ہر وقت اچھی ہوتی ہے میں نے عرض کیا کہ نواب صاحب میں اس بات پر حلف کر سکتا ہوں کہ میں ہر حال میں تمہارا خیر خواہ رہوں گا اور کسی وقت تمہاری بدخواہی نہ کروں گا الا اگر تمہارا ارادہ ملک گیری اور انگریزوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا ہے تو میں تمہارے شریک نہیں ہوں اور میں نے کہا کہ خدا کی قسم نواب صاحب میں تمہاری خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ تم اس ارادہ کو دل سے نکال دو حکام انگریزی کی عملداری کبھی نہیں جائے گی اگر فرض کرو کہ تمام ہندوستان سے انگریز چلے گئے تو بھی حکام انگریزی کے سوا کوئی عملداری ہندوستان میں نہ کر سکے گا اور میں نے کہا کہ تم اطاعت سرکار اپنے ہاتھ سے مت دو اگر بالفرض انگریز جاتے رہے جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو تم نواب بنے بنائے ہو تمہاری نوابی کوئی نہیں چھینتا اور اگر میرا خیال صحیح ہے تو تم خیر خواہ سرکار ہو گے اور سرکار کی طرف سے تمہاری ترقی اور بہت قدر ہووے گی اور اگر تم مجھ کو انتظام ملک میں شریک کیا چاہتے ہو تو جناب صاحب کلکٹر سے اجازت منگا لو اور یہ اقرار کر لو کہ کوئی کام نہیں کرنے کے جب تک کہ پہلے اس کی منظوری جناب صاحب کلکٹر بہادر سے حاصل نہ کر لیں اگر محمود خاں میں عقل ہوتی تو سمجھتا کہ یہ سب باتیں اس کی بھلائی کی تھیں مگر جو جبلت اس کی بدی پر تھی وہ ان باتوں سے ناراض ہوا اور چیں بجبیں ہو کر مجھ کو رخصت کر دیا اور ہر طرح ہماری دشمنی کے درپے ہو گیا اور جان لیا کہ یہ لوگ رفاقت سرکار انگریزی سے باز نہ آویں گے پھر ہم پر زیادہ تر زیادتی شروع کی میرے خاص رہنے کے مکان کو بجبر مجھ سے چھین لیا اور اپنی فوج کے افسروں کو دے دیا جو اسباب

میرا اس میں بند تھا وہ سب فوج والوں نے لے لیا سید تراب علی تحصیل دار کا گھوڑا بہ تعیناتی تیس سپاہیوں کے بجبر چھین لیا اور ہر طرح سے درپے ہمارے آزار کے ہوگیا ہم دن رات اس فکر میں تھے کہ کسی طرح نواب کے پنجہ سے نکل جادیں مگر ممکن نہ تھا جناب صاحب کلکٹر بہادر بجنور ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ علاقہ جنگل کپتان ریڈ صاحب بہادر میں بیلداران متعینہ بکسار نے فساد کرنا چاہا تھا اس لئے مسٹر اسمٹن صاحب کان ڈاکٹر مع اپنی میم صاحب کے اور مسٹر برٹن صاحب سارجنٹ بکسار سے نجیب آباد میں آگئے تھے اور خاص محمود خاں (ذنابہم) کے مکان میں رہتے تھے اِن دنوں میں ایک گروہ سواروں کا رڑکی سے آیا اور اُن دونوں صاحبوں اور میم صاحب کو بخیریت یہاں سے لے گئے اور روڑکی میں پہنچا دیا۔ صفحہ ۳۶:

خزانے کا نجیب آباد روانہ ہونا اور خزانچی پر پہرہ کا مقرر کرنا

اور چودھری نین سنگھ کا نواب سے مقابلہ پر آنا

اِسی عرصہ میں احمد اللہ خاں نے خزانہ سرکاری جو کنوئیں میں تھا نکالنا شروع کیا اور کچھ اُس میں سے احمد اللہ خاں نجیب آباد لے گیا اور محمود خاں (ذنابہم) نے ہر ایک رئیس سے بھی مخالفت شروع کی جمعیت سنگھ برہمن رئیس بجنور کے گھر پر واسطے تلاشی مسماۃ بینا پاتر کے سوائی سنگھ جاٹ کو مع جمعیت کثیر چڑھا بھیجا چودھری جودھ سنگھ رئیس بجنور سے جو اسباب مسٹر لمبیڈ صاحب کا اُس کے پاس امانت تھا طلب کیا ہا نکے رائے خزانچی بجنور نے کچھ اسباب اپنا خفیہ بلدور روانہ کیا تھا اس سبب سے اور نیز اس باعث سے کہ کسی شخص نے مخبری کی کہ جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا ایک بکس محمولہ اشرفی و جواہر خزانچی کے پاس امانت ہے خزانچی کے مکان پر بہ افسری و تعیناتی رام سروپ جمعدار مع چند باغی تلنگوں کے جو معرفت رام سروپ ملازم ہوئے تھے

اکیسویں جون سنہ ۱۸۵۷ء کو مہرہ متعین کر دیا اور رام سروپ نے طرح طرح کی مصیبتیں تکلیفیں بانکے رائے خزانچی اور اس کے بھائی مہاری لال کو دیں اور کچھ روپیہ بھی رام سروپ نے لے لیا جب یہ باتیں ہونے لگیں تو چودھری نین سنگھ اور چودھری جودہ سنگھ رئیسان بجنور نے نواب سے ارادہ مقابلہ کیا اور دیہات سے آدمی جمع کئے ہزار ہا آدمی گنوار بجنور میں جمع ہو گئے نواب نے چودھریوں سے مصالحت چاہی چنانچہ ایک دن رات کے وقت چودھری نین سنگھ اور چودھری جودہ سنگھ رئیسان بجنور واسطے صلح کے نواب کے پاس کوٹھی پر گئے مگر اس وقت ملاقات نہ ہوئی جب وہاں سے پھرے تو دونوں چودھری تحصیل میں آئے اور مجھ سے اور

ص۳۵ سید تراب علی تحصیلدار سے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہے کہ لڑ کر نواب کو اٹھا دیں ہم نے جواب دیا کہ ہم اس میں کچھ صلاح نہیں دے سکتے کیونکہ ہم کو معلوم نہیں کہ یہ امر حکام انگریزی کی مرضی کے موافق ہوگا یا نہ ہوگا تمہارا جو دل چاہے سو کرو مگر یہ سمجھ لو کہ تمام اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر کا اور خزانہ سرکاری اور دفتر اب تک موجود ہے اور اگر اس پر کچھ آفت پہنچی اور لٹ گیا تو بلاشبہ باعث نارضامندی حکام انگریزی ہوگا۔

منیر خاں جہادی کا بجنور میں آنا اور چودھریان بجنور اور نواب سے صلح کا ہونا

یہ ہنگامہ ہنوز برپا تھا کہ دفعتاً منیر خاں نامی ساکن گنج پورہ نگینہ سے جہادی بن کر مع جمعیت چار سو آدمی کے بجنور میں داخل ہوا اور احمد اللہ خاں جو نجیب آباد گیا ہوا تھا اس فساد کی خبر پا کر بجنور میں آیا اور احمد یار خاں عرف کلن خاں سپہ سالار اور نادر شاہ خاں رسالہ دار رخصتی رجمنٹ ملتان جو بجنور میں آ گیا تھا درمیان میں پڑے

اور آپس میں نواب کے اور چودھریوں کے صلح ٹھہری احمد اللہ خاں اور دونوں
چودھری صاحب تیئسویں ۲۳ جون سنہ ۱۸۵۷ء کو کچہری تحصیل میں آئے اور
بہت سی گفتگو کے بعد صلح ٹھہری چودھری صاحبوں نے گنگا جل اٹھایا کہ ہم نواب
کے تابعدار اور مطیع رہیں گے اور احمد اللہ خاں نے اسی جلسہ میں کلام اللہ پر مہر کی
کہ ہم چودھریوں کے ساتھ برائی نہیں کریں گے اور محمود خاں اور عظمت اللہ خاں
نے کوٹھی پر سے کلام اللہ پر مہر کر کے بھیجدی اور آپس میں صلح ہو گئی چوبیسویں
جون سنہ ۱۸۵۷ء کو بانکے رائے خزانچی سے چار ہزار روپیہ لینے ٹھہرے اور
وہ بکس جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا بھی جو خزانہ میں نکالے لیا اور خزانچی
کے مکان پر سے پہرہ اُٹھ گیا۔

منیر خاں جہادی کا صدر امین اور ڈپٹی کلکٹر اور تحصیلدار و ڈپٹی انسپکٹر کا تنگ کرنا اور مولوی علیم اللہ سے گفتگو ہونا

منیر خاں جہادی نے بجنور میں بہت غلغلہ مچایا اور مجھ صدر امین اور رحمت
خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر اور میر سید تراب علی تحصیلدار بجنور پر یہ الزام لگایا کہ انہوں
نے انگریزوں کی رفاقت کی ہے اور ان کو زندہ بجنور سے جانے دیا ہے اور اب بھی
انگریزوں سے سازش اور خط و کتابت رکھتے ہیں اس لئے ان کا قتل واجب
ہے اور درحقیقت ہماری خفیہ خط و کتابت جناب مسٹر جان کری کرافٹ ولسن صاحب بہادر سے جاری تھی اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ ہمارے ساتھ
فساد کرنے میں نواب کا بھی اشارہ تھا کیونکہ اس میں بڑی حکمت یہ تھی کہ جہادیوں
کے ہاتھ سے ہم لوگوں کے مارے جانے میں نواب کی کچھ بدنامی نہ ہوتی تھی اور
کام نکلتا تھا اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر کی نسبت علاوہ اس الزام کے

یہ بھی جرم لگایا گیا تھا کہ عیسائی مکتب ہر جگہ بٹھاتا پھرتا تھا غرضکہ منیر خاں نے
ہم پر زیادتی کی اور بجبر و حکومت ہم کو طلب کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر حاضر نہ ہوگے
تو بہتر نہ ہوگا اور بڑی مشکل یہ ہوئی کہ چند چپراسیان تحصیل ہم سے مخالف اور جہادیوں
سے جا ملے تھے اس لئے لاچار میں اور رسید تراب علی تحصیلدار اس کے پاس گئے
منیر خاں نے مجھ سے در باب مسئلہ جہاد گفتگو کی میں نے اس سے کہا کہ شرع کی
بموجب جہاد نہیں ہے اور اسی قسم کی گفتگو کے بعد ہم وہاں سے چلے آئے اس کے دوسرے
دن منیر خاں مذکور مولوی علیم اللہ رئیس بجنور کے پاس گیا اور در باب مسئلہ جہاد ان
سے گفتگو کی تحقیق سنا کہ مولوی علیم اللہ نے بہت دلیری سے اُس کے ساتھ گفتگو کی
اور بہت دلیلوں سے اس کو قائل کیا کہ مذہب کی رو سے جہاد نہیں ہے مگر اس
گفتگو پر بہت دنگہ ہوا اور منیر خاں کے ساتھیوں نے مولوی علیم اللہ کے قتل کو تلوار
نکالی مگر لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بچا دیا اُس کے دوسرے دن منیر خاں مع اپنے ساتھیوں
کے بجز اُن چند آدمیوں کے جنھوں نے ان گفتگوؤں کے بعد ساتھ چھوڑ دیا تھا دہلی
چلا گیا اور وہاں جا کر لڑائی میں مارا گیا۔

خزانہ اور اسباب حکام انگریزی کا نجیب آباد کو روانہ ہونا اور ڈاک کا بند کرنا اور مسودہ عرضی موسومہ بادشاہ کا تحریر ہونا

بعد اُس کے احمد اللہ خاں نے کچھ روپیہ خزانہ سے نکالا اور بہت سے آدمی
ملازم رکھے اور بہت سا اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور انگریزی نویسوں کا
روانہ نجیب آباد کر دیا اور ڈاک سرکاری جس کی تمام چٹھیوں کو ۱۷ جون سے، کھول کر
پہلے پڑھ لینا شروع کر دیا تھا اور جس کو چاہتا تھا پھاڑ ڈالتا تھا اور جس کو چاہتا تھا
مکتوب الیہ کو دینے کو حکم دیتا تھا بالکل بند اور مسدود کر دی کہ بائیسویں جون سے

ص ۳۹ ؛ روانگی ڈاک بجنور بند ہو گئی اس عرصہ میں غلغلہ ہوا کہ خان بہادر خان نے فرمان حکومت ملک کٹھر کا، بادشاہ دہلی سے حاصل کیا اور کٹھر کا تمام ملک مل گیا محمود خاں کو بڑا تردد ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ملک کٹھر میں ضلع بجنور بھی شمار میں آجاوے اور حکومت اس ضلع کی بھی خان بہادر خاں کو مل جاوے اس لئے اُن سب نے آپس میں مل کر تجویز کی کہ ایک عرضی بادشاہ دہلی کو بھیج کر اس ضلع کی سند محمود خاں کے نام پر بادشاہ سے حاصل کی جاوے چنانچہ اُن سب نے باہم مشورہ کر کے ایک مسودہ عرضی مرتب کیا اور عمدو خاں کے ہاتھ اس کا بھیجنا تجویز ہوا۔

احمد اللہ خاں کا دورہ کو اُٹھنا

بعد مرتب کرنے اس مسودہ کے احمد اللہ خاں نے دورہ کا ارادہ کیا بڑی غرض اس دورہ سے اپنی حکومت کا بٹھانا اور روپیہ تحصیل کرنا تھا چنانچہ دسویں جولائی ۱۸۵۷ء کو اُس نے بجنور سے نجیب آباد کو کوچ کیا۔ اور۔

عمدو خاں کا دہلی کو مع عرضی روانہ ہونا

تیرھویں تاریخ کو عمدو خاں عرضی موسومہ بادشاہ دہلی بجنور سے لے کر روانہ دہلی ہوا اسی تاریخ احمد اللہ خاں نجیب آباد سے نگینہ آیا اور چودھویں کو دھام پور پہنچا وہاں جانے سے مطلب یہ تھا کہ امام بخش عرف مارٹے[۱] بدمعاش شیر کوٹ نے جو روپ چند مہاجن کو لوٹا تھا اور لاکھ ہا روپیہ کا مال لے لیا تھا اس کا تدارک کرے

---

[۱] اصل نام امام بخش تھا۔ مارٹے خاں کی عرفیت سے مشہور تھے۔ شیر کوٹ کے رہنے والے تھے۔ ایک معمولی خاندان سے ان کا تعلق تھا مگر ہمت اور جرات خداداد تھی۔ (باقی صفحہ ۱۵۱ پر)

اور جو کچھ روپیہ اُس نے لوٹا ہے وہ اس سے چھین کر اپنے قبضہ میں لاوے۔

ماڑے کا احمد اللہ سے مقابلہ کو مستعد ہونا

ماڑے نے بھی اپنے پاس سامان لڑائی درست کیا تھا اور آدمی جمع کئے تھے اور شیر کوٹ میں مستعد مقابلہ بیٹھا تھا اس لئے احمد اللہ خاں نے دھام پور میں کئی دن مقام کیا۔

ماڑے کا پچھلا حال

ماڑے قوم کا شیخ اور قدیمی بدمعاش آدمی ہے نصف قصبہ شیر کوٹ کا اِس کے بڑوں کی زمینداری میں تھا اس سبب سے اس کے بڑے چودھری کہلاتے تھے مگر

(صفحہ ۱۵۰ کا بقیہ حاشیہ) جماعتی نظم و نسق کا بھی اچھا سلیقہ تھا۔ جب (انگریزی) نظام حکومت ختم ہو گیا تو قصبہ کے سربرآوردہ صاحبان نے قصبہ کی حفاظت اُن کے ذمّہ کی۔ امام بخش صاحب نے رضاکاروں کا دستہ تیار کیا جس نے چند ہی روز میں ایک باضابطہ فوج کی شکل اختیار کر لی۔ اور نہ صرف قصبہ شیر کوٹ میں بلکہ پورے ضلع میں ان کی دھاک بیٹھ گئی جب نواب محمود خاں کی حکومت ہوئی تو ان کی طرف سے ان کے بھانجے احمد اللہ خاں مال گذاری وغیرہ کے لئے یہاں پہنچے تو ماڑے خاں نے اپنے ہتھیار کھول کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ احمد اللہ خاں نے اسلحہ ان کو واپس کر دیئے اور ضلع کی فوجوں کا کمانڈر بنا دیا۔ یہ آخر تک پوری ہمت اور جرات اور نہایت پامردی سے فرائض انجام دیتے رہے (حالات قلمی ماڑے خاں، علماء کاشانِ دارمانی صفحہ ۴۳۳ و صفحہ ۴۳۴)

یہ شخص بہت مفلس اور بدمعاش ہوگیا تھا چودھری پرتاپ سنگھ اس کی ماں کو ڈیڑھ روپیہ مہینہ دیتے تھے مارے بدمعاش مارچ سنہ ۱۸۵۵ عیسوی میں بہ اجلاس مسٹر چارلس وینگفلڈ صاحب بہادر کے بعلت بدمعاشی بہ میعاد ایک سال قید ہوا تھا -

وزن انگریزی کی تبدیل اور باٹوں کا چھاپہ بلفظ مہر شاہی ہونا

ص ۴۸

جبکہ نامحمود خاں عرضی موسومہ بادشاہ دہلی کو بھیج چکا تو اس کے دل میں یہ خبط سمایا کہ اس ضلع میں کچھ کچھ نشانات بادشاہی عملداری کے جاری کئے جاویں اور خاص علامات حکومت گورنمنٹ کو مٹایا جاوے اس ارادہ پر اٹھارویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو اُس نے یہ تجویز کی سیر بوزن آستی روپیہ

کے جو بحکم سرکار انگریزی جاری ہوا ہے موقوف ہو اور بجائے اُس کے سیر قدیم بہ وزن سو روپیہ کے اس صورت کا جاری ہو اور اُس پر ٹھپہ لگایا جاوے جس میں لکھا ہو مہر شاہی

تعمیل اس کے، احکام عام جاری ہوئے اور تحصیل نجیب آباد و نگینہ میں شاذ و نادر
کہیں کہیں یہ سیر بھی تیار ہوئے الاّ تحصیل بجنور میں زمانہ قیام سید تراب علی تک
اس کی تعمیل مطلق نہیں ہوئی تھی مگر بعد اس کے اس تحصیل میں بھی بنے۔

مارڑے سے احمد اللہ خاں کی صفائی اور ملاقات کا ہونا

احمد اللہ خاں کے دھام پور میں پہنچنے کے بعد سب ہندو اور مسلمان اُس
کے ساتھ متفق تھے اور چودھریان شیرکوٹ نے بھی ہر طرح سے اطاعت احمد اللہ
خاں کی اختیار کی تھی اور بمقام دھام پور آن کر اُنیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء
کو احمد اللہ خاں سے بطور ملازمت ملاقات کی تھی اور زمینداران شیرکوٹ[1] بھی
احمد اللہ خاں کے شریک تھے کیونکہ ہر شخص مارڑے کا فساد رفع ہونا دل سے چاہتا
تھا مگر اُس وقت تک احمد اللہ خاں سے مارڑے کچھ کم زور نہ تھا اس لئے احمد اللہ خاں

---

[1] شیرکوٹ کھوہ ندی کے بائیں کنارے پر اونچائی پر بسا ہوا ہے۔ ۱۶ / ۲۹ اور ۳۴ / ۸۰ مشرقی
خطوط پر بجنور سے جانب جنوب مشرق ۲۸ میل کی دوری پر ہے۔ یہ نام شیر شاہ کے زمانہ کا ہے
شیر شاہ اور اکبر کے دور میں ایک پرگنہ کا صدر مقام رہا ہے ۱۷۴۸ء میں اس کو صفدر جنگ
نے فتح کیا پھر نواب وزیر کے ہاتھ میں ۱۷۷۴ء میں آ گیا۔ لبد کو ۱۸۰۵ء میں
امیر پنڈاری نے اس کا محاصرہ کیا جبکہ یہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں تھا
۱۸۴۴ء میں تحصیل کا صدر مقام دھام پور ہو گیا ۱۸۵۷ء
میں یہاں انگریزوں کے وفادار ہندوؤں اور مسلمانوں (باغی) کے درمیان
جھڑپیں رہیں (بجنور گزیٹیر ص ۳۰۵ تا ص ۳۰۷)

نے مارڑے سے صلح کرنی چاہی اور اپنے معتمدوں کو بیچ میں ڈالا بڑی منفعت اس ضلع بصور
میں احمد اللہ خاں کو یہ تھی کہ ایک پکا بدمعاش اس کے ہاتھ آتا تھا اور ضلع میں طرح
طرح کے فساد برپا کرنے کو ایک بہت اچھا چلتا اُوزار ملتا تھا۔

چنانچہ یہ حکمت اس کی چل گئی اور مارڑے صلح پر راضی ہوگیا اور بائیسویں جولائی
سنہ ۱۸۵۷ء کو ہاتھی پر بیٹھ کر بعزت تمام دھام پور میں آیا اور احمد اللہ خاں سے
ملازمت کی اور چار اشرفیاں اور کچھ روپے نذر دیئے اور تلوار کھول کر احمد اللہ خاں
کے آگے رکھ دی احمد اللہ خاں نے بہت خاطر کی اور وہ تلوار اپنی طرف سے اس کی
کمر میں باندھ دی اور اسی دن شیر کوٹ کو رخصت کیا۔

احمد اللہ خاں کا شیر کوٹ میں جانا

تئیسویں جولائی کو احمد اللہ خاں شیر کوٹ میں گئے مارڑے نے استقبال کیا
اور احمد اللہ خاں کی اور تمام لشکر کی دعوت کی۔ احمد اللہ خاں نے اس کا سو روپیہ
مہینہ مقرر کیا اور اہتمام رسد و انتظام لشکر اس کی سپرد ہوا جو لوگ کہ مارڑے کے ہاتھ سے
مظلوم تھے انھوں نے مارڑے کے نصیب کو یاد اور اپنے سے زمانہ کو برگشتہ دیکھ کر
روئے اور بولے کہ

شعر

من زیاراں چشم یاری داشتیم　　خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

چوبیسویں جولائی کو احمد اللہ خاں چودھری امراؤ سنگھ کے گھر میں گئے چودھری
صاحب نے پانسو روپیہ اُن کے پیش کش کئے اور ہر طرح تابعداری سے ملے۔

چودھری امراؤ سنگھ سے بہ سختی باقی کا مطالبہ کرنا

احمد اللہ خاں جو بدنیتی اور فساد کا ایک پتلا تھا اور دوسرا اُن کا بھی اُستاد

نواب ماڑے خاں بہادر بدمعاش اُن کے ساتھ ہوا فساد ایک درجہ سے گیارہ درجہ ہو گیا اور چودھری امراؤ سنگھ کو جو ضلع میں بہت نامی مال دار اور سب سے زیادہ کم زور مشہور تھا سونے کی چڑیا سمجھ کر پے سبب فساد شروع کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ زر مال گذاری جو قریب بارہ ہزار روپیہ کے تھا فی الفور ادا کرو اور محمود خاں (زنا) نے بجنور سے، شفیع اللہ خاں اور عظمت اللہ خاں نے نجیب آباد سے سپاہ اور رسد وغیرہ سامان جنگ احمد اللہ خاں (کے) پاس روانہ کرنا شروع کیا اور جو توپ کہ نگینہ سے معرفت نتھو خاں ص ۱۴۲ بجنور میں آئی تھی وہ بھی میگزین روانہ شیر کوٹ ہوئی اور ستائیسویں جولائی کو شیر کوٹ میں پہنچ گئی۔

چودھریانِ بجنور وغیرہ کا واسطے صفائی معاملہ شیر کوٹ کے ہلدور و تاجپور کو روانہ ہونا

اگرچہ یہ فساد صرف چودھری امراؤ سنگھ شیر کوٹ والا سے تھا مگر محمود خاں (زنا) اور اس کے صلاح کاروں کو چودھریان ہلدور کی بڑی دہشت دل پر تھی اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور کو بھی ایک جتھ اور ٹھوک کا آدمی سمجھتے تھے ان کو یہ خیال ہوا کہ مبادا یہ لوگ چودھری امراؤ سنگھ کی امداد کریں اس بات کے بند کرنے کو محمود خاں (زنا) نے ستائیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں اور چودھری نین سنگھ اور چودھری جودا سنگھ رئیسان بجنور کو ہلدور و تاج پور روانہ کیا کہ ہماری اور چودھری امراؤ سنگھ کی صفائی ہلدور اور تاج پور کے چودھری صاحب بیچ میں پڑ کر کرا دیں۔

فرمان بادشاہی کا آنا

ان لوگوں کے روانہ ہونے کے بعد اٹھائیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو عمدو خاں جو محمود خاں (زنا) کی عرضی لے کر بادشاہ (کے) پاس دہلی گیا تھا مع فرمان شاہی موسومہ

(نا) محمود خاں بجنور میں آیا اور اس کے ساتھ لالہ متھرا داس پدر لالہ بلدیو رائے خزانچی بھی دہلی سے بجنور میں آئے اور محمود خاں نے وہ فرمان (نا) محمود خاں کو دیا چنانچہ اُس کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں

نقل فرمانُ

نقل فرمان بادشاہی مورخہ ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۲۱ جلوس[1] مطابق ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۵۷ء

۱۲	۵۳
محمد بہادر شاہ	بادشاہ غازی
ابو ظفر سراج الدین	سنہ ۱ عد

فدوی خاص لایق العنایت والاحسان امیر الدولہ ضیار الملک محمد محمود خان بہادر مظفر جنگ مورد تفضلات بودہ بداند عرضداشت ارادت سمات آں فدوی خاص مشعر ظہور ابتری و بے نظمی در کل پرگنات و دیہات آں ضلع از شورش و فساد غارتگراں و مفسداں و تدبیر انتظام آں بہ فراہمی جمعیت سوار و پیادہ بقدر تاب و

---

[1] ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی کی تخت نشینی سے یہ سن جلوس شروع ہوتا ہے جیسا کہ مہر سے ظاہر ہے ۱۲۵۳ھ سے اس کا آغاز ہوا۔

موٌ ہٗ نواں وعرض احوال رسوخ عقیدت و وثوق ارادت موروثی در بارگاہ خسروی بہ استدعا

بذل توجہات شاہی در خصوص انتظام آں ملک بدستور سلف بملاحظہ قدسی گذشت و

کاشف معروضات گشت فی الواقع آباؤ اجداد آن فدوی خاص ہمہ مورد نوازشات

سلاطین پیشین انار اللہ براہینم بودہ اند و مخصوص آں لایق العنایت والاحسان در

رضاجوئی و خدمت گذاری قرہ باصرہ خلافت مرزا شاہرخ بہادر مرحوم[۵۸] دقیقہ

فروگذاشت نکردہ باعث رضامندی خاطر دریا مقاطر گردیدہ بود

نظر براں مستحق رعایت و عنایت است و لیکن ورائے خدمات

سابقہ اگر فی الحال مصدر حسن خدمتی خواہد گشت مورد مزید الطاف

بادشاہی خواہد گردید و درخواست آں فدوی خاص کہ عبارت

از اجازت انتظام کلی آں ضلع است بر تبہ پذیرائی خواہد رسید

پس تاوقتیکہ از پیشگاہ قدسی سند مستند شرف اجرا نیابد جملہ محاصل

ملکی را بعد وضع مصارف فوج و عملہ تحصیل بطریق امانت تصور

باید کرد بارسال آن در حضور فیض گنجور باید پرداخت و نیز زر خطیر خزانہ کلکٹری و اسباب

یعنی سنہ ۱۸۴۴ء میں جب مرزا شاہرخ شکار کو اس ضلع میں آئے تھے

---

۵۸ شہزادہ مرزا شاہرخ بہادر، بہادر شاہ کے لڑکے اور دارا بخت ولی عہد کے حقیقی بھائی تھے۔ بہادر شاہ ان کو بہت چاہتے تھے۔ ان کو شکار کا بہت شوق تھا۔ نواب محمود خاں سے گہرے تعلقات تھے۔ مرزا عبداللہ بہادر ان کے خلف تھے اپریل ۱۸۴۷ء میں ان کا انتقال ہوا، مرزا شاہرخ کے بیٹے مرزا عبداللہ، ان شہزادوں میں تھے جن کو ”ہڈسن“ نے اپنی گولی کا نشانہ بنایا۔ مرزا شاہرخ اکثر بجنور کے علاقے میں ہردوار میں شکار کھیلنے آیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر دہلی اردو اخبار میں کئی جگہ ملتا ہے۔

(دہلی اردو اخبار ۱۹۴۰ء صفحہ ۲۱۴ و صفحہ ۲۱۷)

اسپانش کہ بعد فرار انگریزاں بہ قبضہ خود در آوردہ ہمہ مع فرد واعلباقی آں بہ معیت متھرا داس و دو سوار ملازم بادشاہی کہ در آنجا مرسند زود تر روانہ نماید تا نقد فدویت و ارادت آں فدوی خاص بہ محک امتحان کامل برآید وظہور ایں گونہ دولتخواہی و خیر اندیشی وسیلہ ترقی مدارج و مراتب گردد فقط زیادہ تفضلات شناسد المرقوم ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۲۱ معلی۔

میں یہ خیال کرتا ہوں کہ متھرا داس کو بادشاہ دہلی کے دربار میں کچھ رسائی یا تعلق نہ تھا کیونکہ وہ مدت سے دہلی کے رئیسوں میں نہیں گنا جاتا تھا ہمیشہ باہر رہتا تھا جب عمدہ خاں دہلی گیا اور اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ خزانہ اور مال انگریزوں کا مطالبہ کرتے ہیں کچھ عجب نہیں کہ اُس نے متھرا داس کا نام لکھوایا ہو کہ وہ متھرا داس کو ہر طرح دبانے کا اور اُس پر جبر کرنے کا قابو رکھتا تھا اور نہ خود نواب سے اور متھرا داس سے رنجش تھی اور متھرا داس کو کمال اضطرار تھا کہ اس کے بیٹے نواب کے پنجہ میں سے نکلیں چنانچہ جب متھرا داس بجنور میں آیا تو اس نے مجھ سے اور سید تراب علی سے یہ حال کہا اور اُس کا دلی ارادہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اِس تدبیر میں تھا کہ کسی طرح ؛ ص؟ نواب پر دباؤ ڈال کر اپنے بیٹوں کو نکال لے جاوے اور اخیر تک ہماری سمجھ میں کسی طرح کا لگاؤ اس کا نواب سے نہیں پایا گیا۔

احمد اللہ خاں کا امراؤ سنگھ کو زیادہ تنگ کرنا اور لاکھ روپیہ کا مانگنا

اسی تاریخ یعنی اٹھائیسویں جولائی کو یہ لوگ جو بجنور سے واسطے صفائی کے روانہ ہوئے تھے تاج پور پہنچے اور شیر کوٹ میں احمد اللہ خاں نے زیادہ تقاضا ادائے باقی کا کیا یہاں تک کہ اولاً چودھریوں نے کچھ وعدہ کیا جب نامنظور ہوا تو کچھ نقد دینا قبول کیا جب وہ بھی منظور نہ ہوا تو کل روپیہ یک مشت دینا ٹھہرا

چنانچہ وہ روپیہ گڑھی میں سے ہاتھیوں پر لد کر باہر بھی نکلا مگر اس خیال سے کہ روپیہ بھی جاوے گا اور فساد رفع نہ ہوگا احمد اللہ خاں کے سامنے پیش نہ ہوا کیونکہ احمد اللہ خاں اب لاکھ روپیہ مانگتا تھا۔

یہ بہت اچھا موقع ہے اس بات کے بیان کا کہ محمود خاں (نا) اور اُس کے کارپردازوں کو درحقیقت باقیات مال گذاری وصول کرنے کا منصب اور اختیار نہ تھا کیونکہ جو سند کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کی طرف سے اُس کو دی گئی تھی اُس میں اس قسم کی اجازت مندرج نہ تھی اور کیوں مندرج ہوتی اس لئے کہ اگر محمود خاں (نا) نیک نیتی سے اور سرکار کی تابعداری اور خیر خواہی اور اطاعت سے انتظام ضلع کا کرتا تو جو روپیہ خزانہ میں نقد اُس کے پاس چھوڑا تھا وہ کافی تھا پس اگر درحقیقت چودھری امراؤ سنگھ نے ادائے باقی سے انکار بھی کیا ہوتا تو بھی کچھ بے جا بات نہ تھی حالانکہ جب چودھری صاحب ادائے باقی پر مستعد تھے اور اس پر بھی احمد اللہ خاں فساد سے باز نہ آیا تو صریح دلیل اس بات پر ہے کہ خود احمد اللہ خاں کی نیت بد تھی اور چودھریوں کا بگاڑنا اس کو منظور خاطر تھا۔

شیر کوٹ کی پہلی لڑائی

غرض کہ اسی تاریخ چودھری امراؤ سنگھ نے گنگا سنگھ اپنے چچا کو صلح کا پیغام لے کر بھیجا احمد اللہ خاں نے اس کو گرفتار کر لیا اور کچھ صورت صفائی کی نہ ہوئی بلکہ فساد زیادہ ہوا اور نوبت مقابلہ کی پہنچی چودھری امراؤ سنگھ گڑھی میں مع اپنی سپاہ کے جو قریب چار سو آدمی کے تھے اور اکثر اُن میں بندوقچی تھے اور گڑھی میں میگزین اور سامان رسد بھی بہت تھا محصور ہو گئے احمد اللہ خاں نے چودھری شیوراج سنگھ اور لچھمن سنگھ زمینداران شیر کوٹ کی حویلی پر توپ لگادی اور ص ۴۵

اس کے ساتھ مارٹے مع ساکنان محلہ کوٹرہ شریک ہوئے اور ان چودھریوں کی حویلی کو لوٹ لیا شیوراج سنگھ جو ماموں تھا چودھریان ہلدور کا مع اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کی بیوی کے مارا گیا اور فتح چند مکھن لال کو بھی لوٹا اور فتح چند مع کئی آدمیوں کے مارا گیا اور بہت سے گھر جلا دیئے اور بہت ہندو اور کچھ عورتیں ماری گیئں،

جب گڑھی پر حملہ کیا تو گڑھی والوں نے خوب بندوقیں ماریں اور احمداللہ خاں کے لشکر کا بہت نقصان ہوا چار بجے کے قریب تھوڑی سی بارود میں جو بسنت سنگھ کے قریب تھی آگ جا پڑی اور اس کے اڑنے سے چودھری بسنت سنگھ جل گیا شام کے قریب لڑائی ختم گئی

ہم نے بجنور میں یہ بات سنی تھی کہ بندوق کے توڑے کا پھول اتفاقیہ بارود میں جا پڑا تھا اور شاید یہی بات سچ ہو مگر چودھری امراؤ سنگھ نے میرٹھ میں ہم سے بیان کیا کہ نبی بخش ان کے نوکر نے قصداً آگ ڈال دی اگر یہ بات یونہی ہوتی تو شاید وہ بڑے ذخیرہ میں بارود کے آگ ڈالتا بہر حال رات کے وقت اکثر ملازمان چودھری امراؤ سنگھ جو کوٹرہ کے رہنے والے تھے مارٹے سے سازش کر کر بھاگ گئے اور ایک تزلزل عظیم گڑھی میں پڑ گیا۔

لالہ متھرا داس کا واسطے صفائی کے تاجپور جانا

یہ خبر انتیسویں تاریخ بجنور میں پہنچی اور محمود خاں نے یہ تجویز کی کہ لالہ متھرا داس بھی واسطے صفائی کے روانہ تاجپور ہوں۔ چنانچہ اسی تاریخ رات کو لالہ متھرا داس بجنور سے روانہ تاجپور ہوئے۔

یہ دانائی محمود خاں کی بڑی قابل تعریف کے ہے کہ صفائی کے لئے کن لوگوں کو بھیجا ہے جو کمال دوست دار محمود خاں کے تھے کیونکہ چودھری نین سنگھ اور جودھ سنگھ

وہی دونوں آدمی ہیں کہ ابھی (نانا) محمود خاں سے لڑنے کو مستعد تھے اور ہزاروں پھپھولے اُن کے دل میں پڑے ہوئے تھے اور متھراداس وہ شخص ہے جس کے بیٹوں پر ابھی نواب نے پہرے بٹھائے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں ان کو دی تھیں۔

چودھری امراؤ سنگھ کا گڑھی میں سے بھاگنا اور بسنت سنگھ کا گرفتار ہونا

غرض کہ متھراداس تاج پور میں پہنچنے نہ پایا تھا کہ اُسی تاریخ یعنی انتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری امراؤ سنگھ گڑھی میں سے نکل بھاگے اور تاج پور پہنچے عورتیں بھی اُسی ہنگامہ میں نکل کر گاؤں میں جا چھپیں مگر چودھری بسنت سنگھ میں چلنے کی طاقت نہ تھی وہ محلہ کوٹرہ میں کسی مخفی جگہ تھا احمد اللہ خاں کے ہاتھ آگیا اور گڑھی میں احمد اللہ خاں داخل ہوا اور شادیانے[1] فتح اور نقارہ مبارکباد ہونے لگے مشہور ہے کہ جب احمد اللہ خاں گڑھی میں داخل ہوا تو مندر جو گڑھی کے پاس تھا اُس کو بھی کچھ نقصان پہنچا جب احمد اللہ خاں کو خبر ہوئی تو اُس نے بہ نظر مصلحت کہ مبادا تازہ فساد برپا ہو اُس پر ایک پہرہ متعین کر دیا کہ مندر کو کوئی نہ توڑے اس فتح کے بعد احمد اللہ خاں اور نواب مارے خان بہادر کا غرور بہت بڑھ گیا تیسویں تاریخ کو یہ خبر بجنور میں پہنچی اور (نانا) محمود خاں نے بھی بہت خوشی کی اور اسی تاریخ یعنی تیسویں کو لالہ متھراداس تاج پور میں پہنچے۔

جدص ۴۶

اس گڑھی میں جس قدر میگزین اور ہتھیار اور سامان رسد جمع تھا وہ سب احمد اللہ خاں کے ہاتھ آیا اور قیاس چاہتا ہے کہ نقد روپیہ اور زیور جو چودھری امراؤ سنگھ کا اور لوگوں کا وہاں تھا وہ بھی سب احمد اللہ خاں کے ہاتھ آیا ہو کیونکہ کئی دن

---

[1] چند بندوقوں کی آواز جو یکبارگی سر ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

تک بے مزاحمت دیگرے احمد اللہ خاں کا دخل گڑھی میں رہا اور احمد اللہ خاں نے کچھ نقد و جنس ہاتھیوں پر لدوا کر نجیب آباد بھی بھیجا اور یہی بات ہم سے چودھری امراؤ سنگھ نے بھی بیان کی مگر بعض معمر لوگ بیان کرتے ہیں کہ اوپر کا اسباب اور جو نقد و جنس اوپر تھا وہ احمد اللہ خاں کے ہاتھ لگا مگر پرانا خزانہ جو بہت مخفی اور گڑھی کے برجوں اور مکانوں میں دبا ہوا تھا وہ بچ رہا حق یہ ہے کہ اِس بات کی سچی حقیقت سوائے چودھری امراؤ سنگھ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

جملہ چودھریوں کا احمد اللہ خاں سے مقابلہ کو مستعد ہونا

جب یہ سخت حادثہ ضلع کے ایک بڑے رئیس پر گذرا تو اور رئیسوں کو بھی بڑا فکر اور تردد ہوا اور پہلے سے آپس میں گفتگو ہو رہی تھی سب آپس میں متفق ہوئے اور احمد اللہ خاں سے گڑھی کے چھین لینے کا ارادہ کیا اور دھام پور لام بندی کی جگہ قرار پائی چنانچہ اکتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور مع دو ضرب توپ اور چودھری پرتاب سنگھ مع ایک ضرب جزائل اور چودھریان کانٹ (کانٹھ)[1] مع ایک ضرب توپ دھام پور میں جمع ہوئے اور دیہہ بہ دیہہ گنواری بگل یعنی ڈھول واسطے جمع ہونے اور لام باندھنے کے بجنے لگا اور بعوض گھاسا سنگھ اور بسنت سنگھ کے چودھری صاحبوں نے نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں اور ثابت علی خاں کو جو رشتہ دار (نانا) محمود خاں اور پیشکار دھام پور تھا پکڑ لیا اور دو سوار نواب کے جو اُن کے ساتھ گئے تھے اُن کو مار ڈالا۔

۱؎ چودھریان کانٹھ کی کچھ جائداد ضلع بجنور میں بھی تھی۔ اس لئے یہ لوگ بھی اس ضلع کے چودھریوں کے ساتھ تھے۔

جب یہ لام بندی ہوئی تو نواب پر زمانہ تنگ ہوا اور جس طرف نواب کے ملازم جاتے تھے پکڑے جاتے تھے اور مارے جاتے تھے چنانچہ چند سپاہی موضع نانگل میں مارے گئے اور جو خطوط احمد اللہ خاں کے پاس روانہ ہوتے تھے اکثر اُن میں سے پکڑے جاتے تھے ایک خط محمود خاں کا جس پر بلا شبہ دستخط محمود خاں کے تھے اور بجنور سے روانہ ہوا تھا اور دوسرا خط عظمت اللہ خاں کا جو بلا شبہ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا میں نے چودھری امراؤ سنگھ کے پاس دیکھے ان میں سے وہ فقرہ جو اس لڑائی سے متعلق ہے بجنسہ لکھتا ہوں۔

انتخاب خط محمود خاں جو پکڑا گیا

انتخاب خط دستخطی محمود خاں مورخہ اکتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء وقت دوپہر گھاسا سنگھ اور بسنت سنگھ اور اگر امراؤ سنگھ حاضر آیا ہوئے سے بھی اپنے ہمراہ حضور میں لوائے لاؤ اور وہاں چھوڑنا ان کا کچھ ضرور نہیں ہے اور اگر تم نے قصور بھی اُن کا معاف کیا ہو تو بھی اپنے ہمراہ لے آؤ کس واسطے کہ ہنوز فساد رفع نہیں ہوا۔

قریب پچاس آدمی کے آن برخوردار نے جو اپنی ہمراہی سے رخصت کر کے بجنور کو بھیجے تھے ان کو باشندگان موضع نانگل نے کہ متصل ہلدور کے واقع ہے روک کر ان میں سے پانچ چھ آدمی جان سے مارے اور آٹھ آدمی مجروح کرے اس لئے تدارک ان مفسدوں کا ضرور ہے۔

اطلاع اس کی بھی تم کو کرنی ضرور تھی لازم ہے کہ جس قدر روپیہ اور ہتھیار شیر کوٹ سے تمہارے ہاتھ آئی ہے وہ سب اپنے ہمراہ لوائے لاؤ چھوڑنا ان اشیاء کا کسی صورت میں مناسب نہیں کس واسطے اب فقط بسبب تکرار شیر کوٹ کے

یہ جا بجا فساد ہوا ہے ۔گھاسا سنگھ وغیرہ کو چھوڑنا کسی حالت میں مناسب نہیں مکرر آنکہ میری صلاح یہ ہے کہ میں اب بدون تصفیہ اس فساد کے ہرگز باز نہ رہوں گا بلکہ مناسب ہے کہ گڑھی بھی شیر کوٹ کی بالکل مسمار و منہدم کرادو کہ آئندہ انھیں حوصلہ لڑائی کا نہیں رہے اور جس جگہ پر خدا فتح دلیوے مسمار کرنا مکانات اُن کے کا پر ضرور ہے ۔

انتخاب خط عظمت اللہ خاں جو پکڑا گیا

منتخب اُس خط کا جو عظمت اللہ خاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے بلا تاریخ ۔

آہندگان شیر کوٹ کی زبانی معلوم ہوا کہ آن نور الابصار نے گھاسا سنگھ کو واسطے لانے امراؤ سنگھ کے بھیجا ہے سو حال یہ ہے کہ گڑھی لڑتی ہے اور فتح ہوتی ہے اور آدمی مارے جاتے ہیں تو اس گڑھی کا اسباب بالکل ضبط ہوتا ہے اور یہ بھی سلف سے مشہور ہے کہ زن زمین پر آدمی سر دیتا ہے اور جل شانہ نے تجھ کو گڑھی اور اسباب مع روپیہ کے دیا ہے تجھ کو چاہئے کہ پھر قلم جاری کرا اور کچھ اندیشہ ان مفسدوں کا مت کر رب جل شانہ واسطے تیرے بہتر کرے گا ۔

اب مجھ کو یقین ہے کہ آدمی تیرے پاس قریب دو ڈھائی ہزار کے ہوں گے تو اس صورت میں نظر بخدا رکھو اور اطراف میں خط لکھ کر آدمی جمع کر وا اور دو سو سپاہی بھیجے ہیں پہنچے ہوں گے یا نگینہ میں ہوں گے اور آج اور بھیجوں گا ۔

ہندو اور مسلمانوں میں عداوت قائم ہونے کی وجہ

اس لڑائی سے پہلے ضلع میں درمیان ہندو اور مسلمان کے کچھ تنازعہ یا

عداوت یا مذہبی تکرار نہ تھی بلکہ چودھری صاحبوں کے ہاں اکثر مسلمان لوگ نوکر تھے اسی طرح نواب کے ہاں سپاہ وغیرہ میں ہندو ملازم تھے لیکن اس لڑائی میں ہندو مسلمان میں عداوت ہو جانی ایک ضروری ہونے والی بات تھی کیونکہ ایک طرف جملہ سردار مسلمان تھے اور ضروری بات تھی کہ ہندو سرداروں نے جس قدر اپنی کمک جمع کی وہ سب ہندو تھے اور نواب نے جو کمک جمع کی وہ سب ص ۴۹ مسلمان تھے پس ہندو اور مسلمان میں تکرار کا قائم ہونا ضرور ہوا علاوہ اس کے دم بدم ایسی باتیں ہوتی گئیں جن سے مذہبی عداوت کا ہونا بڑھتا گیا مثلاً شیر کوٹ کے مندر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نقصان پہنچا یا چھتا ور اور سواہیڑی کی مسجدوں میں ہندوؤں کے ہاتھ سے نقصان پہنچا یا ہندوؤں کے ہاتھ سے بالتخصیص مسلمانوں کا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے بالتخصیص ہندوؤں کا مارا جانا چنانچہ یہ سب حالات آگے آویں گے پھر اس عداوت نے ایسی ترقی پکڑی کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جہاں اُن کا قابو ملا ہندوؤں کا بچنا اور ہندوؤں کے ہاتھ سے جہاں ان کا قابو ملا مسلمانوں کا بچنا ممکن نہ تھا اور یہ عداوت ایسی ہوگئی تھی کہ ہندوؤں کی نسبت جو باتیں مسلمان کہتے تھے یا مسلمانوں کی نسبت جو باتیں ہندو کہتے تھے قابل اعتبار کے نہ تھیں اور ضلع کا اصلی حال دریافت کرنا جو عداوت سے خالی ہو نہایت مشکل تھا میں کہہ سکتا ہوں کہ ہلدور کی پہلی لڑائی تک چودھری بُدھ سنگھ کی نیت بہت اچھی معلوم ہوتی تھی اور وہ دل سے ضلع میں امن چاہتے تھے بلکہ جب ہم ہلدور ہی میں تھے کہ بہت سے ہندو ہلدور کی مسجد توڑنے پر چڑھ گئے تھے چودھری بُدھ سنگھ خود وہاں گیا اور اس فساد کو رفع کیا اور آگے جو حال ہم بیان کریں گے اس سے بھی نیک نیتی چودھری بدھ سنگھ کی اس زمانہ تک ظاہر ہوتی جاوے گی۔

میر صادق علی اور رستم علی رئیسان چاند پور[1] کے پاس بادشاہی (باشاہی) فرمان کا آنا

دھام پور اور شیر کوٹ میں تو یہ معاملہ ہو رہا تھا جو ہم بیان کر رہے ہیں اور چاند پور میں میر رستم علی اور صادق علی رئیسان چاند پور کی بے وقوفی نے گل کھلایا یعنی جو عرضی انھوں نے بادشاہ دہلی (کے) پاس روانہ کی تھی اس کے جواب میں فرمان بادشاہی پہلی اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چاند پور میں پہنچا اور انھوں نے بہت خوشی کی چنانچہ اس فرمان کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں۔

نقل فرمان

نقل فرمان بادشاہی مورخہ پنجم ذی الحجہ سنہ ۲۱ جلوسی مطابق ستائیسویں جولائی ۱۸۵۷ء سیادت پناہ نجابت دستگاہ سید رستم علی و سید صادق علی مورد تفضلات من بودہ بدانند۔ عرضی آن فدویان مشعر برحال خذلان وتباہی و بربادی دیہات و قریات و قصبہ چاند پور از تعدی وظلم و غارتگری واستدعائے اعانت وامداد سرکار دولت مدار و اجازت نو ملازم داشتن سپاہ سوار و پیادہ بنا بر اجرائے تحصیل و مجرایافتن تنخواہ آں ہا از آمدنی علاقہ مذکور و ارسال زر با فیات مع کاغذ جمع خرچ درحضور پُرنور بملاحظہ قدسی گذشت کاشف معروضات گشت چوں انسداد فتنہ و فساد بنا بر آسایش رعایا و برایا منظور خاطر است لہٰذا حکم محکم شرف اصدار می یابد کہ آن فدیان چند سوار و پیادہ بقدر ضرورت ملازم داشتہ نمبرداران وقانون گویان و پٹواریان و دیگر عزت مندان و ساکنان آن جا را با خود متفق ساختہ درمراتب بند وبست

---

[1] یہ تعلقہ اس جرم میں ضبط ہو گیا تھا کہ ان کی عرضی بادشاہ دہلی کے دفتر سے برآمد ہوئی تھی یہی خدمات غدر کے صلے میں سر سید کو دیا جا رہا تھا جس کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔

فروگذاشت نسازند و آنچناں انتظام نمایند کہ احدے زبردست قوی پنجہ بر ہیچ کس زیردست و غریب نوع تشدد و تعدی نمودن نتواند و سرچشمہ تحصیل جاری گردد و زر واجب الطلب بسہولیت وصول گردد و کشتکار زراعت افزونی پذیر و بعد ایصال زر فصلی مرقومہ مصارف تنخواہ ملازمان و سپاہ و عملہ تحصیل وضع کردہ زر باقیات مع کاغذ جمع و خرچ بحضور فیض گنجور رسانند ہر آئینہ ظہور این معنی موجب اثبات حسن خدمت آن فدویانست بذل توجہ خسروی نسبت بحال آں فدویان خواہد رسید زیادہ تعطفات شناسند مرقومہ پنجم ذی الحجہ سنہ ۲۱ جلوسی -

رستم علی اور صادق علی کا پچھلا حال

رستم علی صادق علی دونوں حقیقی بھائی ہیں اگرچہ صادق علی کو بھی ذی عقل کہنا نہایت نادانی ہے لیکن رستم علی سچ مچ کا بھولا آدمی ہے اس کو اس قسم کے معاملات میں بلکہ امورات خانگی سے بھی کچھ سروکار نہیں رہتا جو کچھ کرتا ہے صادق علی کرتا ہے یہ لوگ سادات بارہ سے ہیں اور اولاد میں ہیں سید محمود کی جس کو کہ اکبر کے عہد میں بادشاہی دربار میں منصب ملا تھا اس کے بعد شجاعت خاں کو شاہجہاں نے تخت پر بیٹھنے سے پہلے اپنا بہت بڑا رفیق اور امیر بنایا تھا اور اس کے نام پر اس نے جہاں آباد[1] بسایا تھا جو اب تک گنگا کے کنارہ پر موجود

[1] جہاں آباد - ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو ۲۹ء۵ شمالی اور ۷۸ء۱۰ مشرقی خطوط پر گنگا کے بائیں کنارے پر ہے ۱۹۰۱ء میں اس کی آبادی ۱۵۸۴ تھی ۱۸۰۵ء میں انگریزی سرکار نے اس کا کچھ حصہ وفاداری کے صلہ میں بلدور والوں کو دے دیا تھا - یہاں نواب سید محمد شجاعت خاں (باقی صفحہ ۱۶۸ پر)

ہے اور اس کی قبر بھی وہیں ہے جبکہ شاہجہاں اور اُس کے باپ جہانگیر میں لڑائی ہوئی تو شجاعت خاں جہانگیر سے آملا اس لئے شاہجہاں کے زمانہ بادشاہت میں اُن کی قدر کم ہوگئی اور اس نے اور اس کی اولاد نے زمینداری اور تعلقہ داری اس ضلع میں پیدا کر کے جہان آباد میں اور پھر چاندپور میں سکونت اختیار کی کہ اب بھی چند دیہات زمینداری کے ان کے پاس ہیں اور رئیس کہلاتے ہیں۔ ص ۱۵

ان لڑائیوں میں رستم علی صادق علی نواب کے شریک نہیں ہوئے کیونکہ بسبب جدا آجانے فرمان بادشاہی کے شاید نواب کے برخلاف ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنانی چاہتے ہوں مگر چودھریوں کے بھی شریک نہیں ہوئے اور علاحدہ اپنی جگہ بیٹھے رہے اور چودھری صاحب بدستور دھام پور میں اپنے کام میں مصروف رہے۔

دھام پور اور شیرکوٹ میں لام بندی کی کیفیت شیرکوٹ میں محمدی جھنڈا کھڑا ہونا صحیح نہیں

غرض کہ جب چودھری صاحبوں کا لام دھام پور میں جمع ہوا تو احمداللہ خاں نے بھی آدمی اور جمع کئے اور دوسری توپ جو نجیب آباد میں تیار ہوئی تھی وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷) کا ایک مقبرہ ہے۔ یہ اورنگ زیب کے زمانے کے ایک رئیس تھے۔ یہ بارہ سادات کی شاخ کنڈلی والی سے تھے اور سید محمود کی اولاد سے ہیں۔ اس جگہ کا پہلا نام گوردھن نگر تھا۔ شجاعت خاں نے اس کا نام شاہجہاں کے نام پر جہاں آباد رکھا۔ یہ علاقہ شاہجہاں نے بنگال کی فتح کے بعد دیا تھا ۱۶۵۸ء میں یہ جائداد ضبط کرلی گئی۔ مقبرہ ۱۶۴۷ء میں بنا تھا بھورے سرخ اور سفید پتھر کا بنا ہوا ہے۔ بہت خوبصورت ہے قرآن کی آیتیں کندہ ہیں۔ باغ میں جس میں یہ مقبرہ ہے ایک بڑا دروازہ بھی ہے۔ جو مرمت طلب ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے بجنور گزیٹیر ص ۲۴۸ و ص ۲۴۹)

بھی آگئے ہندو بیان کرتے ہیں کہ احمداللہ خاں نے مسلمانوں کے جمع کرنے کو محمّدی جھنڈا کھڑا کیا کچھ عجب نہیں جو انھوں نے ایسا کیا ہو مگر ہم اس کو معتبر نہیں سمجھتے البتہ اس میں کچھ شک نہیں کہ جس طرح ہندو جمع ہوئے تھے اُسی طرح احمداللہ خاں نے بھی آدمی بھیجکر اور خط لکھ کر آدمی جمع کئے چنانچہ یہ بات عظمت اللہ خاں کے خط سے بھی جو ابھی ہم نے اُس کی نقل لکھی ہے ثابت ہوتی ہے جو غول ہندو خواہ مسلمان کے آن کر جمع ہوتے تھے ہر ایک غول کے ساتھ نشان اور باجا ہوتا تھا چودھری صاحبوں کی طرف قریب پچیس ہزار آدمی کے جمع ہو گیا تھا اور احمداللہ خاں کی طرف جمعیت اس سے بہت کم تھی عظمت اللہ خاں کے خط میں اس کی تعداد دو ڈھائی ہزار لکھی ہے شاید لڑائی کے وقت کچھ زیادہ ہو گئی ہو۔

نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں کا واسطے صلح کرانیکے چھوٹنا

اس ہجوم کو دیکھ کر احمداللہ خاں گھبرایا اور چودھری صاحبوں نے نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں کو احمداللہ خاں کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ اگر تم گھاسا سنگھ اور بسنت سنگھ کو چھوڑ دو اور جو مال و اسباب گڑھی میں سے لیا ہے پھیر دو اور یہاں سے چلے جاؤ تو ہم کو تم سے کچھ پرخاش نہیں اور احمداللہ خاں نے بھی صلح کا پیغام کیا اور گھاسا سنگھ کو بھیج دیا اور نادر شاہ خاں نے جو خط وہاں پہنچ کر لکھا یہ چودھری پرتاب سنگھ پاس موجود ہے وہ یہ ہے۔ ۵ص۵

نقل خط نادر شاہ خاں جو صلح کی باب میں گھاسا سنگھ کے ہاتھ بھیجا گیا تھا

نقل خط نادر شاہ خاں موسومہ چودھری پرتاب سنگھ بلا تاریخ چودھری

مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان سلمہ اللہ تعالیٰ بعد اشتیاق ملاقات کے ظاہر ہو جیو کہ خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا حسب وعدہ اپنے کے مسمی گھاسا سنگھ کو روانہ خدمت (سکا) کیا اور خاطرداری ہندوؤں کی از حد کی گئی اور تسلی اور تشفی بسنت سنگھ کی بدرجہ غایت کی اور کرائی اور جملہ مال و اسباب اس کا حوالہ اس کے کر دیا بلکہ جو کچھ نقصان اُس کا وقوع اِس معاملہ میں ہوا تھا اُس کی عیوض میں دو گانوں جاگیر کے عنایت کئے اب ہمارے وعدہ کے وفا میں صرف ایک چلا جانا محمد احمد اللہ خاں کا نجیب آباد کو باقی ہے وہ اب اِس طور سے منحصر ہوا ہے کہ تم سب صاحب اپنے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور راستہ خالی ہو جاوے تو یہ بھی چلے جاویں گے اور مجھ کو معلوم ہے کہ اُس طرف بھی آدمی بہت اکٹھے ہو گئے ہیں اور اس طرف بھی اطراف سے جماعت کثیر جمع ہو گئی ہے اور ہوتی جاتی ہے اس صورت میں اگر فساد ہوا تو ہزارہا مخلوق کا خون ہووے گا اب کہ خدا نے تمہارے آنے کی شرم رکھ لی ہے اور صورت صفائی میں بھی کچھ نقص واقعہ نہیں ہے تم کو چاہیئے کہ شکرانہ کر کے اپنے مکان کو چلے ہی جاؤ اور اس قدر میرے قول کی تصدیق ہو گی باقی بروقت پہنچنے بجنور کے کہ تم سے اور اور وعدہ ہیں وفا کئے جاویں گے اور بلکہ زیادہ اُسے کہ تمہارے بزرگوں کے واسطے اس خاندان سے رعایت ہوئی تھیں رعایت کرائی جاویں گی بلکہ بعد ہو جانے صفائی کے جو جو مہم اہم ہوں گی وہ تمہارے ہاتھ سے لے جاویں گی جیسے کہ تم سے راستہ میں تذکرہ تھا آئندہ تم کو ہر طرح کا اختیار ہے بسبب اُن عنایات کے کہ جو تم نے میرے حال پر کریں ہیں یہ خط خفیہ نواب صاحب سے لکھا ہے اور جو بات کہ اس میں لکھی ہیں ان کے تذکرہ کا نتیجہ ہے۔ نادر شاہ

نادر شاہ کا حال

نادر شاہ خاں رہنے والا ارام پور یا مراد آباد کا تھا احمد اللہ خاں اُس سے کچھ اپنی دور کی رشتہ داری بھی بیان کرتے تھے اور مدت سے سرکاری ۵۵ رجمنٹ میں رسالدار اور کار آزمودہ اور نہایت متفنی اور رجمنٹ ملتان سے رخصتی ہو کر روانہ ہوا تھا کہ اس غدر میں بعد تشریف لے جانے جناب صاحب کلکٹر بہادر کے بجنور میں پہنچا اور نواب نے اپنا نوکر کر لیا بعد شکست پانے احمد اللہ خاں کے شیر کوٹ سے بھاگ گیا پھر کسی نے اس کی صورت نہیں دیکھی

ثابت علیخاں کا واسطے رہائی بسنت سنگھ چودھریوں کی قید سے چھوٹنا

بعد اس کے چودھری صاحبوں نے ثابت علی خاں کو جو چودھری صاحبوں کی قید میں تھا واسطے صلح اور جھگڑا لانے چودھری بسنت سنگھ کے بھیجا اور چودھری بسنت سنگھ پالکی میں پڑکر چودھری صاحبوں کے لشکر میں آیا بہ مجرد پہنچنے بسنت سنگھ کے یعنی پانچویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو لڑائی شروع ہوئی۔

چودھری بسنت سنگھ کا چھوٹنا شیر کوٹ کی دوسری لڑائی اور احمد اللہ خاں کی شکست

احمد اللہ خاں اسی گڑھی میں جس میں چند روز پہلے اُس نے بے گناہ اپنے دشمن کو گھیر لیا تھا محصور ہوا اور کچھ سپاہ اس کی باہر گڑھی کے رہی اور میدان کارزار گرم ہوا اور شیر کوٹ کے گھر لٹنے اور جلنے شروع ہوئے اور کوٹڑہ کا

محلہ بالکل برباد ہوا اور بہت سے مسلمان اور کچھ عورتیں بھی ماری گئیں احمد اللہ خاں کی ایک توپ پھٹ گئی اور دوسری پھٹر پہیہ سے اُتر پڑی اُس پر بھی اُس کے سواروں نے جو سرکاری تعلیم یافتہ تھے بہت دلاوری کی اور چودھری صاحب بھی خوب لڑے آخر سپاہ احمد اللہ خاں مغلوب ہوئی اور بھاگ نکلی اور میدان چودھری صاحبوں کے ہاتھ رہا اُس دن لڑائی ختم گئی اور احمد اللہ خاں گڑھی میں گھرا رہا رات کے وقت احمد اللہ خاں مع چند آدمیوں کے جو اس کے پاس تھے اور اپنی لوٹی ٹوٹی توپوں کو ہاتھی پر رکھ کر براہ نگینہ نجیب آباد بھاگ گیا اور چودھری صاحبوں کی فتح ہوئی اور گڑھی اُن کے ہاتھ آگئی۔

مہاراج سنگھ کا بجنور پر چڑھائی کرنا

اِسی تاریخ یعنی پانچویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری مہاراج سنگھ ہلدوروالہ نے جو ہلدور میں موجود تھا بشرکت چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ رئیسان بجنور کے جودھام پور سے براہ ہلدور جہالو میں آگئے تھے بجنور میں (نا) محمود خاں پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور رات کو ہلدور سے روانہ ہوئے اور مع ایک ضرب توپ اور کئی جزائیل تخمیناً چار ہزار آدمی کی جمعیت سے چھٹی اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو دفعتاً ساڑھے پانچ بجے بجنور کے قریب آگئے کہ ان کے ڈھول اور تاشہ کی آواز بجنور میں آنے لگی اور اُونچے مکانوں پر سے اُن کے لشکر کے نشان دکھائی دیتے تھے اس وقت (نا) محمود خاں کے ہاں ناچ ہو رہا تھا وہ خوابِ غفلت سے چونکا اور ہر شخص سے پوچھتا تھا کہ یہ کیا ہے اور کون ہے اور کیوں آتے ہیں افسوس اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو کہتا کہ حضور اب معلوم ہو جاتا ہے۔

بجنور کی لڑائی اور محمود (نا) خاں کی شکست

اُسی وقت نواب کے ہاں سپاہ کی کمربندی ہو گئی اور سعد اللہ خاں منصف امروہہ جو نواب سے ملنے آیا ہوا تھا ہاتھی پر سوار ہو کر اور کچھ سوار اپنے ساتھ لے کر دیکھنے گیا اور اس نے اپنی آنکھ سے چودھریوں کو دیکھ کر محمود (نا) خاں سے آن کر کہا کہ چودھری چڑھ آئے (نا) محمود خاں کا رنگ زرد ہو گیا اور ہوش جاتے رہے اتنے میں چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ گھوڑوں پر سوار بجنور کے بازار میں آئے ہیں اور سید تراب علی اس وقت تحصیل کے دروازہ پر کھڑے تھے میں نے چودھری جودھ سنگھ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اُس نے باواز بلند یہ بات کہی کہ نواب نے اپنے ہاتھوں نوابی پر خاک ڈالدی اب تھوڑی دیر میں دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

بجنور کے نہ لٹنے کے لئے ناکہ بندی ہونا

اور اُسی وقت چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ نے شہر کی ناکہ بندی کر لی اور آدمی متعین کر دیئے کہ کوئی شخص شہر میں نہ آنے پاوے اور شہر کو نہ لوٹے درحقیقت یہ بندوبست ایسی ہوشیاری سے کیا تھا کہ اس دن شہر کا بچانا صرف اُن دونوں چودھریوں کا کام تھا شہر کے مسلمانوں نے بھی اس دن کوئی بات ـــــ اعانت اور مدد نواب کی برخلاف چودھریوں کے نہیں کی جبکہ یہ معاملہ پیش آیا تو نواب بھی لاچار جبراً و قہراً ہاتھی پر چڑھ کر اور جو سپاہ اس وقت قریب چار سو آدمی اور تیس چالیس سوار کے موجود تھی ان کو لے کر میدان میں آیا بجارنے[1] کے باغوں پر دونوں کا مقابلہ ہوا اول ایک باڑ بندوق کی طرفین سے

---

[1] بجنور کی پرانی آبادی سے قریب ایک میل کے فاصلہ پر ایک بستی جو اب شہری آبادی سے

چلی چار آدمی چودھریوں کی طرف سے زخمی ہوئے اور ایک مارا گیا نواب کی طرف کا کوئی آدمی میں نے زخمی نہیں دیکھا اور نہ کسی کی لاش دیکھی لوگ کہتے ہیں کہ اُدھر کے آدمی بھی مارے گئے اور زخمی ہوئے اتنے میں نواب کی طرف سواروں نے متفرق ہوکر توپوں پر حملہ کرنا چاہا تھا کہ دفعتاً ایک فیر توپ کا اور ایک ایک فیر جزائلوں کا چودھریوں کی طرف سے سر ہوا نواب نے توپ کی آواز سنتے ہی ہاتھی پھیر دیا اور کوٹھی پر آن کر اپنے چھوٹے بیٹے کو ہاتھی پر بٹھا بھاگ نکلا بڑا بیٹا اس کا غضنفر علی خاں ننگے پا نو گھوڑے پر بیٹھ بھاگ گیا سپاہ تمام اُس کی اور سوار تتر بتر ہو گئے اور شکست (فاحش) فاش نواب کو نصیب ہوئی (نا) محمود خاں اور سعد اللہ خاں مع بہت قلیل جماعت کے براہ منڈاور نجیب آباد پہنچا اور تھوڑی دیر پہلے اُس سے احمد اللہ خاں جو شیرکوٹ سے بھاگا تھا نجیب آباد پہنچ چکا تھا سب بھاگے ہوئے نجیب آباد میں جمع ہوکر اور آپس میں گلے لگ لگ کر خوب روئے۔

کوٹھیوں اور سرکاری دفتر کا جلنا اور خزانہ اور افیون اور اشٹام اور اسباب کا لٹنا

اِس فتح کے ہوتے ہی تینوں چودھری صاحب اُس کوٹھی پر جس میں جناب صاحب کلکٹر بہادر رہتے تھے اور اب (نا) محمود خاں اس میں رہتا تھا جا بیٹھے اور گنواروں نے جن کا قابو میں رکھنا ناممکن تھا اور درحقیقت لوٹ کی توقع پر جمع ہوئے تھے یورش کی اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کے بنگلہ اور سواروں کے لئے جو (نا) محمود خاں نے پھونس کی بارگیں بنائی تھیں اُن میں آگ لگا دی اور لوٹنا شروع کیا جس قدر اسباب ڈاکٹر نیٹ صاحب بہادر اور رلمیتر صاحب کا کہ نجیب آباد کے جانے سے باقی رہ گیا تھا اور اس ملک کی پیدائش عیسائیوں کا اسباب جو چھکڑوں پر واسطے

جانے نجیب آباد کے لدا کھڑا تھا اور جو اسباب (نواب) محمود خاں کا اور جملہ کتابیں اور باجا اور متفرق اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر کا جو کوٹھی میں تھا اور جس قدر افیم اور کاغذ اسٹامپ اور ٹکٹ ڈاک جو کچھ کہ خزانہ میں باقی تھا اور تمام اسباب جیل خانہ اور شفا خانہ کا اور جس قدر روپیہ کوٹھی میں تھا جس کی تعداد لوگ سترہ ہزار بیان کرتے ہیں اور غالب ہے کہ اس کے قریب ہو سب لٹ گیا۔

لمیتر صاحب کی کوٹھی کا بچا رہنا

مگر مسٹر لمیتر صاحب کی کوٹھی جو اسباب سے خالی ہو گئی تھی، چودھری جودھ سنگھ کی تدبیر سے جلنے اور خراب ہونے سے بچ گئی مشہور ہے کہ گنواروں سے وعدہ ہو گیا تھا کہ شہر کو اور لمیتر صاحب کی کوٹھی کو نہ لوٹیں گے مگر دفتر سرکاری اور مال و اسباب سرکار کی اس وقت تک کسی کو قدر نہ تھی پھر ان ہی بے قابو گنواروں نے کچہری کی کوٹھی پر حملہ کیا اور انگریزی دفتر کی کتابیں اور سروبری نقشہ جات کی کتابیں اور جو اسباب لوٹنے کے قابل تھا لوٹ لیا اور کلکٹری اور فوجداری کے دفتر میں چھپر ڈال کر آگ لگا دی اور متفرق بستہ جو اور کمروں میں تھے نکال نکال کر اُسی جلتی آگ میں ڈال دیئے چند کمرے کچہری کی کوٹھی کے جل کر گر پڑے اور ایسا آراستہ دفتر فوجداری اور کلکٹری اور صدر امینی اور رجسٹری دست آویزات کا جو ابھی نمتی الف اور ب سے مرتب ہو چکا تھا خاک ہو گیا۔

محلہ پکّے باغ کا جلنا اور لٹنا

اُسی ہنگامہ میں پکّے باغ کا محلہ جو آبادی بجنور سے علاحدہ اور جیل خانہ کے قریب تھا دو دن تک لٹتا (لٹ تا) رہا اور گھر بھی جل گئے۔

چودھریوں کے نام سے بجنور میں منادی ہونا اور اُس کی عجائبات

اور اس دن بجنور میں چودھری صاحبوں کے نام سے ان الفاظ سے منادی ہوئی کہ خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم چودھری نین سنگھ اور چودھری جودہ سنگھ بجنور والوں اور ہلدور کے چودھری صاحبوں کا ڈھم ڈھم ڈھم" ان الفاظ کے سننے سے خدا کی قدرت یاد آتی تھی جب میں نے یہ منادی سنی تو کہا سبحان اللہ ہم تو کتابوں میں یہ بات پڑھتے آتے تھے کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجد یہاں یہ تماشا ہے کہ پنج بادشاہ دریک ضلع میگنجند نہیں نہیں اُن کی تمثیل یوں کہنی چاہیئے کہ دہ درویش دریک گلیمی بخسپند غرض کہ اس ہنگامہ میں آبادی بجنور پر کسی طرح کا صدمہ نہیں پہنچا ایک بجے کے قریب چودھری مہاراج سنگھ کا سوار مجھ کو اور سید تراب علی تحصیلدار کو کہ ہم دونوں تحصیل کے مکان میں دروازہ بند کئے بیٹھے تھے بلانے (بولانے) آیا ہم دونوں وہاں گئے اور دفتر کے کمروں میں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دیکھ کر ہمارا دل بھڑک اٹھا اور سرکاری اٹیم جو اس وقت لٹ رہی تھی اس کو دیکھ کر ہماری جان تلخ ہو گئی تھوڑی دیر ہم وہاں ٹھہر کر واپس آئے چار بجے سب چودھری صاحب تحصیل میں آئے اور چند منٹ ٹھہر کر چودھری مہاراج سنگھ مع اپنے ساتھی کمک کے روانہ ہلدور ہوئے اور چودھری نین سنگھ اور جودہ سنگھ نے حفاظت آبادی بجنور اور انتظام وہاں کا اپنے قبضہ میں رکھا۔

ص ۵۷:

کھاری کا جلنا اور جولاہوں کا مارا جانا

شام کے قریب اکثر غول گنواروں کے اپنے اپنے گھر پھر گئے جاتے وقت کسی

غول نے کھاری کے جولاہوں کو جو مسلمان تھے لوٹ لیا اور کئی جولاہے مار ڈالے۔

سواہیڑی کے مسلمانوں کا مارا جانا اور مسجد کا لوٹنا

سواہیڑی کے جاٹوں نے وہاں کے مسلمان بساطیوں کو جو مالدار تھے لوٹا اور مسجد سواہیڑی کو توڑ ڈالا۔

چھتاور کی مسجد کا لوٹنا اور مسلمانوں کا مارا جانا

ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چھتاور کے جاٹوں نے اصغر علی کو جو معزز آدمی تھا اور اس سے اور جاٹوں سے عداوت چلی آتی تھی مار ڈالا اور اس کی ٹانگ میں رسی باندھ کر گھسیٹا اور مسجد چھتاور توڑ ڈالی خاص بجنور میں مردھوں کے

خاص بجنور میں تکرار کا ہونا

محلہ میں مسلمانوں اور گوجروں میں تکرار ہوئی اور ایک آدمی مارا گیا اور طرفین میں کے کچھ زخمی ہوئے گوجروں نے اس محلہ کو اور نیز محلہ قاضی پاڑہ کو لوٹنا اور مسلمانوں کو مارنا چاہا مگر چودھری نین سنگھ خود گیا اور فساد رفع کیا اس قسم کی باتیں پے درپے ایسی ہوتی گئیں کہ ہندو اور مسلمان کی عداوت کا درخت جس کا بیج شیرکوٹ کی لڑائیوں میں بویا گیا تھا بہت بلند ہو گیا جس کا جڑ سے اکھڑنا ناممکن تھا مگر چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ بہت اس بات کے درپے تھے کہ ہندو و مسلمان کی تکرار نہ بڑھے اور مسلمانوں کی طمانیت اور ہندوؤں کو فہمایش کرتے تھے مگر کوئی آئینی فوج نہ تھی جو چودھریوں کا حکم مانتی بلکہ وہ گنوار چودھریوں کی کیا حقیقت سمجھتے تھے۔

چودھری امراؤ سنگھ کا اپنی گڑھی میں پھر بیٹھنا

اِن فتوحات کے بعد چودھریان ہلدور، ہلدور میں اور چودھری صاحب تاج پور، تاج پور میں چلے آئے اور چودھریان بجنور، بجنور میں رہے اور آٹھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری امراؤ سنگھ اور بسنت سنگھ اپنی گڑھی شیرکوٹ میں جا بیٹھے۔

طرفین کی سپاہ اور گولہ اندازوں کا حال

میں کچھ نامناسب نہیں سمجھتا اگر اس مقام پر طرفین کی سپاہ کا کچھ حال بیان کروں نواب کی سپاہ میں سب لوگ ملازم تنخواہ دار تھے اور اکثروں کے پاس بندوقیں تھیں اور وہ لوگ بندوق لگانی بھی جانتے تھے بلکہ بہت سے پٹھان بہت اچھے بندوقچی تھے اور تخمیناً چالیس تلنگے نمک حرام فوج کے جس کا افسر رام تیرت جمعدار جیل خانہ تھا بہت عمدہ سپاہی قواعد داں تھے اور باقی دُھنے جولاہے تھے جنھوں نے سوت کے تار کے سوا کبھی تلوار نہ پکڑی تھی سوار بھی نواب بوش کے بہت اچھے تھے علی الخصوص چند سوار سرکاری رجمنٹوں کے جو وہاں موجود تھے وہ ہر طرح کی لڑائی جانتے تھے اور اُنھوں نے بہت سے سواروں کو اگر قواعد داں نہ بنایا تھا تو سپاہی تو ضرور کرلیا تھا چودھری صاحبوں کی طرف صرف مانگی بیکار تھی کہ جب گنواری بگل گانوں میں (پٹ تا) پٹتا تھا سب گنوار جمع ہوجاتے تھے چودھری صاحب جو ان کو اکٹھا کرتے تھے دونوں وقت پوریاں اور کھانا پکا پکا کر دیتے تھے اس سبب سے چودھری صاحبوں نے بہت زیرباری اٹھائی چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور کے ہاں مدّت تک ہزارہا گنوار جمع

رہے اور پانچ پانچ چھ چھ ہزار آدمی کو انھوں نے کھانا دیا شیر کوٹ کی چڑھائی میں چودھری پرتاب سنگھ کے سبب بہت آدمی جمع ہوئے تھے اور در حقیقت دھام پور میں لام کا اس کثرت سے جمع ہونا اور چودھریان کانٹ) کانٹھ کا مع اپنی جمعیت کے آنا صرف چودھری پرتاب سنگھ کا سبب تھا اور اسی جہت سے نہایت زیر باری اُن لوگوں کے کھانا دینے میں چودھری صاحب نے اٹھائی علیٰ ہذا القیاس چودھریان ہلدور بھی مدت تک اِن گنواروں کے کھانا دینے میں زیر بار رہے میں نے اپنی آنکھ سے ہلدور میں دیکھا کہ دن رات چودھریان ہلدور کے ہاں اِن گنواروں کو کھانا دیا جاتا تھا کوئی وقت دن رات میں ایسا نہ تھا کہ دو دو سو تین تین سو آدمیوں کا غول بیٹھا کھانا نہ کھاتا ہو چودھریان بجنور نے بھی جہاں تک اُن سے ہو سکا اس قسم کی زیر باری اٹھائی پھر اِن گنواروں کے غول کا یہ حال تھا کہ صرف لوٹ کے لالچ سے جمع ہوتے تھے اور لوٹنے کے سوا اور کچھ مطلب اور دلی مقصد اُن کا نہ تھا اطاعت کا یہ حال تھا کہ جو اپنا دل چاہتا تھا وہ کرتے تھے اور کسی چودھری کی بات نہ مانتے تھے بلکہ بارہا چودھریوں کے سامنے سخت کلامی اور بدزبانی سے پیش آتے تھے لاچار چودھریوں کو خود دبنا پڑتا تھا بہادری کا یہ حال تھا کہ جہاں کسی کے غول میں سے کوئی آدمی زخمی ہو کر یا مر کر گرا اور سارا غول بھاگا پھر اگر رسی باندھ کر کھینچو تو نہ تھمتے تھے بہتیرا کہتے تھے کہ ارے بھائیوں پوریاں تو یوں دوڑ دوڑ کر لیتے تھے اور اب بھاگے جاتے ہو کوئی نہ سنتا تھا ہتھیار (ہتیار) اور سامان کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑے غول میں آٹھ سات دس بندوقوں کے سوا نہ ہوتی تھیں + مو باقی اکثروں کے پاس برچھی اور ٹوٹی تلوار یا گنڈاسہ اور بعضوں کے پاس نری لاٹھی نتیجہ اس بیان کا یہ ہے کہ نواب کی دونوں جگہ شکست ہونی ایک اتفاقیہ بات تھی دونوں طرف کے فوجوں کا سچا سچا حال سن کر کوئی عقل مند اس بات پر رائے

نہیں دینے کا کہ یہ گنواروں کی بھیڑ نواب کی فوج پر فتح پاتی اصلی سبب ان دونوں جگہ کی فتح کا یہ ہوا کہ اُس زمانہ میں نواب کے پاس توپیں صرف دو تھیں اور وہ دونوں شیرکوٹ پر گئی تھیں ان میں سے ایک توپ پھٹ گئی اور ایک گرپڑی احمد اللہ خاں نے صرف اس دہشت کے مارے کہ توپوں کا جو چودھریوں کے پاس ہیں مقابلہ نہ ہوسکے گا اور آدمیوں کی کثرت سے ڈر کر رات کو گڑھی میں سے بھاگ گیا بجنور میں محمود خاں کے پاس کوئی توپ نہ تھی جب اس کے کان میں چودھریوں کی توپ کی آواز پہنچی اُسی ڈر سے نواب بھاگ گیا کیونکہ اُس زمانہ تک توپ کا ڈر بہت تھا اور یہ بات پیچھے تجربہ میں آئی ہے کہ ہندوستانی توپ سے کوئی آدمی نہیں مرسکتا اب بے اختیار دل چاہتا ہے کہ کچھ تھوڑا سا توپوں کا بھی حال لکھوں طرفین کی توپیں اور طرفین کے گولہ انداز ایسے خوب تھے کہ اگر ہمالیہ پہاڑ نشانہ کی جگہ رکھ کر اُن سے کہا جائے کہ اس پر گولہ مارو تو خدا سے امید یہی ہے کہ ہمیشہ خطا کرے گا بلکہ اگر خطا سے بھی خطا نہ کرے تو خطاوار ہوگا ہلدور کی شکست کے دن نواب کے گولہ اندازوں نے اس مکان پر جس میں میں اور ڈپٹی صاحب تھے ستر گولہ سے کم نہ مارا ہوگا مگر ایک بھی نہ لگا حالانکہ اس کے سامنے بہت صاف میدان اور بہت اچھا موقع نشانہ لگانے کا تھا جب کہ ہم نے اُن کے توپ کے مورچہ پر اپنے مکان سے جزائیل اور بندوق کی گولیاں مارنی شروع کیں تب اُنھوں نے ہمارے مکان کے مقابل سے مورچہ توپ کا اُٹھالیا میں قسم کھاکر کہہ سکتا ہوں کہ اتنی لڑائیوں میں ایک آدمی بھی توپ کے گولہ سے نہ مرا ہوگا۔

رائے اس امر میں کہ ان لڑائیوں کو لوگ کیا سمجھتے تھے

اس امر میں رائے لکھنے کو میں بہت عمدہ بات سمجھتا ہوں کہ یہ لڑائیاں جو ہوئیں آیا لوگوں کے دل میں جو طرفین کے طرف لڑنے کو جمع ہوتے تھے یہ بھی خیال تھا کہ ان میں سے کسی کے ساتھ ہو کر لڑنا سرکار دولتمدار انگریزی کے برخلاف لڑائی کرنی ہے میں اس میں کچھ شک نہیں کرتا کہ نواب کے حال قال اور جو جو کام وہ کرتا تھا ان سے سب کو ظاہر ہو گیا ہو گا کہ نواب سرکار کے برخلاف ہے اور اُس کا دلی ارادہ سرکار کی بدخواہی اور دل کی دعا، کہ خدا اُس کی دعا کو اُسی پر ڈالے) زوال حکومت سرکار رکھتا اور چودھری صاحبوں کا کچھ ارادہ خودسری حکومت اور ملک گیری کا نہ تھا مگر ضلع کے لوگوں کا میری رائے میں یہ حال تھا کہ ان لڑائیوں میں نواب کے ساتھ ہو کر چودھریوں سے لڑنے کو سرکار سے لڑنا یا برخلاف سرکار کے لڑائی کرنی نہیں سمجھتے تھے سب کے خیالوں میں چودھریوں اور نواب کا مقابلہ تھا جس میں گویا سرکار بیچ میں سے علاحدہ تھی اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ جو لوگ چودھری صاحبوں کے ساتھ ان لڑائیوں میں شریک تھے اپنے تئیں چودھری صاحبوں کا حامی اور مددگار سمجھتے تھے سرکار دولت مدار انگریزی سب کے دلوں سے الگ تھی کہ ہماری اس رائے کی تصدیق اوپر کے تمام حالات اور دفتر سرکاری کا جلنا اور تمام مال سرکاری کا لٹنا بخوبی کرتی ہے

جناب صاحب کلکٹر کے خط کا چودھریوں کے نام آنا

ان لڑائیوں کے بعد ایک خط جناب مسٹر الکزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر کلکٹر

و مجسٹریٹ بجنور کا بنام چودھریان ہلدور وچودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور اور چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیر کوٹ آیا اس کے آنے کے بعد چودھری صاحبان اس بات پر متوجہ ہوئے کہ جملہ حالات ضلع کی اطلاع حکام کو کی جائے چنانچہ اس خط کی نقل اِس مقام پر لکھتے ہیں۔

نقل خط

نقل خط مذکور مورخہ ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء مقام منصوری۔

اِن دنوں میں چند خبر ہا بابت ضلع بجنور سمع میں پہنچیں سب سے دریافت ہوتا ہے کہ خاص تمہارے علاقہ میں انتظام جہاں تک ہوسکے بخوبی چلتا ہے مگر نواب محمود خاں صاحب تقاضائے شدید بابت اقساط گذشتہ کے ایسا کرتے ہیں کہ کل تعلقہ داران نہایت ناراض ہیں فقط۔ حالانکہ آپ کو واضح ہوگا کہ وقت روانہ ہوجانے ہمارا انتظام ضلع ہذا سپرد نواب صاحب کے کیا گیا اس امید سے کہ ساتھ خیرخواہی تمام انتظام ان کی طرف سے بخوبی ہوجاوے چونکہ عرصہ سے کسی طرح کا خبر نواب صاحب کا ہمارے پاس نہیں پہنچا ہے بلکہ چند خطوط پاس نواب صاحب بھیجے گئے ہیں مگر جواب ایک خط کا بھی نہیں بھیجتے ہیں اس لئے لاچار ہوکر اور بسبب بے خبری اصل حال ضلع اب تم کو لکھا جاتا ہے کہ بالفعل اور تا حکم ثانی تم تعلقہ دار اپنے علاقہ کا انتظام اپنے ذمہ سمجھو اور زر قسط سرکاری اپنے پاس امانت رکھو فقط آج کے دن خط پاس نواب صاحب کے بھی روانہ ہوتا ہے دیکھا چاہئے کہ کیا وجوہات ان کی طرف سے پیش ہوں گی کہ خطوط ایں جانب کا بے جواب رہا یقین ہے کہ چند روز میں اُن کی طرف سے جواب ایں جانب کے پاس پہنچے گا آپ کو

اطلاع دی جاوے گی زیادہ لکھنا فضول ہے اس لئے کہ کوتہ اندیشان کا حال جو نمک حرامی کے ساتھ کمر باندھ لی ہے تم کو بخوبی معلوم ہوا ہے بلاشک واضح ہوگا کہ چند روز نہیں گذریں گے کہ دخل سرکاری ہو جاوے آپ خاطر جمع رکھو، بدستور سابق بخوبی سمجھو کہ جو لوگوں نے اس زمانہ میں خاطر داری نیک ادائی پیش کرے اُن کے واسطے حد سے بہتر ہوگا۔

بجنور کی لڑائی کے وقت اپنا حال اور پار اُترنے سے چودھریان بجنور کا مانع ہونا

جبکہ بجنور میں لڑائی ہوئی تو ڈپٹی کلکٹر صاحب ہلدور میں تھے اور ہماری کمیٹی کے تینوں ممبر یعنی میں اور سید تراب علی تحصیل دار بجنور اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر بجنور میں اپنے اپنے مکان بند کئے بیٹھے تھے اور جو صدمہ ہمارے دل پر تھا اس کا بیان کرنا ممکن نہیں کیونکہ ہمارے خیال میں بھی نواب کی شکست ہونی نہیں آتی تھی اور خوب ہم کو یقین تھا کہ نواب ہم تینوں کی جان نہیں بخشے گا کیونکہ سچا جرم طرف داری اور خیر خواہی سرکار اور خفیہ خط و کتابت کا جو اس نے ہماری طرف لگا رکھا تھا اُس کے سوا یہ بڑا شبہ اس کے دل میں پیدا ہوا تھا کہ چودھریوں کا لڑنا علی الخصوص چودھریان بجنور کا مقابلہ پیش آنا یہ ہم لوگوں کے اغوا سے ہوا حالانکہ ہم اس اخیر الزام سے بالکل بری اور بے خبر تھے جبکہ نواب کی شکست ہوئی ہم نے اپنی زندگی دوبارہ سمجھی اور یہ بات چاہی کہ گنگا پار میرٹھ چلے آویں کیونکہ جو ظالم ہمارے سدراہ ہو رہا تھا اور ہم کو بجنور سے نہیں نکلنے دیتا تھا نہ رہا تھا مگر گھاٹ پر چودھری صاحبان کا بندوبست تھا اور غدر راہ کا ایسا ہو گیا تھا کہ بدون اعانت اور مدد چودھری صاحبوں کے

ص۱۶۲ ؎ ایک قدم راہ طے کرنی ممکن نہ تھی اس لئے ہم نے چودھریان بجنور سے چند روز تک نہایت عاجزی سے التجا کی مگر اُنھوں نے ہم کو نہ نکلنے دیا اور جو ہماری قسمت میں مصیبت تھی ہم پر پڑی ہیں کچھ بُرائی کا الزام اس بات میں چودھری صاحبوں کو اپنے نہ نکلنے دینے میں نہیں دیتا بلکہ اُن کو یا یہ بے جا خیال دل میں رہا کہ یہ لوگ حکام انگریزی پاس جا کر اپنی سرخ روئی اور اپنی خیر خواہی ہم سے زیادہ جتاویں گے یا یہ سمجھے کہ دفتر جلنے یا مال سرکاری لٹنے کا حال صاف کہہ دیں گے اور پھر کئی دن بعد ان کو یہ خیال ہوا کہ ان کے چلے جانے سے انتظام ضلع کا نہ ہوسکے گا اور رعایا کے دل ٹوٹ جاویں گے مگر ہم کو یہاں کے رہنے سے کمال رنج تھا کہ ہم نہایت بے بس اور بے کس تھے اور ہمیشہ ہم کو یقین تھا کہ اب نواب بجنور چھین لے گا اور ہم پکڑے اور مارے جاویں گے۔

عرضیاں حالات ضلع کی بحضور حکام بھیجنا

جبکہ ہم کو بجنور سے چھوٹنے اور حکام پاس حاضر ہونے کی توقع جاتی رہی تو ہم تینوں آدمیوں نے عرضیاں تمام حالات جنگ اور شکست ہونے نواب کی بحضور جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور اَور حکام انگریزی کے لکھیں اور سررشتہ کی روبکاری درباب جل جانے دفتر دیوانی کے روانہ کی اور چونکہ چودھری صاحب پہلے سے بھی خط و کتابت حکام انگریزی سے رکھتے تھے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر کے خط کے آنے کے بعد زیادہ تر متوجہ تحریر حالات ہوگئے تھے اور ہماری کمیٹی کے ایک ممبر پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر بھی اس بات کی ہمیشہ تائید کرتے رہتے تھے اور سرکار انگریزی کی حکمت عملی اور شجاعت ذاتی کو جو اچھی تعلیم یافتہ ہونے کے سبب ان کو معلوم تھی ہر ایک کو سمجھاتے رہتے تھے اور

بعض آدمیوں کی زبان پر جو یہ بات آجاتی تھی کہ بسبب نمک حرام ہو جانے کل فوج ہندوستانی کے سرکار کی عملداری کو پائداری ہونا بہت مشکل ہے اس خیال کو شائستہ تقریر سے دور کرتے تھے اور خاص میرا قول اور دلی رائے جس میں کبھی فرق نہیں آیا یہ تھی کہ فتح و شکست کثرت و قلت تعداد آدمیوں پر موقوف نہیں ہے اور بڑی شجاعت بھی کام نہیں آتی بلکہ دانائی اور تدبیر اور قواعد جنگ اور ہتھیاروں کو علمی و عملی قواعد سے کام لانے سے ہوتی ہے پھر بہت بھیڑوں کا گٹھیلے اور داؤں گیرے ایک شیر کے سامنے بھی جمع ہونا کیا حقیقت رکھتا ہے۔ ص ۶۳

ان باتوں پر لحاظ کر کے جملہ چودھری صاحبوں نے بھی اپنی اپنی عرضیاں متضمن ان وارداتوں اور اپنی اطاعت اور فرمان بردار ہونے سرکار کے بحضور حکام ذی شان کیں اور فرمان بادشاہی جو نامحمود خاں کے نام آیا تھا اور بعد بھاگنے نامحمود خاں کے اُس کے کاغذات میں سے پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے تلاش کر کے مع اور مفید اور بکار آمد کاغذوں کے نکالا تھا اُس فرمان کو چودھری جودھ سنگھ رئیس بجنور خود لے کر بحضور جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر اسپیشل کمشنر اور صاحب جج مراد آباد روانہ میرٹھ ہوئے۔

مگر ہمارا اضطرار قیام بجنور سے بدستور تھا اور ہم سنتے تھے کہ نامحمود خاں اور علی الخصوص احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں درستی سامانِ جنگ میں مصروف ہیں اور ان کی سپاہ بھی ان کے پاس جمع ہوتی جاتی ہے اور قریب چار ہزار آدمی ملازم کے وہاں جمع ہو گیا ہے اور ضرور ارادہ بجنور پر حملہ کرنے کا ہے بلکہ دو دفعہ خاص بجنور میں غلغلہ پڑ گیا کہ نواب چڑھ آیا اور عجیب حالات بجنور میں صرف اس غلغلہ سے ہو گئی اور چودھری جودھ سنگھ جو کنوئیں میں سے روپیہ تلاش کرنے کو بیٹھے تھے ایسے بے اوسان گھر پہنچے تھے کہ سب کی جان ہوا ہو گئی تھی اور چودھری نین سنگھ

کے بھی ہوش جاتے رہے تھے اس سبب سے ہم کسی طرح اپنی جان کو بچا ہوا نہیں سمجھتے تھے اور ہر وقت بجنور سے نکلنے کی تدبیریں تھے مگر اپنے بس کی کوئی بات نہ تھی لاچار ہم نے یہ تدبیر کی کہ کسی حکمت سے ہم ہلدور چلے جاویں چودھری رندھیر سنگھ فہمیدہ آدمی تھے ان سے کہیں کہ ہمارے روکنے سے بجز اس کے کہ ہماری جان جاوے اور کچھ فائدہ نہیں ہے ہمارے حال پر رحم کر کے ہم کو گنگا پار اتار دو۔

صدر امین اور تحصیلدار اور ڈپٹی انسپکٹر کا ہلدور جانا

چنانچہ چودھری نین سنگھ صاحب بھی ہلدور جانے اور پھر واپس آنے کے اقرار پر راضی ہوئے ہم نے بجنور سے نکلنا غنیمت سمجھا اور چودھری نین سنگھ صاحب نے چند آدمی اپنے معتمد ہمارے ساتھ کئے اس فہمائش سے کہ پھر ہم کو بجنور میں واپس لاویں اور ہم سید تراب علی تحصیلدار اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر بارہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہلدور روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر بجنور کے واپس آنے سے انکار کیا مگر پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر اس سبب سے کہ اُن کے قبائل سب بجنور میں تھے اُن کو واپس آنا ضرور تھا چنانچہ تیرہویں تاریخ کو وہ بجنور میں واپس آئے۔

ہلدور میں جو رئیس جمع تھے اس کا بیان اور وہاں کے مشورہ کی کیفیت

جب ہم ہلدور پہنچے تو چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور بھی وہاں تھے اور میر صادق علی رئیس چاندپور بھی وہاں آئے ہوئے تھے اور در باب انتظام ضلع گفتگو مقصود تھی، ہم نے مداخلت انتظام ضلع سے بدون حکم سرکار صاف انکار

کیا میر صادق علی کی یہ رائے پائی کہ جس طرح جناب صاحب کلکٹر بہادر نے اپنے خط مورخہ ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء میں لکھا ہے ہر ایک رئیس اپنے اپنے علاقہ کا انتظام کرے کہ اس میں پرگنہ چاند پور کی جداگانہ حکومت میر صادق علی کی قائم رہتی تھی ہم نے ہلدور سے ایک اور عرضی جملہ رئیسوں کی طرف سے اور اپنی اور سید تراب علی اور ڈپٹی صاحب کی طرف سے کہ یہ سب ہلدور میں موجود تھے جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر پاس روانہ کی اور کنہیا لال ڈگری نویس محکمہ صدر امینی کو بھی بھیجا اور اسی تاریخ چودھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدور اور چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پورا اور میر صادق علی رئیس چاند پور واسطے انتظام کے روانہ بجنور ہوئے مگر ۱۴ تاریخ کو میر صادق علی چاند پور چلے گئے اور چودھری صاحبان وہاں مقیم رہے ان تمام گفتگوؤں میں جیسی اچھی رائے ہم نے چودھری پرتاب سنگھ کی پائی اور ہر وقت جیسا ڈر حکام انگریزی کا ان کے دل میں ہم نے پایا اور کسی میں نہیں دیکھا ہر دم اس کی زبان پر یہ بات تھی کہ فلاں کام کرتے ہو مگر یہ بھی خیال ہے کہ حکام انگریزی اس پر کیا کریں گے

سید تراب علی تحصیلدار کا واسطے لینے اہل و عیال نگینہ جانا رام دیال سنگھ کا واسطے انتظام اور لانے سانچہ کے نگینہ کو روانہ ہونا

غرض کہ ان معاملات کے بعد چودھری بدھ سنگھ سے ہم نے اپنا مطلب عرض کیا کہ ہم کو مدد دے کر پار اتروا دو ہمارے اصرار پر انھوں نے اقرار کیا اور پچاس آدمی دینے تجویز کئے اور یہ بات ٹھہری کہ سید تراب علی تحصیلدار بجنور نگینہ میں جا کر با عانت رام دیال سنگھ جو اسی روز واسطے انتظام نگینہ اور لانے سانچہ توپ کے جو نجو خاں نے نواب کے لئے بنوائی تھی روانہ نگینہ ہوئے تھے اپنے قبائل کو

ص۶۵: ہلدور میں لے آویں تاکہ ہم سب مل کر گنگا پار اتر جاویں اور سید تراب علی کو بھی فہمائش ہوئی کہ تم نگینہ میں مدت تک رہے ہو وہاں کے لوگوں کو فہمایش بھی کر دو کہ ہندو و مسلمان آپس میں کچھ فساد نہ کریں چنانچہ سید تراب علی چودھویں اگست کو روانہ نگینہ ہو گئے

انتظام ضلع کے لئے کچھ سرکاری فوج آنے کی تجویز

جب یہ عرضیاں چودھری صاحبوں کی اور ہماری میرٹھ میں بحضور حکام پہنچیں تو جملہ حکام کی یہ رائے قرار پائی کہ ایسی حالت میں تھوڑی سی فوج کا مع حکام ضلع ، ضلع میں بھیج دینا مناسب ہے اور کچھ تھوڑی سی فوج کی واسطے لے جانے ضلع کے تجویز بھی ہوئی اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر اس امر میں بہت ساعی ہوئے چنانچہ جملہ حکام نے اس تجویز کو منظور کر کے رپوٹ واسطے فراہمی فوج مجوزہ اور صدور حکم واجازت روانگی ضلع کے بحضور گورنمنٹ آگرہ روانہ کی اور منتظر صدور حکم رہے۔

تا تشریف آوری حکام انتظام ضلع کا ڈپٹی کلکٹر او صدر امین کو سپرد ہونا اور سپردگی ضلع کے خطوط آنے

اور یہ تجویز کی کہ محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین یعنی مصنف تا تشریف آوری حکام انگریزی انتظام ضلع از جانب سرکار کریں چنانچہ بیندرہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء بمقام ہلدور شام کے وقت ہمارے پاس ایک خط جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر صاحب جج و اسپیشل کمشنر بنام میرے اور ایک خط بنام محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور ایک خط جناب مسٹر ولیم صاحب بہادر کمشنر میرٹھ کا بنام ہم دونوں کے اور ایک خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ کا بنام ہم دونوں کے واسطے انتظام ضلع

کے پہنچے اور یہ سب خط مورخہ تیرہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کے تھے اگرچہ یہ سب خط ایک آفت کے وقت جن کا ذکر آگے آوے گا ہم نے بجنور میں جلا دیے اور میرٹھ میں جب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی نقلیں بھی دفتر میں نہیں تھیں، کیونکہ بہت جلدی میں اور نازک وقت میں لکھے گئے تھے مگر جو مضامین اُن کے کہ سب متحد تھے ہم کو یاد ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں امید ہے کہ بے تفاوت ہوں

مضمون خطوط

خلاصہ مضامین خطوط مذکورہ مورخہ تیرہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء

بنام محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سیّد احمد خاں صدر امین بجنور جو کہ تمہاری ؟ ص تحریر سے اور چودھریان ضلع بجنور کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بسبب ظلم اور زیادتی نواب کے جو چودھریان ضلع بجنور پر اُس نے کی چودھریوں اور نواب میں مقابلہ ہوا اور نواب شکست کھا کر بھاگ گیا اور اب انتظام ضلع کا ضرور ہے اس لئے تم دونوں کو لکھا جاتا ہے کہ تم دونوں اہل کار سرکاری اپنے تئیں تمام ضلع کا جانب سرکار سے منتظم سمجھ کر بالاتفاق انتظام ضلع کا کرو اور جملہ چودھریان ضلع بھی یہی درخواست رکھتے ہیں کہ تمہارے ہاتھ میں انتظام ضلع کا رہے۔

چودھری صاحبوں نے جو اپنی عرضیاں بھیجی تھیں ان کے جواب میں بھی یہی لکھا آیا کہ رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر اور سیّد احمد خاں صدر امین کو منتظم ضلع مقرر کیا گیا تم لوگ ان کے ممد و معاون رہو اور اب حکام انگریزی مع فوج کے جلد اس ضلع میں آجاویں گے چنانچہ مسٹر جان کری کرافٹ ولسن صاحب بہادر نے جو خط بنام چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیرکوٹ لکھا تھا اور وہ ہم کو

اُن کے پاس سے ملا اِس مقام پر بلفظہ نقل کرتے ہیں۔

جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر کا پروانہ چودھری امراؤ سنگھ کے نام

رفعت وعوالی مرتبت گرامی قدر چودھری امراؤ سنگھ صاحب سلمہ الرحمٰن عرضی آپ کی مشعر حالات ظلم اور بدعت نواب محمود خاں کے پہنچی سب حال معلوم ہوا کمال افسوس و رنج ہے کہ آپ کا اس قدر نقصان عظیم ہوا اور شیو راج سنگھ اور قبیلہ اس کا قتل ہوئے اللہ تعالیٰ کوئی آفت کسی شخص پر نازل نہیں کرتا کہ جس کے بعد کچھ تسلی نہ ہو اگر اس قدر ظلم یعنی غارت گری و قتل عزیزان تمہارا پٹھان لوگ نہ کرتے تو تم سب رؤسائے ہنود یک دل ہو کر کیونکر اُس کو نکالتے اب تم سب ہنود نے اتفاق کر کر اُس ظالم نواب کو نکال دیا اگر سابق سے بھی تمہارے باہم ایسا اتفاق ہوتا تو جس قدر فوج باغی اس نواح میں تھی اس کا مارا جانا کیا مشکل ہوتا اور پھر کیا ضرورت چلے آتے ہم لوگوں کی وہاں سے ہوتی اور ایسی آفات تم لوگوں پر کیوں آتے خیر سب امور اپنے وقت معینہ پر منحصر ہیں اب بفضل خدا سب تکالیف تمہاری جلد رفع ہو جاتی ہیں بطلب ہماری جو آپ لکھتے ہیں سو ہم نے واسطے جانے بجنور کے گورنمنٹ کو لکھا ہے اور شیکسپیئر صاحب بھی پہاڑ سے بلائے گئے ہیں اب عنقریب بندوبست فوج کا ہو جاتا ہے ہم تھوڑی سی فوج معتبر لے کر عنقریب آویں گے اور سید احمد خاں صدر امین اور رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کو لکھا گیا ہے کہ تا پہنچنے ہمارے وہ انتظام وہاں کا اچھی طرح کریں گے اور مسٹر پامر صاحب جنٹ مجسٹریٹ بجنور کا جو حال آپ نے دریافت کیا تھا سو وہ مظفر نگر میں ہیں میرٹھ میں آئے تھے سو آج رات کو میرانپور میں ہوں گے بطلب خط بنام والی رام پور جو آپ نے لکھا

ف[۵۱] حاشیہ صفحہ ۱۹۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔

تھا سو ہم نے کل کی تاریخ خط انگریزی نواب صاحب والی رام پور کو لکھ بھیجا ہے اور ایک خط انگریزی مکرر آج بھی حسب درخواست آپ کے لکھ کر ان کے پاس بھیج دیں گے میرٹھ سے تا الب گنگ ڈاک، ہرکارہ کی معرفت پوسٹ ماسٹر صاحب میرٹھ بٹھائی جاتی ہے بجنور سے تا اُس کنارہ آپ ہرکارہ معتبر اور خواہ مرد مسلح مقرر کر دیجیے اور حالات روزانہ اُس نواح سے اطلاع دیتے رہیئے اور واسطے عبور ہرکارہ کے ایک ڈونگی مقرر کرا دیجئے حال لگا دینے توپ کا اپنے مکان پر بہ نسبت بھانجہ نواب ظالم جو آپ نے لکھا تھا سو اہل ہند جنھوں نے توپ نہیں دیکھی توپ سے بہت ڈرتے ہیں مگر جب توپ ناواقف کے ہاتھ میں ہے تب وہ توپ ہتھیار نہیں جیسا لوگ خیال کرتے ہیں اگر یہ پٹھان لوگ اہل ہنود پر جو توپ لگا دیں تو یہ تدبیر کرنی چاہیئے کہ دو دو آدمی چاروں طرف پھیل جاؤ اور بیچ میں فاصلہ سو سو قدم کا چھوڑ دو اور چاروں طرف سے ایک ہی وقت گولہ اندازوں پر حملہ کرو جب وہ توپ چلا چکیں جب توپ پچاس قدم رہ جاوے تب گویا تمہارے ہاتھ لگ گئی سمجھو مگر جو بھیڑ کی مثال خوفناک ہو کر ایک ہی جگہ کھڑے ہو جاؤ گے تو تمہارا نقصان عظیم ہوگا ورنہ توپ کچھ خاک بھی نہیں کر سکتی اور تھوڑے ہی دن کی بات ہے کہ ایک کمپنی گوروں نے آٹھ ضرب توپ کلاں ندی ہینڈن پر تلنگوں سے چھین لی تم بھی اسی طرح عمل میں لاتے رہو تحریر چودھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء

بعض کلمات جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر جو صاحب ممدوح نے سیّد احمد خاں کی نسبت فرمائے

میں نہایت متامل ہوتا ہوں اس اگلی بات بیان کرنے سے کہ میں اپنی نسبت

(بقیہ حاشیہ صـ۱۹۰)
گنگا کے کنارے ضلع مظفر نگر کا ایک قصبہ۔ یہاں انگریز حکام مقیم رہے اور یہیں سے خط و کتابت کرتے رہے۔

ص ۹۰: آپ لکھتا ہوں کہ درحقیقت میں خود نہیں لکھتا بلکہ اپنے آقا کی بات بیان کرتا ہوں
اور پھر مجھ کو نہایت خوشی ہوتی ہے کہ گو میرے آقا نے میری نسبت بات کہی ہوویں
کیوں نہ اس کو کہوں اور کس لئے نہ لکھوں کہ اپنے آقا کی بات سے خوش ہونا اور
اس کو بیان کرکر اپنا فخر کرنا نوکر کا کام ہے یعنی جب میں میرٹھ آیا اور بیماری نے مجھ کو
کمال ستایا تو میرے آقا مسٹر جان کری کرافٹ ولسن صاحب بہادر دام اقبالہ صاحب
جج اور اسپیشل کمشنر میری عزت بڑھانے کو مجھے دیکھنے آئے اور مجھ سے یہ بات کہی کہ تم
ایسے نمک حلال نوکر ہو کہ تم نے اس نازک وقت میں بھی سرکار کا ساتھ نہیں چھوڑا
اور باوجودیکہ بجنور کے ضلع میں ہندو اور مسلمان میں کمال عداوت تھی اور ہندوؤں نے
مسلمانوں کی حکومت کو مقابلہ کرکے اُٹھایا تھا اور جب ہم نے تم کو اور محمد رحمت خاں
صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر کو ضلع سپرد کرنا چاہا تو تمہاری نیک خصلت اور اچھے چلن
اور نہایت طرف داری سرکار کے سب تمام ہندوؤں نے جو بڑے رئیس اور ضلع میں
نامی چودھری تھے سب نے کمال خوشی اور نہایت آرزو سے تم مسلمانوں کا اپنے پر
حاکم بننا قبول کیا بلکہ درخواست کی کہ تم ہی سب ہندوؤں پر ضلع میں حاکم بنائے
جاؤ اور سرکار نے بھی ایسے وقت میں تم کو اپنا خیرخواہ اور نمک حلال نوکر جان کر
کمال اعتماد سے سارے ضلع کی حکومت تم کو سپرد کی اور تم اُسی طرح وفادار اور نمک
حلال نوکر سرکار کے رہے اس کے صلہ میں اگر تمہاری ایک تصویر بنا کر پشت ہا پشت
کی یادگاری اور تمہاری اولاد کی عزت اور فخر کو رکھی جاوے تو بھی کم ہے میں اپنے
آقا کا کمال شکر ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ پر ایسی مہربانی کی اور میری قدردانی کی
خدا اُن کو سلامت رکھے آمین ۔

ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین کا بجنور میں آنا اور ضلع کا انتظام اٹھانا اور سرکار کے نام سے منادی کا کرنا

غرض کہ جب یہ حکم ہمارے نام پہنچا تو ہم نے اُس کی اطاعت کرنی اپنی کمال عزت سمجھی اور میں اور محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر ہلدور سے بجنور میں آئے اور انتظام ضلع اپنے ہاتھ میں لیا اور اشتہارات عمل داری سرکار دولت مدار کے جاری کیے اور تمام ضلع میں سرکار کمپنی انگریز بہادر کے نام سے منادی پٹوائی اور روبکاری اُٹھا لینے انتظام کی جس کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں بحضور حکام روانہ کی۔

رُوبکاری باطلاع شروع کرنے انتظام ضلع کے

ص ۶۹

روبکاری کچہری فوجداری ضلع بجنور بہ اجلاس محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ و سید احمد خان صدر امین منتظمان ضلع بجنور واقعہ ۱۶ اگست سنہ ۱۸۵۷ء۔

احکام جناب صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر ضلع مراد آباد اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور مورخہ ۱۳ اگست سنہ ۱۸۵۷ء ہمارے نام پندرھویں اگست سنہ حال کو وقت شام اس ارشاد سے پہنچے کہ ڈپٹی کلکٹر و صدر امین باہم متفق ہو کر تشریف آوری حکام انگریزی کے انتظام ضلع بجنور کا کریں چنانچہ بہ مجرد پہنچنے احکام سرکار کے ہم لوگ بمقام بجنور حاضر ہوئے اور چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور اور چودھری

پرتاب سنگھ رئیس تاج پور بھی بمقام بجنور موجود ہیں چنانچہ ہم باعانت رئیسان مذکور اور رئیسان بجنور انتظام ضلع میں مصروف ہوئے اور احکامات اور اشتہارات مناسب جاری کئے اور جہاں جہاں کہ لوگ واسطے مفسدہ کے جمع تھے ان کو متفرق کرنے کی تدبیر کی گئی لہٰذا

حکم ہوا کہ

نقل اس روبکاری کی بہ حضور جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر ضلع مرادآباد اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور کے کھیجی جاوے

سرکاری اسباب جو لٹ گیا تھا اس میں سے تھوڑے کا برآمد ہونا

بعد اس کے ہم نے بجنور میں ایک اور منادی پٹوائی کہ جس شخص نے اسباب سرکاری اور صاحبان انگریز کا اس ہنگامہ میں لوٹ لیا ہے وہ دے جاوے یا کسی مقام پر خفیہ رکھ جاوے اگر ایسا نہ کرے گا یا اسباب کو ضائع اور تلف کرے گا تو مجرم ٹھہرایا جاوے گا اس منادی پر بہت سی کتابیں دفتر کی اور بہت سا کاغذ اسٹامپ اور چند کتابیں سررشتہ نقشہ جات کی اور رجسٹری دستاویزات اور قوانین کی دستیاب ہوئیں اور کچہری تحصیلی میں جمع کی گئیں۔ ہری سنگھ امین بٹوارہ نے اس اسباب کے جمع کرنے اور سررشتہ نقشہ جات کی کتابوں کے بہم پہنچانے میں نہایت سعی اور کوشش کی اور چودھری نین سنگھ رئیس بجنور نے جس قدر کتابیں جمع کی تھیں اُنھوں نے بھی تحصیل میں بھیج دیں اور اسی طرح اَور بہت سا اسباب نکلنے کی توقع تھی مگر افسوس کہ تقدیر سے ہمارا ارادہ پورا نہ ہوسکا۔

رائے سیّد احمد خاں کی نسبت الفاظ منادی

جب ضلع ہمارے سپرد ہوا تو میری رائے یہ تھی کہ پرانے لفظ منادی کے یعنی "خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم کمپنی صاحب بہادر کا" بدلے جاویں اور بجائے ملک بادشاہ کا (کی) پکارا جاوے کہ "ملک ملکہ معظمہ وکٹوریا شاہ لندن کا" کیونکہ منادی میں ایسے الفاظ چاہیں کہ جن سے عوام الناس بغیر شک کے یہ بات سمجھے کہ درحقیقت ملک کس کا ہے اور ہمارا بادشاہ کون ہے اور ہم کس کی رعیت ہیں۔ لیکن بلا اجازت حکام صرف اپنی رائے سے اس دستور قدیم کو بدلنا مناسب نہ جانا اور اس باب میں ایک خاص رائے دینی دوسرے وقت پر موقوف رکھی۔

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا میران پور میں مقیم ہونا

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے ضلع کے حال پر کمال توجہ فرمائی اور خود میران پور میں مقیم ہوئے تاکہ روزمرہ کا حال صاحب کو معلوم ہوتا رہے اور ہر طرح ہماری تسلی اور تشفی رہے چنانچہ علاوہ اس روبکاری کے جس کا ذکر اوپر لکھا سولہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہم نے ایک رپورٹ حالات ضلع کی بہ حضور صاحب ممدوح روانہ کی جس کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں

نقل رپورٹ حالات ضلع مرقومہ ۱۶ اگست ۱۸۵۷ء

نقل رپورٹ محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین منتظمان ضلع بجنور بنام مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ مرقومہ

۱۶ راگست سنہ ۱۸۵۷ء حال اس ضلع کا یہ ہے کہ سوائے پرگنہ نجیب آباد کے اور سب طرف امن ہے قصبہ نہٹور اور سیوہارہ[1] اور میمن اور نگینہ میں کچھ لوگ بہ ارادہ مفسدہ جمع ہوئے تھے ان کے متفرق کرنے کی تدبیریں کی گئی ہیں غالب ہے کہ متفرق ہوگئے ہوں یا شام صبح ہو جاویں چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور اور چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور مع جمعیت مناسب بجنور میں موجود ہیں اور انتظام ضلع میں مع رئیسان بجنور ہر طرح کی مدد دیتے ہیں حال نجیب آباد کا یہ ہے کہ سنا جاتا ہے کہ نواب محمود خاں کے پاس قریب پانچ ہزار کی جمعیت اور ایک توپ برنجی نو تیار ان کے پاس موجود ہے اور نجیب آباد میں ایک توپ اور تیار کروائی ہے اور جس قدر دیہات قرب و جوار نجیب آباد کے ہیں ان کو لوٹتے ہیں اور جلاتے ہیں ہماری دانست

---

[1] سیوہارہ پرگنہ کا صدر مقام ہے - ۱۲ - ۲۹ ش اور ۳۵ - ۷۸ شرقی پر بجنور سے ۲۴ میل دور اونچی سطح پر واقع ہے تگوں کی بستی ہے (بجنور گزیٹر ص ۲۹۹ و ص ۳۰۰) ڈپٹی صاحب نے جن مجاہدین آزادی کے لئے بہ ارادہ مفسدہ لکھا ہے اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمایئے: "شاہ بھولن سیوہاروی کے بارے میں لکھا ہے ۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں آپ کا لنگرخانہ تمام غریبوں اور مسافروں اور فقر و فاقہ کے ہاتھوں پریشان لوگوں کے لئے کھلا ہوا تھا۔ سب آتے تھے اور کھاتے تھے۔ ان کو انگریزوں نے اسی الزام میں گرفتار کیا کہ دشمنوں کی مدارت کرتے تھے چنانچہ گرفتار کرکے ان کو انڈمان بھیج دیا گیا - وہیں ۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ کو رحمت حق سے واصل ہوگئے - (علماء کا شان دار ماضی جلد ۴ ص ۲۴۵ و ص ۲۴۶) ان کے حالات انوار العارفین فارسی ۱۲۹۰ھ مطبع صدیقی بریلی، میں بھی ملتے ہیں۔

ہیں جس قدر سرکاری فوج آنے میں توقف ہوگا اسی قدر ان کے پاس جمعیت زیادہ ہوتی جاوے گی اور اگر سرکاری فوج جلد تر اس ضلع میں آجاوے گی تو فی الفور اُن کی جمعیت منتشر ہو جاوے گی حال جاری ہونے ڈاک کا یہ ہے کہ جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر مرادآباد نے یہ حکم بھیجا ہے کہ ڈاک سابق جاری کی جاوے یعنی راولی سے مظفر نگر تو اُس کے اجرا کی تدبیر ہو رہی ہے اور حضور جو چاہتے ہیں کہ روزانہ خبر حضور کو بمقام جولی یا میران[۵] پور پہنچے تو اس کام کے لئے ضرور ہے کہ بذریعہ سوار ہر روز یہاں کے حالات حضور میں روانہ ہوا کریں کیونکہ مظفر نگر کی ڈاک جاری ہونے سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوگا اس واسطے مظفر نگر کی ڈاک بھی بدستور سابق جاری کریں گے اور حضور کے پاس جداگانہ معرفت سوار کی یا ہرکارہ کی روزانہ حالات یہاں کے روانہ کیا کریں گے

سترھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہم نے ایک اُوُر رپوٹ روئداد ضلع کی بہ حضور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کے روانہ کی اُس کی نقل بھی بعینہ مندرج کرتے ہیں۔

---

[۵] چھوٹا سا قصبہ مظفر نگر سے میرٹھ اور کھتولی سے بجنور براستہ دھرم پورہ گھاٹ جانے والی سڑک پر جنکشن پر بسا ہوا ہے۔ مظفر نگر سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے (غدر) کے زمانہ میں مسٹر پامر یہاں ۱۸۵۷ء کے آخر تک رہے۔ ۴ر فروری ۱۸۵۸ء کو غدر کے باغیوں نے اس پر حملہ کیا۔ اسٹیشن کو جلا دیا اور تین آدمی مار ڈالے۔ میران پور سے جو خط و کتابت انگریز حکام نے کی وہ اس کتاب میں درج ہے (گزیٹیر مظفر نگر صفحہ ۲۹۱ تا صفحہ ۲۹۵)

نقل رپورٹ ثانی متضمن روئداد ضلع مرقومہ ۱۷ اگست سنہ ۱۸۵۷ء

نقل رپورٹ محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین منتظمان ضلع بجنور مورخہ ۱۷ اگست سنہ ۱۸۵۷ء

اِس وقت تک حال ضلع بجنور کا بدستور ہے کوئی بات نئی نہیں ہوئی مگر کئی باتیں قابل عرض کے ہیں حضور ان کو بعد غور ملاحظہ فرماویں اور مفصل اُس کے جواب سے مطلع کریں اوّل یہ کہ نواب محمود خاں باوجود ان سب باتوں کے جو وقوع میں آئیں تدبیر جمع کرنے آدمیوں اور درستی توپوں میں مصروف ہے جس قدر حضور کے آنے میں توقف اور تاخیر ہوگی وہ سامان درست کرتا جاوے گا دوسرے یہ کہ اِس ضلع کے رئیسوں کے پاس کچھ فوج ملازم نہیں ہے بلکہ سب زمیندار اور آپس کی برادری وقت پر جمع ہو جاتی ہے اس صورت میں ایک مدت دراز تک جمع رہنا اُن لوگوں کا غیر ممکن ہے علاوہ اس کے اگر وہ لوگ جمع بھی رہیں تو اخراجات خوراک روزمرہ اُن کا اس قدر پڑتا ہے کہ کوئی رئیس متحمل نہیں ہو سکتا اور سوائے اس کے کارخانہ کاشتکاری کا کاشتکاری بالکل تباہ اور برباد اور مسدود ہوا جاتا ہے انجام کو یہ نقصان سرکار ہی پر عاید ہوگا اور باعث بربادی زمینداروں کا ہوگا اس صورت میں جلد تر آنا حکام کا اور فوج سرکاری کا اس ضلع میں ضرور ہے تیسرے یہ کہ حضور حکام والا مقام سے جو انتظام اس ضلع کا تا تشریف آوری حکام انگریزی ہم ملازمان سرکاری کی سپرد ہوا ہے تو ہم لوگ باعانت رئیسان اس ضلع کے انتظام میں مصروف ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر جمعیت ان لوگوں رئیسوں کی متفرق ہو جاوے گی

توکسی طرح انتظام ضلع کا ممکن نہ ہوگا کیونکہ ہم لوگوں کے پاس کچھ جمعیت فوج وغیرہ کی جس سے انتظام ضلع کا کیا جاوے نہیں ہے اور جس قدر برقنداز اور چپراسی تھانہ جات پر متعین تھے اُن میں سے اکثر غیر حاضر ہو گئے ہیں اور معہذا صرف اُن لوگوں سے ایسے وقت میں انتظام ضلع کا ممکن نہیں چوتھے یہ کہ اگر اس ضلع میں اندیشہ نواب محمود خاں کی یورش کا نہ ہوتا تو چنداں مشکل و دباب انتظام ضلع کے نہ ہوتی۔ ایسی حالت میں جس قدر جلد ممکن ہو سرکاری فوج کا آنا چاہیئے ورنہ کوئی صورت انتظام ضلع کے قائم رہنے کی معلوم نہیں ہوتی اور نواب محمود خاں پاس روپیہ اور سامان سرکاری جو لے گیا ہے بہت ہے اس سبب سے اس کو فوج رکھنے میں کچھ تامل اور دریغ نہیں ہے۔ پانچویں یہ کہ حضور جو یہ ارقام فرماتے ہیں کہ ہم میران پور میں صرف اس واسطے مقیم ہیں کہ ہر روز (روزہ) خبر ضلع بجنور کی حضور پاس پہنچتی رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی تشریف آوری اس ضلع میں چند روز توقف ہوگا۔ درصورت توقف بالکل بربادی ضلع اور برہمی انتظام مقصود ہے۔ اس واسطے امیدوار ہیں کہ حضور بتعین تاریخ ارقام فرمائیں کہ حضور کس تاریخ اس ضلع میں تشریف لاویں گے تاکہ بلحاظ اس کے انتظام جمع رہنے جمعیت کا کیا جاوے۔

جس قدر ہم تاکیـد واسطے آنے فوج سرکاری کے جناب جارج پامر صاحب بہادر کو لکھتے تھے اس سے زیادہ صاحب موصوف بدلًا اس میں کوشش کر رہے تھے۔ مگر ہنوز جواب اس رپورٹ کا جو گورنمنٹ میں روانہ ہوئی تھی نہیں آیا تھا۔ اس سبب سے صاحب ممدوح کوئی تاریخ درباب بھیجنے فوج کے ضلع میں اور کوئی دن اپنی تشریف آوری کا مقرر نہیں فرما سکتے تھے۔ الّا ہر طرح سے تشفی ہم لوگوں کی اور تسلی رئیساں کی فرماتے تھے اور نہایت دانائی سے ایسی تدبیریں

میں مشغول رہتے تھے کہ جس سے عوام الناس کی خاطر جمع رہے اور وہ جانیں کہ بہت جلد سرکاری فوج آنے والی ہے۔

بجنور سے براہ میران پور میرٹھ تک نئی ڈاک کا بٹھانا

در باب انتظام اور اجرائے ڈاک کے ہم نے بہت کوشش کی اور رو بکاری ضلع مظفر نگر میں واسطے بندوبست ہرکاروں کے گھاٹ روالی تک روانہ کی اور ایک نئی ڈاک بجنور سے میران پور ہوتی ہوئی میرٹھ تک بٹھانی تجویز کی اور بابو کنج لال ڈپٹی پوسٹ ماسٹر کو جو نواب کے ظلم سے ڈاک خانہ سے اٹھایا گیا تھا، بلاکر ڈاک خانہ میں بٹھا دیا اور دو ہرکارے بمقام بجنور اور دو ہرکارے بمقام گھاٹ دارانگر متعین کئے کہ دارانگر کے ہرکاروں کی آمد و رفت دہرم پورہ تک ہوتی تھی اور دھرم پورہ سے مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے انتظام چوکیات ہرکاروں کا کرایا تھا۔ چنانچہ یہ سب انتظام بخوبی ہو گیا تھا اور ڈاک جاری ہو گئی تھی اور سترھویں اگست ۱۸۵۷ء کو ہم نے رپورٹ تکمیل اور جاری ہونے ڈاک کی بخدمت جناب ممدوح روانہ کی۔

پنڈت رادھا کشن کا بحضور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بمقام میران پور جانا اور چودھریوں کا بمقام دہرم پورہ ملازمت کرنا

پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے یہ تجویز کی کہ وہ خود میران پور میں جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر پاس جائیں اور تمام حالات ضلع کے زبانی عرض کریں اور اگر ممکن ہو تو چودھریوں کی صاحب ممدوح سے بھی ملاقات کروائیں کہ اس میں صاحب ممدوح کو بھی بخوبی حالات ضلع سے اطلاع ہو گی اور چودھریوں کو بھی اور نیز سب لوگوں کو زیادہ تر طمانیت رہے گی۔ چنانچہ سترھویں تاریخ کو

پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر ایک آدمی اپنا اور ایک سوار چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور کا لے کر روانہ ہوئے اور میران پور میں صاحب ممدوح کی ملازمت حاصل کی اور تمام حالات ضلع زبانی عرض کئے اور بمقام دھرم پورہ جو کنارہ گنگ پر ہے چودھریوں کی ملازمت ٹھہرائی اور چودھریوں کو بلایا۔ چنانچہ چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور اور چودھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدور اور چودھری نین سنگھ رئیس بجنور دھرم پورہ میں گئے اور چودھری جودھ سنگھ جو پہلے پار گئے ہوئے تھے وہ بھی آشامل ہوئے اور ۱۸ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو صاحب ممدوح کی ملازمت کی۔ صاحب ممدوح نے سب کی تسلی اور تشفی فرمائی۔ اتنے میں غلغلہ پڑا کہ نواب بجنور پر چڑھ آیا اور یہ غلط خبر دھرم پورہ میں پہنچی۔ چودھری صاحبوں کا اس خبر کے سننے سے رنگ فق ہوگیا اور نہایت اضطرار کی حرکتیں کرنے لگے اور ہوش جلتے رہے مگر چودھری رندھیر سنگھ کا استقلال بدستور رہا اور وہ بخوبی اور دانائی سے صاحب ممدوح سے مصلحت کرتے رہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو کیا کیا جاوے۔ مگر درحقیقت یہ خبر غلط تھی۔ غرض کہ صاحب ممدوح نے بعد بات چیت کے سب کو رخصت کیا اور اسی تاریخ یہ سب لوگ مع پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر کے بجنور میں واپس آئے۔

دیہات قرب و جوار نجیب آباد کا پھونکا جانا

باایں ہمہ احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اپنی بدنیتی اور فساد انگیزی سے باز نہیں آتے تھے اور ہندوؤں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ اور دیہات قرب و جوار نجیب آباد کے لوٹنے اور پھونکنے میں مشغول تھے۔ چنانچہ شفیع اللہ خاں نے موضع موتی پور کو جلا دیا تھا اور مارڑے اور عبداللہ خاں نے جس کو نواب نے

تحصیلدار نگینہ بمعزولی مولوی قادر علی تحصیلدار کے مقرر کیا تھا۔ دیہات حسن پورہ وشفیع آباد و کاروکی و نرائن پور پٹی جاٹان کو کہ یہ سب گاؤں مسکن جاٹان تھے لوٹ لیا تھا اور پھونک دیا تھا اور میر جیون علی رئیس میمن بھی نجیب آباد میں موجود تھا اور ان کا شریک سمجھا جاتا تھا۔

رپورٹ تیسری درباب طلب خطوط بنام بعض رئیسان

اس لئے ہم نے ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو بحضور مسٹر جارج پامر صاحب بہادر رپورٹ کی اور یہ درخواست کی کہ صاحب موصوف کی طرف سے جیون علی کے نام خط جاری ہو کہ وہ شرکت سے باز آوے اور رائے ہمت سنگھ رئیس[51] ساہن پور

---

[51] یہ ساہن پور کے جاٹ خاندان سے تھے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ ناہر اسنگھ بتائے جاتے ہیں۔ یہ رم رائے پور (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ ان کے بیٹے بسرو سنگھ نے ۱۶۰۰ء میں اپنا موروثی گھر چھوڑا اور دلی کے قریب بہادر گڑھ میں رہنے لگے۔ ان کے لڑکے ٹھگ سنگھ پر جہانگیر مہربان ہوا اور ۱۶۰۲ء میں ۷۶ گاؤں کی ایک جاگیر پرگنہ جلال آباد، کرت پور، منڈاور میں مل گئی اور رائے صاحب کا خطاب عطا ہوا۔ اس کے بعد ۱۶۰۴ء میں نانگل بسایا اور ۱۶۰۶ء میں ساہن پور کا قلعہ بنایا۔

ایک اور روایت ہے کہ جب ہمایوں نے سوریوں کو شکست دی تو جاٹ یہاں آگئے اور جہانگیر سے خدمات کے صلہ میں یہ جاگیر حاصل کی جب کہ وہ یہر وواد شکار کھیلنے آتا تھا۔ جب بجنور برٹش سرکار کے قبضہ میں آیا تو یہ جاگیر انہیں کے پاس رہی۔ اسی خاندان کے ایک فرد رائے جہاں سنگھ کے قتل (۱۸۲۸ء) کے بعد یہ ریاست ان کے چھوٹے بھائی رائے ہمت کو ملی اور ۴۵ برس ان کے (باقی اگلے صفحہ پر)

کے نام بھی خط طلب کیا۔ اس مطلب سے کہ ان کا علاقہ متصل نجیب آباد کے ہے وہ اس فساد کو روکیں اور مفتی محمد اسحق رئیس کرت پور (کیرت پور) کے نام بھی خط مانگا، اس مقصد سے کہ وہاں سے کوئی تازہ فساد اٹھنے نہ پادے۔ چنانچہ صاحب ممدوح نے ہماری رپورٹ کا جو جواب اور خطوط بنام رئیسان بھیجے وہ بجنسہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔ :ص ۷۵

جواب رپورٹ کا پیشگاہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر سے

نقل خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ ضلع بجنور، خان صاحب مشفق مہربان محمد رحمت خاں صاحب ـــــــ

ـــــ ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صاحب صدر امین سلامت بعد سلام شوق واضح باد خط آپ کا مورخہ امروزہ پہنچا۔ آپ اسی طرح سے روز روز حال وہاں کا ارقام فرماتے رہیں اور خط آپ کا برابر بذریعہ ڈاک بخدمت صاحب کمشنر بہادر میرٹھ اور نیز صاحب کلکٹر بہادر کہ آج خبر تشریف آوری صاحب موصوف

(بقایا حاشیہ ص ۲) پاس رہی۔ ان کا انتقال ۱۸۷۳ء میں ہوا۔ امراؤ سنگھ ان کے بڑے بیٹے تھے ان کی وفات ۱۸۸۲ء میں ہوئی اور ریاست کورٹ آف وارڈس میں چلی گئی ۱۸۵۷ء میں واگزاشت ہوئی۔ ساہن پور ۱۶۰۵ء میں بسایا گیا تھا۔ اورنگ زیب کے زمانے کی "دوستی" یہاں ہیں۔ ایک راجہ رام کی بیوہ رانی لکشمی کی ہے جو ۱۱۶۱ء میں میں بنی تھی۔ ایک پرانا کنواں ہے۔

(بجنور گزیٹر ص ۱۰۸ تا ص ۱۱۰ اور ص ۲۹۷ و ص ۲۹۸)

کی مقام میرٹھ پہنچی ہے بھیجا جاوے گا۔ حسب درخواست آپ کے دو قطعہ خط موسومہ
راۓ ہمت سنگھ رئیس ساہن پور اور میر جیون علی رئیس ہیمن کے آپ کی معرفت
بھیجے جاتے ہیں آپ خط مذکور پاس رئیسان موصوف بہت جلد پہنچا دیں اور ہم
کو معلوم ہوا ہے کہ قبل آنے تمہارے خط سے ایک قطعہ خط بنام مفتی محمد اسحٰق
رئیس کرت پور کے روانہ کر دیا ہے اور امید ہے کہ تا آنے صاحب کلکٹر اور
اس مخلص کے نوبت سلح بازی کی نہ پہنچے مگر ہر طرح لازم ہے کہ بجنور میں بے انتظامی
نہ ہو اور چونکہ عشرہ محرم درپیش ہے یقین کہ آپ نے تدبیر انتظام اس کی، کی
ہو گی اور آپ اطمینان رکھیں کہ صاحب کلکٹر اور ہم مع، مدد کے جلد ارادہ تشریف
لانے کا ضلع میں رکھتے ہیں۔ چنانچہ صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ فوج کامل
جمع کرنے میں واسطے بندوبست ضلع کے ہر وقت مصروف ہیں اور ہزار دل
تدبیر کرتے ہیں مگر آپ کو بخوبی واضح ہے کہ بلا فوج کامل ہمارا آنا غیر مناسب ہو گا
مناسب کہ تھوڑے عرصہ تک بالاتفاق و اعانت رئیسان آپ انتظام رکھیں اور
بندوبست ہرکارہ ان ڈاک کا بجنور سے میرٹھ تک بخوبی ہو گیا۔ نسبت جاری
ہونے آمد و رفت خطوط کے تدبیر فرما دیں جو کچھ یہاں کی خبر ہے اس جا پر منتشر
ہو جاوے تاکہ اسے بھی صفائی ہوا کی متصور ہو اور جو کچھ آپ کی جانب سے
کوشش اور خیر خواہی سرکار میں ظاہر ہے بھولی نہ جاوے گی اور سب رئیسان ؛ ص
سے ہمارا سلام کہہ دیجئے، اس وقت شب بہت گذری اس باعث
سے خط علاحدہ نہیں لکھا گیا۔ ان کی ملاقات سے ہم کو بہت دلجمعی حاصل ہوئی
ہمیشہ حالات وہاں سے اطلاع فرماتے رہیں۔ تحریر بہ تاریخ ۱۹ اگست
سنہ ۱۸۵۷ عیسوی۔

— — — — — — — — — — —

خط جناب جارج پامر صاحب بہادر کا بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور

نقل خط جناب جارج پامر صاحب بہادر بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور رائے صاحب مہربان دوستان سلامت بعد اشتیاق ملاقات فرحت آیات واضح باد جس روز کہ صاحب کلکٹر بہادر ضلع بجنور سے تشریف فرما ہوئے خزانہ سرکاری اور انتظام ضلع سپرد نواب محمود خاں کے کیا۔ چند روز کا عرصہ ہوا کہ دریافت ہوا کہ مابین نواب صاحب اور چودھریان کے فساد ہو کر نوبت مقابلہ کی پہنچی اور نواب صاحب بجنور سے نجیب آباد کو چلے گئے آپ کو واضح ہووے کہ اس حالت میں صاحب کمشنر بہادر میرٹھ نے محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا کہ باعانت رئیسان ضلع انتظام ضلع کا تا تشریف آوری صاحبان ضلع کے کریں اس واسطے لازم ہے کہ آپ ہر طرح ان کو مدد دیویں اور حکم ان کا مثل حکم سرکاری کے تصور کریں اور چونکہ بعضے لوگوں سے دریافت ہوا کہ نواب صاحب ارادہ چڑھ آنے بجنور کا رکھتے ہیں تم ایسی تدبیر کرو کہ یہ مقابلہ نہ ہونے پاوے ورنہ پھر بے انتظامی اور بربادی رعایا ہو جاوے گی اور ہمیشہ اپنے حال سے مطلع کرتے رہو۔ تحریر بتاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء۔

خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بنام میر جیون علی رئیس تیمن

نقل خط جناب جارج پامر صاحب بہادر بنام میر جیون علی رئیس تیمن

میر صاحب مہربان دوستان سلامت بعد اشتیاق ملاقات فرحت آیات واضح باد کہ مابین نواب محمود خاں اور چودھریان تعلقہ داران قوم ہنود کے تکرار ہوکر نوبت سلح بازی کی پہنچی خونریزی ضلع سے سرکار کو نہایت افسوس ہے۔ آپ کو واضح ہو کہ اس حالت میں چند روز سے صاحب کمشنر بہادر میرٹھ نے محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا کہ انتظام ضلع تا تشریف آوری صاحبان ضلع کے کریں آپ اس تجویز سے مطلع رہیں اور واضح ہووے کہ صاحبان ضلع مع فوج سرکاری واسطے بندوبست علاقہ کے ارادہ تشریف آوری کا بہت جلد رکھتے ہیں لہذا آپ کو ہر طرح لازم ہے کہ اپنے علاقہ میں انتظام اچھی طرح رکھو کسی طرح نوبت مقابلہ کی نہ پہنچے اور فساد نہ ہونے پاوے چونکہ تم رئیس ہو وقت تحقیقات ذمہ دار سرکار کے متصور ہوگے۔ تحریر بہ تاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء

یہ سب خط ہم نے رئیسوں مذکورہ بالا کے پاس بھیجدیئے اور اس بات کی رپورٹ بیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو بحضور جناب جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ بمقام میران پور روانہ کردی۔

تدبیر انتظام عشرہ محرم

اور واسطے انتظام عشرہ محرم کے جو اشتہارات کہ عہد تسلط سرکار دولت مدار میں جاری ہوتے تھے وہ جاری کئے اور ہر طرح کا بندوبست مناسب کیا کہ عشرہ محرم کی بابت کسی طرح کا فساد نہ ہونے پاوے۔

دناہ محمود خاں کا بحضور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر خط کا بھیجنا

جبکہ دناہ محمود خاں کو یہ خبر پہنچی کہ جناب مسٹر جارج پامر صاحب جنٹ

مجسٹریٹ بہادر بمقام میران پور مقیم ہیں اور خط و کتابت چودھری صاحبوں سے برابر جاری ہے تو اس نے بھی ایک خط بنام صاحب ممدوح متضمن زیادتی چودھری صاحبان اور بہ شکایت اس بات کے کہ مجھ کو چودھری صاحبوں نے مقابلہ کر کے اٹھا دیا اور تمام ضلع میں بدانتظامی کر دی۔ چودھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو روانہ کیا تھا۔ جب وہ خط صاحب ممدوح کے ملاحظہ میں گذرا تو انیسویں اگست کو صاحب موصوف نے اس کا جواب ارقام فرمایا کہ نقل اس کی اس مقام پر لکھی جاتی ہے۔

خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام نواب محمود خاں درجواب اس کے خط کے

نقل خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام نواب محمود خاں درجواب اس کے خط کے۔ نواب صاحب مشفق مہربان مخلصان محمد محمود خاں صاحب زاد عنایتہ بعد شوق ملاقات کہ یہ بدرجہ غایت ہے واضح خاطر خطیر باد خط آپ کا مرسلہ چودھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء آج ہمارے پاس پہنچا مضمون اس کا معلوم ہوا چنانچہ بجنسیہ خط کو پاس کلکٹر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے بمقام میرٹھ روانہ کیا گیا اور قبل از پہنچنے خط آپ کے سرکار کو معلوم ہوا کہ آپ کے ملازمان اور تعلقہ داران چودھریان کے بیچ میں بمقام شیر کوٹ و بجنور کے مقابلہ ہوا اور ہونے فساد اور اجرائے خون علاقہ میں سرکار کو بڑا افسوس ہے۔ چنانچہ واسطے انتظام ضلع کے صاحب کمشنر بہادر نے محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا اور آپ اس بات کو مطلع ہوویں اور واضح ہو کہ صاحبان مع جمعیت فوج

کامل کے بہت جلد تشریف لاویں گے اور وقت تشریف آوری کے سارے حال کی دونوں طرف سے تحقیق ہو جاوے گی۔ آپ کو لازم ہے کہ تا تشریف آوری صاحبان کے آپ ہر طرح کے ملازمان کو مقابلہ سے باز رکھئے اور مکرر آپ کو لکھا جاتا ہے کہ دو دفعہ خط صاحب کمشنر بہادر معرفت تحصیل دار مظفر نگر پاس آپ کے بھیجا گیا دونوں دفعہ ڈاک سے واپس آیا اب پاس آپ کے بھیجا جاتا ہے۔ والسلام۔
بتاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء۔

یہ خط جناب کمشنر بہادر کا جس کا اس میں ذکر ہے مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کا تھا اور اس خط میں صاحب کمشنر بہادر نے نواب محمود خاں کو نصایح ارجمندار نام فرمائے تھے اور خونریزی اور مقابلہ اور ظلم سے اور طلب باقی پر اس قدر زیادتی سے منع فرمایا تھا اور جو حال ناناراؤ دھوندھوپنت[1] مرہٹہ کا

---

[1] آخری پیشوا باجی راؤ ثانی کو ۱۸۱۸ء میں کمپنی کی حکومت نے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کا وظیفہ دیکر بٹھور (کانپور کے نزدیک) میں رہنے کی اجازت دیدی تھی۔ اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی تو تین بچوں کو متبنیٰ کیا۔ ان میں سے ناناراؤ کے لئے نصیحت کی کہ میرے بعد "مکھ پردھان" اس کو کیا جائے۔ ۱۸۵۱ء میں باجی راؤ مرا تو نانا کی عمر ۲۷ برس کی تھی۔ تیس لاکھ سرمایہ باجی راؤ نے چھوڑا تھا۔ نانا بھی باجی راؤ کی طرح انگریز حکام کے گرویدہ تھے۔ باوجودیکہ باجی راؤ نے انگریزوں کی افغان اور سکھوں کے مقابلہ میں مدد کی تھی۔ کمپنی کی حکومت نے نانا کو پنشن سے محروم کر دیا۔ نانا نے عرض داشت بھیجی مگر وہ بے اثر رہی۔ آخرش عظیم اللہ خاں، بالا صاحب، محمد علی خاں جیسی گرین پر مشتمل وفد لندن بھیجا لیکن کمپنی کے ڈائرکٹروں نے ان کو صاف جواب دیدیا۔ عظیم اللہ خاں نے واپس آکر ملک میں (باقی اگلے صفحہ پر)

بسبب عدول حکمی اور عدم بجا آوری احکام سرکار ہوا تھا وہ بھی لکھا تھا اور بخوبی سمجھا دیا تھا کہ جو لوگ با اطاعت سرکار کام انجام کریں گے وہ فائدہ مند اور جو اس کے برخلاف کریں گے ذلیل وخوار و سزایاب ہوں گے۔

مشورہ درباب یورش نجیب آباد

اگرچہ یہ سب تدبیریں ہو رہی تھیں مگر ناہ محمود خاں کی طرف سے خاطر جمع نہ تھی اور چودھری صاحبوں کو تردد تھا کہ درباب معاملہ چڑھائی نجیب آباد کیا کیا جاوے اور ہمارے ساتھی پنڈت لادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے اس کا حال جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کو لکھا تھا۔ درجواب اس کے دو قطعہ چٹھیات صاحب ممدوح کی ہمارے پاس آئیں کہ بجنسہٖ ان کو اس مقام پر لکھتے ہیں۔

(بقایا حاشیہ صفحہ ۲۰۵) حریت کی روح پھونکی۔ چنانچہ ناناراؤ بھی ان ہی کے اثر سے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں شریک ہوئے۔ کان پور، لکھنؤ، بریلی اور شاہجہاں پور میں مقابلہ کرتے رہے۔ آخر کار نیپال کی طرف چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔

(سرکشی بجنور، صفحہ ۲۰۵ مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق۔)

Meeranpore, ص ٤٩

August 19th, 1857.

My Dear Radha Kishen,

I send by this post two letters to the Chowdries from the Commissioner. Explain to them that the difficulty regarding the troops arises from certain orders issued by the General Commanding at Delhi, irrespective of Bijnore, and that it is strongly hoped by the Commissioner, as well as myself, they will be so far overlooked by Sir John Lawrence, the Chief Commissioner of the Punjab, as to enable us to re-occupy Bijnore shortly. I enclose you a note from Mr. Wilson which I had last night, it may assure them at all events that neither he, the Commissioner, or myself are sparing any pains to come to their aid. I have written to the Rais of Keerutpore, telling him to take care and not aid disturbers of the peace. With regard to Nujeebabad, which you said they did not like to attack without orders from Government, they should use discretion. Of course now the Government looks to their aid

for the preservation of order in the district, and untill a force is sent to do so, they are perfectly free to attack tnat place; or, to do anything that they may think really necessary to maintain order. But, if possible it would be better to wait a day or so, till they have more certainty regarding our return, and also I should think that it would be in itself a very hezardous undertaking.

Your's truly,

(Signed) GEORGE PALMER,
Junior.

P.S.—They should be prepared for the Mohurrum tomorrow.

Meeranpoore,

19th August, 1858.[1]

My Dear Radha Kishen,

I have received a letter from the Nuwab at Nujeebabad and replied to it. Tell the Talookadars on no account to let their people stop mine by the way. The purport of my letter was to warn him against fighting with them, or anywhere else. Tell them therefore that, if he is disposed to keep to his own place at Nujeebabad, and leave them alone, that they had better do the same by him. I sincerely trust there will be no more fighting till we come. Mr. Shakespear has arrived in Meerut; a Regiment of Sikhs is to be at Mozuffernuggur today; I hope we shall get the number we want from them, but this depends on the military authorities. I sent

---

[1] اصل مطبوعہ نسخہ میں ۱۸۵۸ء ہی چھپا ہے جب کہ صحیح ۱۸۵۷ء ہے۔ جیسا کہ اردو ترجمہ میں ۱۹ اگست ۱۸۵۷ء دیا گیا ہے۔

letters to you, and to the Rueeces and to Mahomed Rehmut Khan and the Sudder Ameen by Sowar this morning. I send you an extract from a letter from Mr. Muir at Agra, with recent news. Translate it to them. I send bits of news from last papers.

Truly your's,

(Sd.) GEORGE PALMER, Junior.

P.S.—Your letter has arrived—come to me tomorrow. The Raieses had better wait a day or so before going to Nujeebabad: unless the Nuwab comes out to fight them. They will probably get orders on the subject from the Commissioner the day after tomorrow.

چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر موسومہ پنڈت رادھا کشن

ترجمہ چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر
میرے پاس خط نواب کا نجیب آباد سے آیا اور میں نے اس کا جواب بھی لکھا ہے۔
تعلقہ داروں سے کہدو کہ اپنے لوگوں سے کہدیں کہ وہ رستہ میں نہ پھاڑا جاوے
مضمون میرے خط کا یہ تھا کہ میں نے نواب کو لکھ بھیجا ہے کہ اور جگہ رئیسوں سے
نہ لڑے کہدو ان سے کہ وہ اگر اپنا مقام نجیب آباد میں رکھے ان کو اکیلا چھوڑ دے
تو ان کو بھی ایسا ہی ان کی نسبت کرنا چاہیئے۔ میں دل سے بھروسا کرتا ہوں کہ
جب تک ہم آویں گے کوئی اور لڑائی نہ ہوگی۔ مسٹر شکسپیر صاحب بہادر میرٹھ
میں پہنچ گئے ہیں۔ ایک رجمنٹ سکھ کی آج مظفرنگر میں پہنچنے والی ہے۔ کچھ
آدمی اس میں سے مجھ کو ملیں گے مگر یہ امر موقوف افسران فوج پر ہے میں نے
خطوط تمہارے پاس اور ڈپٹی محمد رحمت خاں صاحب اور صدر امین صاحب اور رئیسوں
پاس بذریعہ سوار آج کی صبح کو بھیجے ہیں تمہارے پاس کچھ حال چٹھی میور صاحب آمدہ
آگرہ مع اخبار کے اخبار تازہ سے منتخب کر کے بھیجتا ہوں اس کا ترجمہ کر کے سب
کو سنا دو۔ بہتر کہ تم میرے پاس کل تک چلے آؤ اور رئیسوں کو مناسب ہے کہ دو ایک
روز کا توقف نجیب آباد کے جانے میں کریں جب تک نواب ہی ان سے لڑنے
کو نہ چلا آوے۔ ۱۹ر اگست سنہ ۱۸۵۷ء

ص ۱۸۱ بہ

دوسری چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب کی بنام پنڈت رادھا کشن

ترجمہ چٹھی جناب جارج پامر صاحب بہادر بنام پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر

بذریعہ اس ڈاک کے دو چٹھی کمشنر صاحب کی بنام چودھریوں کے بھیجی ہیں،
ان سے کہہ دو کہ فوج مہیا کرنے میں مشکل بباعث خاص حکم کمان افسر دہلی کے
پیدا ہوئی ہے اور صاحب کمشنر نے اور میں نے اس باب میں بہت سا لکھا ہے
غالب ہے کہ برخلاف حکم افسر کے سرجان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر
پنجاب تعمیل کریں اور قابل کریں ہم کو کہ ہم پھر بجنور کو عنقریب چلے جاویں۔ میں
ملفوف کرتا ہوں ایک چٹھی مسٹر ولسن صاحب بہادر کی جو میرے پاس شب گذشتہ
کو آئی تھی اس سے یقین آجاوے گا کہ میں اور کمشنر کمال کوشش کر رہے ہیں تاکہ
بجنور میں پہنچکر چودھریوں کی مدد کریں۔ میں نے رئیسان کیرت پور کو لکھ بھیجا
ہے کہ وہ کسی طرح مدد مفسدین کی نہ کریں بہ لحاظ نجیب آباد کے جو تم اپنی چٹھی
میں لکھتے ہو کہ رئیس بغیر حکم سرکار کے حملہ کرنا نہیں چاہتے ان کو ہوشیاری
کام میں لانا چاہیئے بالفعل بیشک سرکاران کی مدد واسطے قائم رکھنے انتظام
ضلع کے تا وقت پہنچنے فوج کے، چاہتی ہے۔ اس لئے وہ بالکل مختار ہیں چاہیں
حملہ کریں یا جو کچھ واقعی ان کو ضرور واسطے رکھنے انتظام کے معلوم ہو لیکن
اگر ممکن ہو تو بہتر ہے کہ وہ انتظار ایک دو روز کا کریں تا وقتیکہ بخوبی حال
ہماری مراجعت کا معلوم ہو اور میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ کام خود بھی
بہت جوکھوں کا ہے۔ ۱۹ اگست ۱۸۵۷ء

رام دیال سنگھ کے روانہ ہونے کے بعد نگینہ کا حال

اب اس مقام پر ہم کو مختصر حال نگینہ کا لکھنا مناسب ہے کہ بلدور سے
رام دیال سنگھ کے روانہ ہونے سے پہلے بدمعاشان نگینہ نے موضع نند پور کو
لوٹ لیا تھا۔ اس لئے رام دیال سنگھ موضع کھول سندہ میں ٹھہر گیا اور

میر تراب علی نگینہ چلے گئے دوسرے دن رام دیال سنگھ کالاکھیڑی میں آیا جو نگینہ سے دکھن کی طرف دو میل ہے اور وہاں سے نگینہ والوں سے گفتگو صفائی کی شروع کی۔ بلا شبہ ننھو خاں[۵۱] اور بینڈھو خاں[۵۲] ملازمان نواب کو آنا رام دیال سنگھ کا نگینہ میں ناگوار تھا۔ ص ۸۲

رام دیال سنگھ کا پورینی میں لام باندھنا

اس لئے رام دیال سنگھ موضع پورینی میں چلا گیا جو نگینہ سے پورب کی طرف تین میل ہے اور وہاں رام دیال سنگھ نے گنواری بگل بجوا کر آدمی جمع کرنے شروع کئے۔ جملہ رئیسان نگینہ یعنی مولوی محمد علی اور شیخ بخش علی اور میر اشرف علی ولد امیر علی اور کنور کشن سنگھ اور پدھان نیلا پت وغیرہ بموجب صلاح اور فہمائش سید تراب علی تحصیل دار کے امن چاہتے تھے مگر ملازمان اور افسران فوج نواب کے جو وہاں موجود تھے مقابلہ پر مستعد تھے۔ چنانچہ بینڈھو خاں پسر ننھے خاں اور اشرف علی ولد علی بخش نگینہ سے نجیب آباد گئے اور یہ بات چاہی کہ عباد اللہ خاں کو جو رشتہ مند محمود خاں اور تحصیل دار نگینہ تھا اور بروقت بھاگنے احمد اللہ خاں کے اس کے ساتھ چلا گیا تھا، پھر نگینہ

---

۵۱ بینڈھو خاں کے باپ

۵۲ بینڈھو خاں انگریزی فوج میں صوبہ دار تھے ان کے ساتھ ۲۹ رجمنٹ تھی۔ پہلے انہوں نے گوجروں پر الہ آباد کے نزدیک حملہ کیا۔ پھر یہ بجنور آ گئے۔ بعد میں مراد آباد چلے گئے۔

(اسٹریگل فار فریڈم اِن اتر پردیش جلد ۵ صفحہ ۲۴۸)

میں لاکر تحصیل میں بٹھا دیں۔

سید تراب علی کا نگینہ سے نکلنا اور راستہ میں گنواروں کے ہاتھ سے گھر کر پھر نگینہ میں واپس جانا

سید تراب علی تحصیل دار نے جب دیکھا کہ فساد زیادہ ہوتا ہے اور مفسد لوگ رئیسوں کے بھی قابو کے نہیں ہیں وہاں سے مع میر لطافت علی تھانہ دار منڈا ور جو ان کے ساتھ تھے، اپنے اہل وعیال و تھانہ دار کے اہل وعیال لیکر نگینہ سے روانہ ہوئے اور کئی آدمی مسلمان نگینہ کے اور میران سنگھ بشنوئی ان کے ساتھ ہوئے جب پوریتی میں پہنچے تو گنواروں نے جو صرف مال کے لالچ سے جمع تھے ان کو لوٹنا چاہا۔ جیراج سنگھ لمبردار پوریتی نے ان کی حفاظت کی اور مجبور ہو کر اور خود ساتھ جا کر پھر نگینہ میں پہنچا دیا۔ کیونکر ان بے قابو گنواروں کے ہاتھ سے لٹنے سے بچنا ناممکن تھا۔

مینڈھو خاں کا نجیب آباد سے جرائلیں اور سپاہ کا نگینہ میں لانا اور بفہمایش رئیسوں کے پھر ان کا نجیب آباد واپس جانا

جب سید تراب علی نگینہ میں پہنچے تو مینڈھو خاں اور اشرف علی ولد علی بخش پانچ سو چار سو آدمی اور دو جزایل نجیب آباد سے لے کر نگینہ میں آچکے تھے۔ سید تراب علی تحصیل دار نے سب رئیسوں کو صلاح دی کہ جس طرح ہوسکے ان لوگوں کو نجیب آباد پھیر دو سب رئیس ہندو مسلمان اس بات پر متفق ہوئے اور بہت کوشش اور تدبیر سے ان لوگوں کو نجیب آباد واپس کیا۔

رئیسوں کا مشورہ درباب چڑھائی نجیب آباد کے

اور یہ خبر ہم کو بجنور میں ملی یہاں بجنور میں جو رئیس جمع تھے وہ آپس میں صلاح کر رہے تھے کہ اب نجیب آباد پر چڑھائی کی جائے یا نہیں۔ چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور کی یہ رائے تھی کہ فساد زیادہ بڑھانا اچھا نہیں۔ ص ۹۳ معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوگا جس طرح ہو سکے بہ صلح و آشتی چند روز ضلع تھامنا چاہئے بلکہ چودھری پرتاپ سنگھ کے نزدیک نگینہ پر بھی جو آدمی گئے اور وہاں بنیاد فساد پڑ گئی نامناسب ہوا چودھری بدھ سنگھ صاحب رئیس ہلدور بسبب اپنی شجاعت و جوانمردی کے یہ رائے دیتے تھے کہ نجیب آباد پر یورش کی جاوے اور سب آدمیوں کو لے کر نجیب آباد پر چڑھ چلیں اور دو جگہ جو اُن چودھری صاحب نے نواب کو شکست دی تھی اس سبب سے ان کا ارادہ اور ہمت اور جرأت اور دلیری بہت بڑھی ہوئی تھی ہم کو نجیب آباد جانے میں بہت قباحتیں نظر آتی تھیں اور ہرگز ہماری رائے نہ تھی کہ یہ مانگی بیکار نجیب آباد پر فتح پاوے گی اور یہ گنوار شہر کی گلیوں میں گھس کر اور نواب کے پختہ اور مستحکم مکانات پر قابو پا کر فتح یاب ہوں گے اور یہ ہماری رائے بہت سچی اور نہایت صحیح تھی کہ کبھی اس کے برخلاف نہیں ہو سکتا بلکہ ہماری رائے میں نگینہ میں صرف ایک توپ کے سانچہ پر جس کا بننا اور چھوٹنا اور پھر اس کے گولہ سے کسی آدمی کا مرنا صرف ایک وہمی و خیالی، نہ ہونے والی بات تھی اس قدر فساد ہونا نہایت نامناسب تھا اور میں خوب سمجھتا تھا کہ نگینہ کا فساد اگر زیادہ ہوتا گیا تو انجام کو بھی فساد ضلع کے انتظام میں خلل ڈالے گا چنانچہ ہماری رائے بہت صحیح تھی کہ انجام کو ایسا ہی ہوا اور ہم بہت چاہتے تھے کہ

نگینہ پر سے لڑائی موقوف ہوجائے اور جس طرح ہو سکے چند روز ملتوی کو ٹھامنا جاوے کیونکہ ہم یقین سمجھتے تھے کہ تھوڑی سی بھی سرکاری فوج آنے کے بعد بخوبی انتظام ہو جاوے گا اور بلاشبہ کسی مقام پر مقابلہ کی حاجت نہ پڑے گی اور حکام انگریزی کے آنے کے بعد ایک بہت بڑی بنیاد فساد کی جس سے درحقیقت فساد ہوتا تھا یہ ڈر کہ اگر مسلمان غالب آئے تو ہندو مارے اور لوٹے جاویں گے اور اگر ہندو غالب آئے تو مسلمان تباہ اور جان سے ضائع ہوں گے، بالکل جڑ سے اکھڑ جاوے گی کہ اتنے میں ہمارے پاس خبر پہنچی کہ فساد نگینہ موقوف ہوگیا اور ہم نے کمال خوشی سے اس کی رپوٹ بحضور جناب جارج پامر صاحب بہادر دام اقبالہٗ کے روانہ کی اور در باب چڑھائی بجنیب آباد کے جو ہماری رائے تھی وہ لکھ کر اس معاملہ میں ہدایت چاہی چنانچہ نقل اس رپوٹ کی اس مقام پر لکھتے ہیں۔ بدستخط

رپوٹ حالات نگینہ اور اظہار رائے در باب چڑھائی نجیب آباد اور طلب ہدایت اس معاملہ میں مرقومہ بیسویں اگست ۱۸۵۷ء

نقل رپوٹ محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین مرقومہ ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء۔ حال یہاں کا یہ ہے کہ سابق میں جو خبر ہونے لڑائی کی بمقام بسی گوروان اور کوچ کرنے شفیع اللہ خاں کی جانب کرت پور حضور میں لکھی تھی بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ یہ دونوں خبریں غلط تھیں۔ صرف اتنی بات صحیح ہے کہ احمد اللہ خاں نے کچھ اپنے آدمی کرت پور میں واسطے جمع کرنے رسد کے بھیجے تھے۔ ہنوز ان کا ڈیرہ یا پیش خیمہ نہیں آیا۔ نگینہ کا فساد رفع ہوگیا اس طرح پر کہ سب رئیس نگینہ کے ہندو اور مسلمان باہم متفق ہوئے اور انہوں نے یہ تجویز

کی کہ قریب پانچسو سات سو آدمی کے جو نجیب آباد سے آئے تھے مع چند مفسدان ساکین نگینہ جو باعث فساد کے ہوئے تھے نگینہ سے چلے جاویں اور نگینہ میں کچھ فساد نہ کریں چنانچہ سنا گیا کہ وہ لوگ نگینہ سے نجیب آباد کو چلے گئے مگر اب تک خط میر تراب علی کا نہیں آیا یقین ہے کہ آجکل میں خط میر تراب علی کا آوے یا وہ خود مراجعت کریں۔ سب چودھری صاحبوں کو مصلحت دی گئی ہے کہ اپنی جمعیت کو کسی طرح متفرق ہونے نہ دیں چنانچہ چودھری صاحب بھی اسی امر میں بہت سی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی جمعیت متفرق نہ ہو۔ اگرچہ تحقیق سنا گیا ہے کہ نواب محمود خاں اور ان کے ہمراہیوں نے چند دیہات زمینداری چودھریان ہلدور اور رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور کے جلا دیئے۔ الا یا ایں ہمہ ہم مناسب نہیں دیکھتے کہ چودھری صاحبان نجیب آباد کے اوپر حملہ کریں کیونکہ اس میں خرابیاں نہایاں ہیں گذرتی ہیں اور یہ جو تجویز تھی کہ سب لوگ بمقام کرت پور ڈیرہ کریں یہ بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اب صلاح ہماری یہ ہے کہ یہ سب رئیس بمقام سوا ہیڑی مقیم رہیں اور کچھ جمعیت اپنی راہ منڈاور پر اور کچھ راہ نگینہ پر مقیم کریں تاکہ سب ناکہ نجیب آباد کے رک جاویں اور چندروز حملہ نجیب آباد کا ملتوی رہے اور ہم کو یقین کامل ہے کہ جس وقت سرکاری فوج تھوڑی بہت اس طرف اتری سب لوگ خوف کرکے مطیع ہو جاویں گے اور امید ہے کہ کسی طرح نوبت مقابلہ کی نہیں پہنچے گی اگر یہ تجویز درست آئی اور سرکاری فوج بھی جلد آگئی تو صدہا آدمی قتل سے محفوظ رہیں گے اور رعایا سرکار کی امن میں رہے گی۔ آئندہ اس باب میں جو رائے اور مصلحت کہ حضور کے نزدیک ہو وہ ارقام فرمائی جاوے کہ مطابق اس کے تعمیل ہو۔ ہم نے بنظر مصلحت اب تک اس ضلع میں تحصیل جاری نہیں کی کیونکہ اکثر زمیندار مالگذار بہ معیت چودھریان ان کی جمعیت میں موجود ہیں جب کہ

حضور اس ضلع میں تشریف لاویں گے اور سب زمیندار اپنے اپنے دیہات میں ٹھہریں گے فی الفور روپیہ سرکاری وصول ہونا شروع ہو جاوے گا۔ کل کی عرضی میں جو واسطے تحریر خطوط کے حضور میں عرض کیا تھا یقین ہے کہ حضور کی طرف سے وہ خط تحریر ہوئے ہوں گے لیکن بہت ضرور ہے کہ ایک پروانہ حضور کی جانب سے اسی مضمون کا بنام احمداللہ خاں جو حضور کے وقت میں تحصیل دار نجیب آباد تھا تحریر ہو کر بھیجا جاوے کیونکہ افواہاً سنا گیا ہے کہ احمداللہ خاں جمعیت کو متفرق نہیں ہونے دیتا ایسی صورت میں حضور کا پروانہ اس کے نام پہنچنا واسطے رفع فساد کے بہت مفید ہوگا اور جو کہ عشرہ محرم قریب آ گیا ہے اس واسطے ہم نے تدبیریں کی ہیں کہ کسی طرح ہندو اور مسلمانوں میں نزاع او فساد ہونے نہ پاوے اور سب طرح سے امن رہے اور خدا سے یقین ہے کہ ہماری تدبیریں کارگر ہوں اور ضلع میں امن رہے زیادہ حد ادب۔ آفتاب دولت و اقبال تاباں باد۔

جواب رپوٹ کا پیشگاہ جناب پامر صاحب بہادر سے

نقل خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر در جواب عرضی مذکورہ بالا۔ خان صاحب مشفق مہربان محمد رحمت اللہ خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین سلمۂ بعد اشتیاق ملاقات فرحت آیات واضح باد خط آپ کا مورخہ تاریخ امروزہ پہنچا اور مضمون معلوم ہوا۔ حسب مراد آپ کی پروانہ سخت بنام احمداللہ خاں تحصیل دار سابق نجیب آباد کے تحریر کرا کر اس مضمون کا کہ اگر نواب صاحب ارادہ مقابلہ کرنے چودھریان سے رکھتے ہیں اور تم انتظام اور مدد اس کا کرتے ہو پس

گنہگار سرکار ہو گئے آپ کی معرفت روانہ کیا جاتا ہے۔ آپ ازراہ مہربانی پروانہ مذکور احمد اللہ خاں کے پاس بہت جلد بھجوادیجئے۔ آپ کو واضح ہو کہ کل خطوط مطلوبہ آپ کی معرفت روانہ کئے گئے ہیں یقین کہ آج پہنچے ہوں گے ہمارے نزدیک مصلحت آپ کی نسبت مقیم ہونے چودھریان بمقام سواہیڑی اور ناکہ گھیرنا راستہ نگینہ و نجیب آباد و منڈاور کا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مگر در حقیقت ہم کو اچھی طرح سے معلوم نہیں ہے کہ سواہیڑی کہاں ہے اور ہمارے پاس اس وقت نقشہ موجود نہیں ہے اس واسطے ہم صاف ہدایت نہیں دے سکتے۔ الا اگر سواہیڑی مذکور بجنور سے بہت دور نہیں ہے اور ایسی جگہ ہے کہ اس میں راستہ کی حفاظت اچھی طرح صحت سے ہو سکتی ہے تو بہت مناسب جگہ مقام ہونے ان کے ہوگا اور خیال کرنا چاہئے کہ براہ نگینہ اس جانب سے کچھ نقصان نہ ہونے پاوے۔ یقین ہے کہ اس موسم میں بسبب بارش اور جاڑے ہونے ندیوں سے افضل گڈھ کا راستہ بالکل بند ہے اور یقین ہے کہ مرادآباد کے راستہ پر نگرانی آمد و رفت کی ہوتی ہے یہ تدبیر احتیاطاً کی جاتی ہے مگر چونکہ صاحب کمشنر بہادر اور مسٹر ولسن صاحب بہادر کی طرف سے خطوط مناسب پاس نواب یوسف علی خاں والی رامپور مرسل ہوئے اور ہماری طرف سے خط نواب محمود خاں کو لکھا گیا اور پروانہ احمد اللہ خاں کو ابھی جاری ہوتا ہے یقین ہے کہ کسی طرح سے ضلع میں نوبت ولیج، اسلحہ بازی کی نہیں پہنچے گی۔ آج ہمارے پاس کوئی خط از طرف میرٹھ نہیں پہنچا کوئی خبر لائق لکھنے کے نہیں پہنچی۔ ایک پرچہ انگریزی خبر کا لاہور کا آپ کے پاس روانہ کیا جاتا ہے اس کے مضمون معرفت پنڈت رادھا کشن کے معلوم ہوگا۔ فقط۔

۲۰ راگست ۱۸۵۷ء

وہ خط موسومہ رئیسوں کے جن کا ذکر اس خط میں ہے ہم اوپر لکھ آئے ہیں یعنی ایک خط بنام میر جیون علی رئیس میمن اور ایک خط بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور۔

پروانہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام احمد اللہ خاں

نقل پروانہ جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر موسومہ احمد اللہ خاں۔

رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر محمد احمد اللہ خاں بعافیت باشند۔ جس وقت سرکار کو معلوم ہوا کہ مابین ملازمان نواب محمد محمود خاں اور رئیسان قوم ہنود ضلع بجنور کے مقابلہ بمقام شیر کوٹ اور بجنور تھا سرکار اس امر کے اوپر بہت ناراض ہوئی تم کو واضح ہو کہ اس حالت میں صاحب کمشنر بہادر میرٹھ نے نسبت انتظام ضلع بجنور محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا تم اس بات پر مطلع رہو بعضے لوگوں کے بیان سے مشہور ہوتا ہے کہ نواب صاحب پھر واسطے کرنے مقابلہ جو دھریاں سے ارادہ رکھتے ہیں اور جمعیت مردمان بمقام نجیب آباد فراہم کرتے ہیں یقین اور امید ہے کہ یہ خبر بالفعل غلط ہے مگر ہر طرح واضح ہو کہ ایسا مقابلہ بہت نامناسب اور سرکار کو نہایت ناپسندیدہ مشہور ہوگا اور اگر ایسے کام میں تم سے انتظام اور مدد نواب صاحب کو ظاہر ہوگی تو تم گنہگار سرکار کے ہوگے اور تمہارے واسطے اچھا نہیں ہوگا۔ اس حکم سے بخوبی مطلع رہو اور واضح ہو کہ صاحبان ضلع مع فوج انگریزی واسطے بندوبست علاقہ کے بہت جلد تشریف لاویں گے اور وقت تشریف آوری سب سرگذشت

کی تحقیقات عمل میں آوے گی۔ مرقوم ۲۰ راگست ۱۸۵۷ء۔

یہ پروانہ ہم نے فی الفور احمداللہ خاں پاس روانہ کیا اور رپورٹ روانگی کی اکیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو بحضور جناب جارج پامڑ صاحب بہادر روانہ کی۔

احمداللہ خاں کا ازسرنو تحصیلداری کرنا اور عرضیاں ڈپٹی صاحب اور صدر امین کے پاس بھیجنا

جو خط کہ جناب مسٹر جارج پامڑ صاحب بہادر نے بنام محمود خاں لکھا تھا اس کے اور اس پروانہ کے پہنچنے کے بعد ظاہر ہیں ان لوگوں نے اطاعت کرنی چاہی۔ احمداللہ خاں نے کام تحصیلداری نجیب آباد کا کرنا شروع کیا اور عرضیاں ہمارے پاس اپنی مہر و دستخط سے بھیجیں۔ ہم نے بنظر مصلحت ان کو منظور کیا۔

دنا، محمود خاں کا خط بنام ڈپٹی صاحب اور صدر امین متضمن اطاعت اور بے تعلقی ضلع سے

اور دنا، محمود خاں نے ایک خط متضمن اطاعت سرکار ہمارے پاس بھیجا۔ ہم نے اس خط کو اور جو جواب کہ ہم نے لکھا تھا اس کی نقل بحضور جناب جارج پامڑ صاحب بہادر روانہ کی۔ چنانچہ نقلیں ان کی مع خطوط کے جو جناب مسٹر جارج پامڑ صاحب بہادر اور جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیر صاحب بہادر کے پاس سے متضمن پسندیدگی ہمارے جواب کے آئی اس مقام پر لکھتے ہیں۔

نقل خط محمود خاں

نقل خط محمود خاں:

خاں صاحب مشفق مہربان مجمع خوبی ہائے بیکراں محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی و سید احمد صاحب صدرامین ضلع بجنور سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام شوق کے واضح ہو جیو کہ نقول خطوط صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ و مسٹر پامر صاحب ڈپٹی کلکٹر و جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور، پاس تمہارے پہنچی ہیں کہ ان کو بخوبی معائنہ کر کے چودھری صاحبوں کو بخوبی مضمون ان کے سے فہمائش کریں کہ یہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر رہیں اور اجتماع نہ ہوں اور شروفساد نہ کریں اور ہم کو کسی سے کسی طرح کا فساد کرنا بموجب خطوط منظور نہیں ہے اور وہ جو اشتہارات واسطے منادی کے بھیجا تھا وہ بھی مخبر اس امر کا ہے کہ کوئی شروفساد نہ کرے اور یہ جو لوگ بمقام پورینی اور ہرگن پور اور سواہیڑی اور نانگل و بجنور خاص میں ہندو و مسلمان جمع ہوئے ہیں ان کو کہہ دینا چاہیئے کہ اپنے اپنے مکانوں پر جاویں ورنہ اگر شروفساد کریں گے تو مجرم سرکار انگریز بہادر کے ہوں گے اور چونکہ بموجب حکم صاحبان عالیشان انگریز بہادر کے اب آپ منتظم اس ضلع کے ہیں اگر کسی سے شروفساد ہو گا تو جوابدہی اس کی ذمہ آں مہربان ہو گی اس صورت میں آپ کو چاہیئے کہ اس معاملہ میں متوجہ ہو کر جس طرح رفع فساد کا مناسب سمجھیں ویسے کاربند ہوں اور گھاٹوں کا بھی انتظام ضرور ہے کہ اس پار سے اکثر مفسد بھی اترتے ہیں اور ہم بموجب احکام خطوط ہذا کے کاربند ہیں باقی خیریت ہے۔

محمد محمود خاں [مہر]

جواب خط محمود خاں کا ڈپٹی صاحب اور صدر امین کی طرف سے

نقل جواب کی جو ہماری طرف سے لکھا گیا۔

جناب نواب صاحب والا مناقب عالی مناصب، عنایت فرمائے حال نیاز مندان زاد عنایتکم بعد ادائے سلام مسنون التماس یہ ہے کہ عنایت نامہ آپ کا جس کے لفافہ پر تاریخ اکیسویں اگست لکھی تھی مع نقل خط جناب صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور جو کہ صاحبان ممدوح نے آپ کے نام پر لکھے تھے بائیسویں اگست کو گیارہ بجے ہمارے پاس پہنچا آپ ارقام فرماتے ہیں کہ چودھری صاحبوں کو فہمائش کرو کہ یہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر رہیں اور اجتماع نہ ہو اور شر و فساد نہ کریں اور ہم کو کسی سے کسی طرح کا شر و فساد کرنا منظور نہیں ہے اور جو لوگ بمقام پور بچی اور ہرگن پور اور سوا ہیڑی اور نانگل اور بجنور جمع ہیں وہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر چلے جاویں چنانچہ ہم نے آپ کے ارشاد بموجب مضمون خطوط کا چودھری صاحبان کو سمجھا دیا وہ لوگ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو کسی طرح کا شر فساد کرنا نواب صاحب سے یا اور کسی سے منظور نہیں ہے اور نہ ہم کسی سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ کسی سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ کسی طرح کا کچھ دعویٰ رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ بعد واقعہ شیر کوٹ اور بجنور کے ہم سب لوگ اپنے اپنے گھر کو چلے گئے اور جس قدر جمعیت کہ جمع ہوئی تھی وہ سب بعد اس کے متفرق کر دی اور چودھری پرتاپ سنگھ بھی اپنے گھر اور چودھریان ہلدور اپنے گھر چلے گئے اور چودھریان بجنور بلا جمعیت اپنے اپنے مکانوں پر مقیم رہے مگر بعد اس کے متواتر یہ خبر چودھری صاحبوں نے سنی کہ آپ کا ارادہ بجنور

اور تاجپور اور ہلدور پر یورش کا ہے اور آپ فوج اور جمعیت جمع کرتے ہیں اور تیاری
توپوں میں مصروف ہیں اور دیہات قرب و جوار نجیب آباد یعنی موضع موسیٰ پور
اور شفیع آباد اور موہن پور اور تراٹن پور اور کاروٹی وغیرہ آپ نے پھونک دیئے
اور لوٹ لئے اس سبب سے ان لوگوں کو پھر اندیشہ اس بات کا ہوا کہ اگر ہم
لوگ جمعیت جمع نہ کریں گے تو انجام کو خرابی ہوگی۔ ان وجوہات سے ان لوگوں
کا بیان ہے کہ ہم نے جا بجا جمعیت واسطے روک نے روکنے نواب صاحب
کے یورش بجنور اور ہلدور اور تاج پور سے اور بنظر حفظ اپنے کے جمع کی ہے۔
پورینی میں جمعیت کے جمع ہونے کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ نتھو خاں اور
بینڈھو خاں ملازمان آپ کے نگینہ میں مفسدہ کرتے ہیں اور ایک توپ
کلاں واسطے لے جانے نجیب آباد کے تیار کرواتے ہیں اور تھانہ اور تحصیل
ص ۹ ب کی ڈاک بجنور میں آنے نہیں دیتے اور جو احکام سرکاری جاتے ہیں ان کو روکتے
ہیں اور ان کی تعمیل نہیں ہونے دیتے اور ان کو خبر پہنچی ہے کہ نجیب آباد میں
آپ کے پاس قریب ہفت ہشت ہزار آدمی کے جمع ہیں اس سبب سے وہ
لوگ کہتے ہیں کہ جب تک نواب صاحب اپنی جمعیت متفرق اور موقوف نہیں
کردیں گے اس وقت تک ہم کو کسی طرح پر اطمینان نہیں ہوگی اور ان لوگوں
نے ہم سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بعد ان دونوں لڑائیوں کے ہم نے ایک خط بنام
سعد اللہ خاں صاحب نجیب آباد میں بھیجا کہ کسی طرح ہم سے اور نواب صاحب سے
صفائی ہو جاوے اور طرفین کا طرفین پر سے ارادہ یورش کا موقوف ہو جاوے
اور پھر ہم نے دو خط بنام مفتی محمد اسحٰق رئیس کرت پور اس ضمن سے بھیجے کہ
جس طرح پر ہو نواب صاحب سے صفائی ہو جاوے اس طرح پر کہ نواب
صاحب کی یورش کا اندیشہ جاتا رہے اور پھر تیسرا خط مفتی صاحب کے نام

ان کے بلانے کو بھیجا تاکہ وہ ہماری طرف سے نجیب آباد کو جاویں اور آپ سے ہر طرح پر صفائی کرلیں پس اس صورت میں بیان چودھری صاحبان کا یہ ہے کہ ہم کو کسی طرح شر و فساد اور مقابلہ کرنا منظور نہیں ہے۔ اگر نواب صاحب اپنی جمعیت اور فوج کو متفرق کردیں اور توپوں کے بنوانے میں مصروف نہ ہوں اور ارادہ لڑائی کا موقوف کردیں تو ہم بھی سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاویں اور جوکہ ہم نیازمند بھی بدل وجان اس بات میں مصروف اور ساعی ہیں کہ کسی طرح شر و فساد نہ ہو اس واسطے آپ کی خدمت میں بہ خیر خواہی آپ کے التماس یہ ہے کہ آپ بھی جمع کرنا فوج کا اور تیاری توپوں کی موقوف فرمادیں اور ماڑے اور بینڈھو خاں وغیرہ مفسدان کو فساد سے باز رکھ کر اپنے قبضہ میں رکھیں تو غالب ہے کہ چودھری صاحب بھی سب اپنے اپنے گھر چلے جاویں گے اور سب طرح کا انتظام ضلع کا ہوجائے گا اور مخلوق خدا اور رعایا سرکار کی امن و امان میں رہے گی اور پھر اگر کوئی شخص فساد شروع کرے گا تو اس کی اطلاع مفصل بحضور جناب صاحب بہادر کے کردی جاوے گی اور اس کا نتیجہ بہت بد اس کے حق میں ہوگا اور یہ بھی آپ کو واضح ہووے کہ متواتر احکام حکام والا مقام ہمارے نام پہنچے ہیں چنانچہ جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر خود گنگا کنارے پر تشریف لاتے تھے اور اب بہ انتظار آنے فوج سرکاری کے میران پور میں مقیم ہیں اور جناب صاحب کلکٹر بہادر بھی کوہ منصوری سے اتر کر میرٹھ میں تشریف لے آئے ہیں اور احکام جناب کمشنران چیف صاحب بہادر اور جناب گورنر بہادر واسطے روانگی فوج کے بجنور کو صادر ہوچکے ہیں کہ بہت جلد فوج مع توپوں کے میران پور کے مقام پر پہنچتی ہے اور بعد اس کے جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب جنٹ مجسٹریٹ بہادر اور جناب صاحب کمشنر بہادر اور جناب

ص ۹۱

مسٹر ولسن صاحب بہادر بجنور میں تشریف لاتے ہیں۔ ہماری کمال آرزو ہے کہ تا تشریف آوری حکام والا مقام سب لوگ اپنے مکانوں پر بہ آسایش رہیں بعد تشریف لانے حکام کے خود صاحبان ممدوح جس طرح پر مناسب جانیں گے بند و بست ضلع کا فرما دیں گے۔

خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر در باب پسند کرنے اس جواب کے جو نامحمود خاں کو لکھا گیا

نقل خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر

خاں صاحب مشفق مہربان محمد رحمت اللہ خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صاحب صدر امین ضلع بجنور سلمہ بعد اشتیاق ملاقات بہجت آیات واضح باد خط آپ کا مورخہ تاریخ آج کے مع خط نواب صاحب اور نقل جواب اس کے ہمارے پاس پہنچا۔ ہماری دانست میں آپ کا جواب ہر طرح مناسب چنانچہ حسب مراد آپ کے خطوط مذکورہ بخدمت صاحب کمشنر بہادر میرٹھ روانہ کئے گئے اور احتیاطاً آپ کو واضح ہووے کہ خط صاحب کمشنر بہادر کا جس کا نواب صاحب ذکر لکھتے ہیں عرصہ دو ہفتے سے یعنی شیر کوٹ کے معاملہ کی خبر دینے سے پیشتر تحریر ہوا مگر بسبب بند ہونے ڈاک کے دو دفعہ واپس ہو کر تیسری دفعہ مع خط تمہارے نواب صاحب کے پاس روانہ کیا گیا۔ ہماری امید ہے کہ مابین چودھریوں اور نواب صاحب کے پھر مقابلہ نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ آپ بھی اس تدبیر میں مصروف ہیں یقین ہے کہ آپ کی ہوشیاری سے جو فساد نگینہ میں ہوا اس کی صلح ممکن ہے اور فساد رفع ہو جاوے گا اور اس مراد سے حسب درخواست چودھریان کے چند

ص ۹۲ : پرونجات تحریر کئے جاتے ہیں اگر مناسب ہو تو آپ بعد ملاحظہ روانہ کیجئے ہمیشہ وہاں کے حالات سے مطلع فرماتے رہیں۔ تحریر بتاریخ ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء وقت شب۔

پروانہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام بعض رئیسان نگینہ وغیرہ

نقل پروانہ از جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر موسومہ کریم بخش و شیخ تحف علی و محمد علی رئیس نگینہ و سید امتیاز علی و سید شجاع علی و سید نبی علی رئیس نہٹور جو کہ معلوم ہوتا ہے کہ مابین قوم مسلمانان اور قوم ہنود شہر تمہارے کے اندیشہ فساد ہونے کا ہے اور سرکار کی مراد ہے کہ کسی طرح سے ایسا فساد نہ ہونے تم کو چاہئے کہ ہر طرح تدبیر کرو کہ فساد برپا نہ ہونے پاوے۔ اگر اچھی طرح سے کوشش کرو گے تو بہت بہتر ہوگا ورنہ درصورت ہونے فساد کے گنہگار سرکار کے ہوگے اور واضح ہو کہ صاحب کلکٹر بہادر اور حضور مع فوج کامل بہت جلد واسطے انتظام ضلع کے ارادہ تشریف لانے کا رکھتے ہیں تاکید جانو۔ المرقوم بائیسویں اگست ۱۸۵۷ء۔

خط جناب مسٹر الکزنڈر شکپیئر صاحب بہادر کا درباب پسند کرنے اس جواب کے جو نا محمود خاں کو لکھا گیا تھا

نقل خط مسٹر الکزنڈر شکپیئر صاحب بہادر۔

خان صاحب مشفق مہربان محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد
خاں صاحب صدر امین ضلع بجنور سلمہ بعد ما وجب کے واضح ہو خط آپ کا مع
خط مرسلہ نواب محمود خاں اور نقل جواب خط مذکور جو تم نے ان کے نام بھیجا ہے
آج پہنچ کر کاشف حال کا ہوا جواب خط نواب محمود خاں کا جو آپ نے بھیجا ہے
وہ بہت مناسب ہے اب آپ کو لکھا جاتا ہے کہ پھر نواب صاحب کو
فہمائش کر دو کہ وہ بہ تبعیت حکم خط محررہ اکیسویں اگست سنہ حال آپ مع
شفیع اللہ خاں اور احمد اللہ خاں اپنے رشتہ داران کے نجیب آباد میں مقیم رہیں
کسی طرح کی دست اندازی ضلع سے نہ کریں اور فساد اور شور و شر ناحق سے
ہاتھ اٹھا دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے اور اسی طرح پھر مرتکب حرکات
بے جا کے رہیں گے تو ان کے حق میں اچھا نہ ہو گا بلکہ بزمرۂ باغیان کے
تصور ہو کر دشمن سرکار دولت مدار کے سمجھے جاویں گے فقط۔ اور وہ کہ آپ
نے درباب جلد تشریف لانے ہمارے کے بمقام بجنور لکھا ہے سو حال اس کا یہ ہے (ص ۹۳)
یہ ہے کہ اب فوج سرکار تادیب و تخریب باغیان و مفسدان کو نہ اندیشہ کی
کرتی ہوئی جلد آتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی جلد وہاں پہنچتے ہیں۔ بہر کیف
خاطر جمع رکھنا چاہئے اور مفسدان ناحق شناس کو جلد گوشمالی واجبی دیا جاوے
گا فقط اور ایک قطعہ عرضی چودھری نین سنگھ و جودھ سنگھ رئیسان بجنور کی
بدرخواست صدور حکم درباب دیئے جانے تنخواہ ملازمان جو واسطے انتظام
کے مقرر کئے گئے ہیں پہنچی ہے اس کی نسبت ہماری دانست میں یہ بات مناسب
ہے کہ کچھ روپیہ مہاجنان اس ضلع سے لے کر تنخواہ بھی ملازمان کی بانٹ دی
جاوے اور اور کام ضروری میں جو واسطے انتظام کے مطلوب ہو آپ کے
حکم سے خرچ کیا جاوے اور جن لوگوں سے کہ روپیہ لیا جاوے ان کو رسید

دستخطی دے دی جاوے کہ وقت رونق افروزی وہاں کے روپیہ مذکوران کو دے دیا جاوے گا۔ اس واسطے آپ کو چاہئے کہ مطابق اس کے کاربند ہوں اور جہاں تک کہ ہو سکے بہ صلاح یک دگر کوئی دقیقہ انتظام اور خیر خواہی کا فروگذاشت نہ ہووے اور روزانہ بلا توقف وہاں کے حال سے ہم کو مطلع فرماتے رہو باقی خیریت ہے۔ مرقوم چوبیسویں ماہ اگست ۱۸۵۷ء از مقام میرٹھ۔

چودھری پرتاپ سنگھ کا واسطے روانہ کرنے روپیہ کے نینی تال کو بجنور سے تاج پور جانا

اسی اثنا میں جناب مسٹر جان کری کرامٹ ولسن صاحب بہادر نے چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور کو لکھا تھا کہ دس ہزار روپیہ کی تدبیر تم رئیس کر کے روانہ نینی تال کر دو جو ظاہر میں سردست کوئی صورت فساد کی پیدا ہونے والی نہ تھی اور نگینہ کا فساد ظاہر میں رفع ہو گیا تھا۔ اس لئے چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور واسطے تدبیر کرنے روانگی روپے کے اکیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو روانہ تاجپور ہوئے اور جس قدر جمعیت ان کے ساتھ تھی مع ایک ضرب جزائل کے جو بجنور میں تھی بدستور بجنور میں چھوڑ گئے۔

نگینہ میں از سر نو فساد کا قائم ہونا

مگر افسوس ہے کہ فساد نگینہ کا پھر تازہ ہو گیا اور جو آگ کہ بجھ گئی تھی پھر بھڑک اٹھی اور سبب اس کا یہ ہوا کہ جب بینڈھو خاں نجیب آباد سے سپاہی لے کر نگینہ آیا تھا تو رام دیال سنگھ نے بھی پورینی میں اور زیادہ آدمی جمع کرنے شروع کئے تھے اور دیہات سے آدمی بلائے تھے اور اس

۶ صد میں نگینہ کے رئیسوں نے سپاہیان آمد نجیب آباد کو بہ فہمائش روانہ ۔ پص ۹۶
نجیب آباد کر دیا تھا مگر جو پورینی میں جمعیت بلائی گئی تھی وہ دم بدم زیادہ ہوتی جاتی تھی اور پشوئیان نگینہ جو بد معاش اور واقع طلب تھے سوائے پران سکھ اور دلدار اور فیضو کے کہ یہ لوگ بہت نیک نیت اس فساد میں رہے آمادہ فساد ہوئے اور نگینہ والوں سے یہ بات کہی کہ رام دیال سنگھ نگینہ پر چڑھا آتا ہے اور رام دیال سنگھ سے کہا کہ نگینہ والے پورینی پر چڑھے آتے ہیں، چنانچہ رام دیال سنگھ نے پورینی سے جانب نگینہ قدم بڑھا۔ اِدھر سے مینڈھو خاں کچھ جمعیت نگینہ میں جمع کر کے نگینہ کے باہر نکلا۔

بدری والے باغ کی لڑائی

اکیسویں تاریخ ۱۸۵۷ء روز جمعہ کو قریب بدری والہ باغ کے مقابلہ ہوا طرفین سے کچھ آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے اور مینڈھو خاں کی شکست ہوئی۔ نگینہ والے بھاگ کر آبادی میں گھس آئے۔ ان کے پیچھے رام دیال سنگھ شہر میں گھس پڑا اور نتھو خاں کا گھر جلا دیا اور لوٹ لیا اور شیخ کی سرائے کو بھی لوٹا اور جلا دیا اس وقت پھر مسلمانان نگینہ سانوٹے ہوئے اور طرفین میں خوب تلوار اور بندوق چلی اور طرفین کے آدمی مارے گئے۔ رام دیال سنگھ لشوئی سرائے میں چلا گیا شام کے وقت لڑائی ختم گئی۔

مسلمانان نگینہ کا رام دیال سنگھ کی اطاعت کرنا اور رام دیال سنگھ کا تحصیل میں آن بیٹھنا

رات کے وقت رام دیال سنگھ نے مولوی محمد علی پاس پیغام بھیجا کہ جو کچھ

ہوا سو ہوا ایسا امن وامان رہے گا اور ہم قلعہ تحصیل میں آکر بیٹھیں گے کوئی فساد نہ کرے اور سب مسلمان اپنے گھروں میں چھپ جاویں اور سامنے نہ آویں چنانچہ مولوی محمد علی اور اشرف علی ولد امیر علی نے بہت سعی اور کوشش سے سب مسلمانوں کو فہمائش کی اور سب راضی ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں میں چھپ بیٹھے۔ بائیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو صبح کے وقت رام دیال سنگھ کے حکم سے امن وامان کی منادی شہر میں ہوئی اور رام دیال سنگھ مع اپنی جمعیت کے قلعہ تحصیل میں چلے آئے اور کوئی مسلمان اپنے گھر سے نہیں نکلا۔

رام دیال سنگھ کے ساتھیوں کا بدعہدی کر کے مسلمانوں کا قتل کرنا

جس قدر گنوار اور بنجارہ رام دیال سنگھ کے ساتھ صرف لوٹ کے لالچ میں جمع ہوئے تھے انہوں نے اس امر کو جو واقع ہوا اپنے اصلی مطلب کے برخلاف دیکھا اور بدمعاش بلشوئیوں نے ان کو زیادہ اشتعال دی اور ان سب نے نگینہ کے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ سید ڈھل فوطہ دار[51] تحصیل نگینہ اس وقت وہاں موجود تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے کان سے سنا کہ رام دیال سنگھ ہر ایک شخص کو منع کرتا تھا مگر وہ نہ مانتے تھے۔ آخر کار ان بدمعاشوں

ص ۹۵ پ

---

۵۱ فوطہ وہ روپیہ جو رعایا خزانہ سرکاری میں داخل کرے۔ لہٰذا فوطہ دار کے معنی ہوئے: خزانچی، سرکاری لگان جمع کرنے والا۔ (اے ڈکشنری آف اردو، کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش بائی جون۔ ٹی۔ پلاٹس ۱۹۲۰ء صفحہ ۷۸۴)۔

نے قلعہ تحصیل میں سے جزائلین فیر کرنی شروع کیں اور کچھ لٹیرے بھٹیاری سرا میں گھس گئے اور سرائے کو جلا دیا اور بازار کی دوکانیں لوٹ لیں اور امام الدین زمیندار کے مکان پر جزائلیں لگا دیں اور دروازہ جلا دیا اور مکان لوٹ لیا اور جہاں ان کو قابو ملا لوٹ اور قتل عام شروع کر دیا اور بد معاش بشنوئی بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ پچاس ساٹھ آدمی مسلمان مارے گئے اس وقت مسلمانان نگینہ بھی اپنے اپنے گھروں میں سے ہتھیار لے کر نکل پڑے اور مارنا شروع کیا اور خوب لڑائی ہوئی اور دو ڈیڑھ سو آدمی ہندو جو لوٹ میں مشغول تھے مارے گئے پھر مسلمان قلعہ تحصیل میں گھس گئے۔ وہاں سے رام دیال سنگھ بھاگ کر بشنوئی سرائے میں جا چھپا۔ سب گنواروں نے مل کر مولوی محمد علی کے مکان پر جو مالدار مشہور تھے اور جس میں میر تراب علی تحصیلدار بھی تھے حملہ کیا اور جزائل لگا دی اور دروازہ پر کوڑا جمع کر کے دروازہ جلا ناچاہا اور حکیم امام علی ماموں مولوی محمد علی کو قتل کر دیا۔ اس وقت مولوی محمد علی کے مکان پر سے بندوقیں چلنی شروع ہوئیں اور جو لوگ کہ تحصیل میں گئے تھے وہ بھی پھر کر وہاں آئے تب سب گنوار وہاں سے بھاگ نکلے اور رام دیال سنگھ نے شکست پائی اور اس لڑائی میں گنواروں کی ہمت اور جرأت ٹوٹ گئی۔

مسلمانوں کے قتل سے نجیب آباد میں جمعیت کا اکٹھا ہونا اور محمدی جھنڈے کا نکلنا

یہ سب خبریں متواتر نجیب آباد میں پہنچیں اور جس وقت کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتل کیا تھا اس وقت کچھ آدمی غل مچاتے ہوئے کہ ہندوؤں

نے مسلمانوں کو مار ڈالا اور جورو بیٹی کی بے عزتی کی، نجیب آباد چلے گئے تھے۔ نواب کو بہت اچھا حیلہ جمعیت جمع کرنے کا ہاتھ لگا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا اب سب مسلمانوں کو جمع ہو کر ہندوؤں کو مارنا چاہیئے، یہ کہہ کر احمد اللہ خاں نے بائیسویں اگست ۱۸۵۷ء مطابق یکم محرم ۱۲۷۴ھ ہجری نجیب آباد کے باہر جلال آباد کے قریب توپ ۲ ضرب نکالی اور فوج بھیجی اور محمدی جھنڈا کھڑا کیا اور جمعیت کثیر جمع کرنے کے درپے ہوا اور بہت سے مسلمان مذہبی لڑائی کے ارادہ سے واسطے مقابلہ اور قتل ہندو کے جمع ہوئے۔

چودھری بدھ سنگھ کا نگینہ کو جانا

اسی تاریخ بجنور میں خبر پہنچی کہ رام دیال سنگھ کی نگینہ میں شکست ہوئی بہ مجرد اس خبر کے چودھری بدھ سنگھ رئیس ہلدور مع اپنی جمعیت اور چودھری پرتاپ سنگھ کی جمعیت کے اور توپ اور جزائل کے جو بجنور میں موجود تھی روانہ نگینہ ہوئے اور شام کے قریب نگینہ میں پہنچے اور نگینہ میں مشہور ہوا کہ چودھری بدھ سنگھ ہزاروں آدمی اور توپ لیکر نگینہ پر چڑھ آئے۔

رئیسان نگینہ کی عورتوں اور بچوں کا زخمی ہونا اور بے عزت ہونا

اس وقت رات میں مسلمانان نگینہ نے بھاگنا چاہا اور پیادہ پا عورتوں اور بچوں کو لے کر چلے اور راستہ میں لٹے اور عورتیں زخمی ہوئیں اور اچھے اچھے اشرافوں کی بڑی بے عزتی ہوئی اور بشوئی ان سب خرابیوں کے جو

مسلمانوں پر اور عورتوں پر ہوئیں سرغنہ اور سرغنہ اور باعث تھے۔ سید تراب علی تحصیلدار ہم سے کہتے تھے کہ اس وقت جو مصیبت ان کے اور مولوی محمد علی اور بھلے مانس مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں پر گذری تھی اور جو جو بے عزتیاں بھلے مانسوں کی ہوئی ہیں کہنے کے لائق نہیں ہیں۔

بشنوئیوں کا دوبارہ نگینہ میں یورش کرنا اور چودھری بدھ سنگھ کا مانع آنا

تیئیسویں اگست ۱۸۵۷ء صبح کے وقت چودھری بدھ سنگھ رئیس ہلدور تو نگینہ میں صفائی اور صلح کی تدبیر میں تھے اور پدھان کنورسین اور بھوپ سنگھ اور شیخ نجف علی بیچ میں پڑے تھے کہ دفعتاً بشنوئی اور بہت سے گنوار مولوی محمد علی کا گھر (لوٹنے) لوٹنے چڑھ آئے اور پھر گولیاں چلنے لگیں۔ جب چودھری بدھ سنگھ کو خبر ہوئی تو انہوں نے بہت کوشش سے سب کو روکا اور بشنوئیوں کو بہت برا بھلا کہا۔ اس وقت چودھری بدھ سنگھ نے نگینہ والوں سے توپ کا سانچہ مانگا جو بشنوئیوں کے محلہ میں تھا۔ نگینہ والوں نے کہا کہ تم توپ کا سانچہ لے جاؤ ہم کو اس سے کچھ مطلب نہیں اور گویا یہی بات صلح کی ٹھہری۔ ایک بجے رام دیال سنگھ اور موتی سنگھ مولوی محمد علی کے مکان پر آئے اور بشنوئیوں کی زیادتی اور اپنی مجبوری کا عذر کیا اس عرصہ میں چودھری بدھ سنگھ نے سید تراب علی تحصیلدار اور مولوی محمد علی کو اپنے پاس بلایا کہ بغیر ہتھیاروں کے ہمارے پاس آؤ۔ ص ۹۷

چنانچہ یہ دونوں صاحب مع رام دیال سنگھ ان کے پاس گئے۔ انہوں نے خاطرداری کی اور کہا کہ اب سب آپس میں اتفاق رکھو۔ سید تراب علی اور مولوی محمد علی نے سب مسلمانوں کو فہمائش کی اور سب رضامند ہو گئے اور نگینہ میں ایک صورت امن و امان کی پیدا ہوئی اور چودھری بدھ سنگھ اور رام دیال سنگھ سانچہ توپ کا لے کر ہلدور کو روانہ ہوئے۔

سواہیڑی پر احمد اللہ خاں کا چڑھ آنا اور پھونک دینا

تیئسویں اگست ۱۸۵۸ء کو نگینہ میں تو یہ معاملہ ہو رہا تھا اور نجیب آباد میں سب سپاہی اور سوار ملازم نواب کے جمع ہو گئے تھے اور جس قدر مسلمانوں اور جولاہوں اور سواہیڑی کے بساطیوں وغیرہ نے جو ہندوؤں کے ہاتھ سے تکلیفیں پائی تھیں وہ سب اور بہت سے لوگ مسلمان جلال آباد کے قریب محمدی جھنڈے میں جا شامل ہوئے تھے اور احمد اللہ خاں کے پاس ایک جمعیت کثیر جمع ہو گئی تھی اور اسی کے ساتھ خبر شکست رام دیال سنگھ کی نگینہ میں نجیب آباد پہنچی تھی۔ احمد اللہ خاں نے ایسے وقت کو غنیمت سمجھ کر یورش کی اور سواہیڑی کو آ مارا۔ سواہیڑی میں جو جمعیت بھیجی گئی تھی وہ بہت کم ہو گئی تھی کیونکہ بہت سے آدمی اس میں کے نگینہ کی لڑائی اور لوٹ میں چلے گئے تھے اور کچھ لوگ رام دیال سنگھ کی شکست سن کر بھاگ گئے تھے کچھ تھوڑے سے آدمی اور دو جزائلیں وہاں موجود تھیں۔ جب احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور مارڈے نے سواہیڑی کو گھیرا تو بہت خفیف مقابلہ ہوا۔ گنوار سب بھاگ نکلے اور جزائلیں ان کی چھن گئیں اور سواہیڑی کو دشمنوں نے پھونک دیا اور جلا دیا اور بجنور میں متواتر خبریں آنے لگیں کہ اب نواب بجنور کو آ مارتا ہے بلکہ وہ تین کوس تک نواب کے آدمی بجنور کی جانب بڑھ آئے تھے۔

سواہیڑی پھکنے کے وقت بجنور میں کیا حال تھا

یہاں بجنور میں کچھ جمعیت نہ تھی صرف چودھری رندھیر سنگھ مع ایک ضرب توپ اور پچاس ساٹھ آدمی کے سواہیڑی کی سڑک پر مورچہ لگائے موجود تھے

اور چودھری جودھ سنگھ اور چودھری نین سنگھ بھی وہاں موجود تھے اور ہر چند واسطے
جمع ہونے آدمیوں کے تدبیر کرتے تھے مگر ایک آدمی بھی جمع نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک
کہ بجنور میں سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ چودھری جودھ سنگھ نین مورچوں میں سے ۹۸
گھوڑا بھگا واسطے تدبیر نکال لے جانے اپنے اہل و عیال کے اپنے گھر پہ پہنچے اور
چودھری نین سنگھ نے بھی اپنے معتمد اپنے دولت خانہ پر بھیج دیئے کہ ضرورت کی
سب چیزیں مہیا رہیں اور چودھری رندھیر سنگھ صاحب نے بھی روانگی ہلدور کا
قصد کیا بلکہ توپ ادھر کو روانہ بھی کی۔ مجھ صدر امین اور ڈپٹی صاحب نے مکان
تحصیل کو بند کر کے اور پانچ سات آدمی جو ہمارے ساتھ تھے ان کو لے کر اور
ہتھیار بندوق سے آراستہ ہو کر اس دھیان میں ہو بیٹھے کہ اب احمد اللہ خاں
بجنور میں آتا ہے جہاں تک ممکن ہو گا ہم اس سے لڑیں گے آخر کار مارے جاویں
گے اور جس قدر خطوط اور کاغذات از طرف حکام انگریزی در باب انتظام ضلع
ہمارے پاس آئے تھے اور جتنی رپوٹیں کہ ہم نے یہاں سے روانہ کی تھیں اور
ان کی نقلیں ہمارے پاس موجود تھیں ان سب کو ہم نے بنظر دور اندیشی جلا دیا
تمام شہر بجنور میں بھگی پڑ گئی بہت سے آدمی گنگا کے کنارے اور دروگنگ [۱۵]
میں جا بیٹھے اور ایک تلاطم عظیم بجنور میں برپا ہو گیا۔ اس عرصہ میں مسلمانان بجنور
جمع ہو کر چودھری رندھیر سنگھ پاس گئے اور کہا کہ اگر تم چلے جاؤ گے تو قصبہ لٹ
جاوے گا تم بدستور مورچہ پر چلو اور ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ چودھری
رندھیر سنگھ نے اس بات کو قبول کیا اور مورچہ پر آئے اور توپ بھی پھیر لائے
چودھری جودھ سنگھ بھی وہاں آگئے اور تینوں چودھری مع مسلمانانِ بجنور اور

---

[۱۵] اب مقامی لوگ اس کو دربنگ بولتے ہیں۔

جس قدر آدمی چودھریوں کے ساتھ تھے تمام تک مورچہ پر موجود رہے مگر احمد اللہ خاں اس روز بجنور میں نہ آیا اور بمقام بسی کوٹلہ اس نے مقام کیا۔

ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا بجنور سے ہلدور کو جانا

رات کے وقت چودھری رندھیر سنگھ نے ہم سے کہا کہ میرا ارادہ یہاں کے قیام کا نہیں ہے اور چودھریان بجنور بھی جانے والے ہیں تمہارا رہنا یہاں مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ تم بھی آج ہی رات کو ہلدور چلے جاؤ۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب اور میں صدر امین اخیر رات کو بجنور سے روانہ ہوئے اور صبح ہوتے جو بیسویں [۲۲] اگست ۱۸۵۷ء کو ہلدور میں پہنچے۔

چودھری پرتاب سنگھ کا پانچہزار روپیہ نینی تال کو بھیجنا

ہم سے تھوڑی دیر پہلے چودھری بدھ سنگھ نگینہ سے ہلدور آچکے تھے وہاں ہماری اور ان کی ملاقات ہوئی۔ چودھری پرتاب سنگھ صاحب نے تاجپور سے منجملہ مبلغان مطلوبہ جناب صاحب کمشنر بہادر پانچ ہزار روپیہ حسب تفصیل ذیل آپس میں جمع کر کے معرفت راجہ صاحب کاشی پور روانہ نینی تال کئے۔ ص ۹۹

چودھری رندھیر سنگھ صاحب	۱۵۰۰
چودھری پرتاب سنگھ صاحب	۱۵۰۰
چودھری امراؤ سنگھ صاحب	۱۰۰۰
چودھری لیکھراج سنگھ نہٹور والہ	۱۰۰۰
	۵۰۰۰

چودھری بدھ سنگھ کا واسطے لانے چودھری رندھیر سنگھ کے بجنور کو جانا

علی الصباح ۲۴ اگست ۱۸۵۷ء کو چودھری بدھ سنگھ مع قدرے جمعیت کے ہلدور سے روانہ بجنور ہوئے تاکہ چودھری رندھیر سنگھ کو ہلدور لے آویں۔

احمد اللہ خاں کا نگینہ کو جانا اور بشنوئیوں کو مارنا اور بشنوئی سرائے کو ویران کرنا

اور ادھر احمد اللہ خاں کو نگینہ کے خالی ہونے کی خبر ملی اور سب مسلمانوں نے جو کہ اس کے ساتھ تھے یہ بات چاہی کہ اول بشنوئیاں نگینہ سے بدلہ لیا جائے جنہوں نے رام دیال سنگھ کے وقت میں مسلمانوں پر اوران کے ننگ و ناموس پر زیادتی کی ہے اور جس فساد کے سبب لوگ محمدی جھنڈے میں جمع ہو گئے تھے۔ اس لئے احمد اللہ خاں نے نگینہ کا جانا مقدم سمجھا اور قصد بجنور کو ملتوی کر کے جانب نگینہ مع فوج کے روانہ ہوا دو بجے وہاں جا پہنچا اور بشنوئی سرا کے غارت کا ارادہ کیا شیخ نجف علی رئیس نگینہ نے احمد اللہ خاں کو اس بات سے منع کیا۔ بینڈھو خاں پسر نتھو خاں نے شیخ نجف علی کو گالی دی اور بندوق مارنے کو اٹھائی مگر اور لوگ درمیان میں آ گئے۔ اتنے میں خبر آئی کہ بشنوئی سرا میں بشنوئیوں نے ایک سوار اور دو پیادوں کو مار ڈالا۔ اس خبر پر بشنوئی سرا پر توپ لگا دی اور گولہ مارنے شروع کئے۔ تمام بشنوئی مع زن و بچہ بھاگ نکلے۔ پانچ چھ آدمی مارے بھی گئے اور بشنوئی سرائے دو دن تک خاطر خواہ لٹی اور تمام گھر اور پکے پکے مکانات بشنوئیوں کے سب پھونک دیئے گئے۔ ایک گھر بھی جلنے سے

باقی نہیں رہا مشہور ہے کہ کل لڑائیوں اور فسادوں میں باون شنوئی مارے گئے۔

احمد اللہ خاں کا میر تراب علی کے قتل کو حکم دینا اور پھر جان بخشی کرنی

اس کے بعد احمد اللہ خاں نے سید تراب علی تحصیلدار کے گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا حکم دیا اور ان کی تلاش کو آدمی دوڑے مگر مولوی محمد علی رئیس نگینہ نے ان کو چھپا لیا اور میر اشرف علی اور مولوی محمد علی خود احمد اللہ خاں (کے) پاس گئے اور سید تراب علی کو غریب پردیسی سیّد کہہ کر اور طرح بہ طرح کی خوشامدیں کر کر ان کی جان بخشی چاہی چونکہ احمد اللہ خاں وغیرہ سب پٹھان تھے اور سید کا قتل کرنا یہ لوگ برا سمجھتے ہیں اس لئے سید تراب علی کی جان بخشی کی مگر مولوی محمد علی سے حاضر ضامنی لکھوائی اور دروازہ مکان پر پہرہ جات بہ جہت نگہبانی تعینات کئے۔ چھبیسویں تک احمد اللہ خاں کا مع تمام لشکر اور ہمراہیوں کے نگینہ میں مقام رہا۔

احمد اللہ خاں وغیرہ کا نہٹور کو جانا

چھبیسویں اگست کو مارے اور شفیع اللہ خاں اور احمد اللہ خاں نے بہ ارادہ چڑھائی ہلدور کے نگینہ سے جانب نہٹور کوچ کیا اور چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ مع اپنی جمعیت ہمراہی اور ضرب ہائے توپ کے بجنور سے ہلدور میں پہنچے۔

ہلدور کی پہلی لڑائی چودھریوں کی شکست اور ہلدور کا جلنا

علی الصباح ستائیسویں تاریخ روز پنجشنبہ کو چودھری رندھیر سنگھ اور

چودھری بدھ سنگھ اپنی تمام سپاہ کو ساتھ لے کر نقارا بجاتے اور نشان اڑاتے مع دو ضرب توپ اور چند جزائل کے بہت بڑی شان اور شوکت سے واسطے مقابلہ کے روانہ ہوئے اور نہٹور سے احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور راڑے مع اپنے لشکر کے ہلدور پر چڑھے۔ موضع جھرولی اور بیگراج پور کے درمیان بان ندی پر طرفین کا مقابلہ ہوا دو توپیں چودھری صاحبوں کی طرف سے چھوٹیں نواب کے سواروں نے حملہ کیا اور گنوار جو غول کے غول چودھری صاحب کی طرف سے جمع تھے بھاگے اور لڑائی شکست ہوئی۔ چودھری صاحب بھی پس پا ہوئے اور دونوں توپوں کو لے کر ہلدور آ داخل ہوئے۔ ہلدور کے چاروں طرف پہلے سے خندق کھدی ہوئی تھی اور دمدمہ[1] بنا ہوا تھا اور چاروں طرف ناکہ بندی ہو رہی تھی اور مورچہ لگے ہوئے تھے۔ جب چودھری صاحب اور ان کا تمام لشکر جو ساتھ بھاگا آتا تھا ناکہ ہلدور میں داخل ہو گیا تب چودھری صاحب ٹھہر رکے اور توپوں کو مورچوں پر لگا کر اور دمدمہ کی آڑ میں کھڑے ہو کر باڑیں مارنی شروع کیں۔ سرکاری رجمنٹوں کے چند سواروں نے جو نواب کی فوج میں تھے مع اپنے ہمراہیوں کے جن کو انہوں نے منتخب کر لیا تھا مورچہ پر حملہ کیا اور باوصف تنگی اور قلیب ہونے ناکہ کے اندر گھس گئے اور پچاس ساٹھ آدمی چودھری صاحبوں کے مارے گئے منجملہ گوبند سنگھ کا زندہ دل چودھری پرتاب سنگھ کا اسی ناکہ پر بہت دلاوری سے مارا گیا۔ اس وقت چودھری صاحبوں نے قیام اپنا ناکہ مورچہ پر بھی مناسب

---

[1] دَمدَمہ: چار دیواری جو قلعہ کے اردگرد بناتے ہیں۔ یہ لفظ فارسی ہے۔ دوسرا لفظ "دَمدَمہ" عربی ہے جس کے معنی ہلاک، زلزلہ، غصہ، عذاب کے آتے ہیں۔

نہ جانا اپنی تینوں توپوں کو ناکہ مورچال پر سے لے حویلی کو روانہ ہوئے تو ان سواروں نے تعاقب کیا۔ چودھری صاحبان تو حویلی میں بخیریت آپہنچے مگر ان کی دو توپیں جو بہت عمدہ سرکاری میگزین (میگہ زین) کی تھیں اور لارڈ لیک صاحب بہادر سپہ سالار انگلشیہ نے نواب احمد بخش خان والی فیروز پور کو عنایت کی تھیں اور نیلام اسباب شمس الدین خاں[1] کے وقت چودھری صاحب ہلدور نے خرید کی تھیں چھین لیں اور ناکہ کے باہر لے گئے اور ایک

---

[1] نواب شمس الدین احمد خاں کے والد نواب احمد بخش خاں جلیل القدر فرد، اور ایک عمدہ کمانڈر تھے۔ اور ریاست کی تاسیس ان کی سعی بلیغ کا نتیجہ تھی۔ لارڈ لیک کے دست راست تھے ان کو فیروز پور جھرکہ کی ریاست ملی تھی۔ اور سے پرگنہ لوہارو ملا۔ نواب کی بہن مرزا غالب کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ خاں قلعہ دار آگرہ کو بیاہی تھی۔ نواب مذکور کی دو بیویاں تھیں ایک سے شمس الدین احمد خاں تھے۔ دوسری سے نواب امین الدین احمد خاں اور نواب ضیاء الدین احمد خاں تھے۔ نواب موصوف نے ۱۸۲۶ء میں فیروز پور جھرکہ کی مسند شمس الدین احمد خاں کے سپرد کی۔ لوہارو دوسرے صاحبزادوں کو دیا اور خود گوشہ نشین ہو گئے۔ اکتوبر ۱۸۲۷ء میں وفات پائی۔

شمس الدین خاں لوہارو پر بھی تصرف کرنا چاہتے۔ اس بنا پر عدالت میں ہر دو طرف سے کش مکش ہوتی رہی۔ ۱۸۳۲ء میں ولیم فریزر دہلی کے ایجنٹ مقرر ہوئے۔ ان سے پہلے سے احمد بخش خاں سے روابط تھے۔ فریزر نے امین الدین خاں اور ضیاء الدین کی معاونت کی اور لوہارو ان کے ہی قبضہ میں رہا۔ اس واقعہ کا اثر نواب شمس الدین خاں نے لیا اور کریم خاں کے ذریعہ ۲۲ مارچ ۱۸۳۵ء کو گولی سے ان کا کام تمام کرا دیا۔ ان پر مقدمہ چلا (باقی اگلے صفحہ پر)

قدیمی لوہے کی موروثی توپ چودھری صاحبوں کی جو ناکہ برکھتی اور کٹڑہ خاں اس کا نام تھا اس کو چند گنواروں نے پھڑ پر سے اکھاڑا اور کندھوں پر رکھ بغل میں داب حویلی میں لا داخل کی۔ حویلی کے دروازہ بند ہو گئے اور ہر ایک شخص اس کے منتظر رہا کہ کب نواب آوے اور جو حویلی میں محصور ہیں کب ان کو مارے۔ اس عرصہ میں گولہ اندازان نواب نے ایک توپ جانب شرق اس مکان کے مقابل جس میں میں اور ڈپٹی صاحب مقیم تھے آ لگائی اور گولہ مارنے شروع کئے۔ باوجودیکہ بہت بڑا مکان نشانہ پر تھا مگر وہ گولہ انداز ایسے کامل اور استاد اپنے فن کے تھے کہ ایک گولہ بھی اس مکان پر نہ لگا جس قدر سوار نواب کے کنارہ شہر سے ناکہ کے اندر گھس آئے تھے وہ سب دونوں توپیں لے کر ناکہ کے باہر چلے گئے اور صفیں آراستہ کئے ہوئے دمدمہ اور خندق ہلدور کے باہر کھڑے رہے یقینی کہا جا سکتا ہے کہ کوئی آدمی بھی سپاہ نواب کا شہر میں نہیں رہا مگر دفعتاً ہلدور کے مکانات میں آگ لگنی شروع ہوئی بلاشبہ چھیپی اور حلوائیان ساکنان ہلدور نے جو مسلمان ہیں ہندوؤں کے مکانات میں آگ لگائی کیونکہ ان سے اور چودھریان ہلدور سے درباب خانہ کرایہ اور تعمیر مسجد اور دیگر امور کے قدیمی عداوت چلی آتی تھی یہاں تک کہ تمام مکانات ہندوؤں کے جلنے شروع ہو گئے اور دس بارہ آدمی قوم ہنود مارے بھی گئے اور ہلدور کے چاروں

(بقایا حاشیہ ۲۴۴) آخرش ۱۰ اکتوبر ۱۸۳۵ء کو ان کو کشمیری دروازہ کے باہر پھانسی دی گئی۔ ان کی نعش لٹکے لٹکے ہی مغرب رخ ہو گئی۔ نماز جنازہ حضرت شاہ محمد اسحٰق نے پڑھائی (سرکشی بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق ص ۳۰۷)

کونوں میں اس قدر آگ روشن ہوئی کہ رستہ آمد و رفت کو چوں کا بند ہوگیا اور نواب کی فوج جو باہر کھڑی تھی اس کو بھی قابو ہلدور کے اندر گھسنے کا نہ ملا۔ بہت دیر تک وہ فوج آراستہ کھڑی رہی جب یہ جانا کہ آگ ایسی بھڑک گئی ہے کہ کئی دن تک نہ بجھے گی تب چار بجے کے بعد احمد اللہ خاں مع اپنے تمام لشکر کے بہ ارادہ قیام چھالو روانہ ہوا۔ رستہ میں موضع پھڑیاپور کو پھونک دیا۔ اس عرصہ میں اس کو خبر پہنچی کہ بجنور بالکل خالی ہے۔

احمد اللہ خاں کا بجنور میں آنا، چودھریان بجنور کا گنگا پار جانا

اس نے بجنور کے قیام کا ارادہ کیا اور کچھ سوار اور پیدل لے کر تخمیناً ڈھائی تین ہزار آدمی کی جمعیت سے گیارہ بجے رات کے بجنور میں آ داخل ہوا۔ جس وقت کہ ہلدور پر لڑائی ہو رہی تھی تو چودھری جودھ سنگھ صاحب بھی دو تین کوس کے فاصلہ پر لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب ان کو یقین ہو گیا کہ ہلدور کی شکست ہو گئی اور ساری ہلدور جل گئی وہ پھر کر بجنور میں آئے اور یہ سب حال چودھری نین سنگھ صاحب سے کہا اور دونوں چودھری صاحب مع اپنے رشتہ مندوں کے بجنور سے چل دیئے اور کشتیوں پر بیٹھ کر گنگا پار ہوئے۔ احمد اللہ خاں نے بجنور پہنچ کر ہر چند تلاش کیا مگر پتہ نہ لگا۔

چودھری پرتاب سنگھ کا کانٹ کو جانا

احمد اللہ خاں اور ماڑے کا ارادہ تھا کہ ہلدور فتح کر کے تاج پور

پر چڑھائی ہوگی اور نہٹور میں منادی ہوئی تھی کہ ہلدور اور تاجپور کی لوٹ معاف ہے۔ جب خبر شکست ہلدور اور مارے جانے گوبند سنگھ اپنے کارندہ کی چودھری پرتاب سنگھ کو پہنچی وہ بھی گھبرائے اور جانا کہ کل یہی دن میرے لئے ہے۔ اسی وقت چودھری پرتاب سنگھ تاجپور سے (کانٹے) کانٹھ کو چلے گئے تاجپور بھی خالی ہو گیا تھا اگر کچھ فوج احمداللہ خاں تاجپور بھیج دیتا تو اسی وقت اس پر قابض ہو جاتا۔

ہلدور میں مسلمانوں کا قتل عام ہونا اور جو گھر باقی رہے تھے ان سب کا جلنا

ہلدور سے احمداللہ خاں کے چلے جانے کی بڑی خوشی ہوئی اور سب کی جان میں جان آئی اور خدا خدا کر کے شام کی اور جوں توں کر کے رات بسر کی۔ رات کے وقت جو آدمی چودھری صاحبوں کے بھاگ گئے تھے وہ بھی آ گئے اور ایک غول چھیتہ والوں کا بھی آ گیا اور قریب تین ہزار آدمی کی جمعیت پھر ہلدور میں جمع ہو گئی۔ اٹھائیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو روز جمعہ مطابق ساتویں محرم ۱۲۷۴ھ ہجری کے قبل طلوع آفتاب چودھری صاحبوں نے تمام رستہ ہلدور کے گھیر لئے اور جس قدر مسلمان حلوائی اور چھیپی اور کمہار وغیرہ ہلدور میں دستیاب ہوئے سب کو برابر قتل کر دیا اور بہت سی عورتیں گرفتار ہو کر کوٹھے میں قید کی گئیں اور کچھ عورتیں بھی اتفاقیہ ماری گئیں اور کچھ مرد اور کچھ عورتیں اور بچے زخمی بھاگ بھاگ کر چاندپور پہنچے جو حلوائی اور چھیپی مقسد اور حرام زادہ تھے اور غا لیاً انہوں نے بھی اس روز ہلدور میں فساد کیا تھا اور آگ لگائی تھی اسی روز مع اپنے

اہل و عیال کے احمد اللہ خاں کے ساتھ چلے گئے تھے یہ وہ لوگ تھے جو اپنے تئیں
بے قصور سمجھ کر ہلدور میں رہ گئے تھے۔ غرض کہ شام تک ان لوگوں کا برابر قتل
رہا اور جس قدر گھر مسلمانوں کے وہاں موجود تھے وہ سب جلا دیئے گئے اور
ان کے ساتھ ہندوؤں کے بھی بہت سے گھر جو بیچ میں آ گئے جل گئے اور ہلدور
کا یہ حال ہو گیا کہ بجز دو پکی حویلیوں کے کوئی گھر جلنے اور خراب ہونے اور
لٹنے سے باقی نہیں رہا پھونس کا نام ہلدور میں سے جاتا رہا یہاں تک کہ اگر
کوئی چڑیا ایک پھونس کا تنکا اپنا گھونسلہ بنانے کو قرض مانگتی تو بھی نہ ملتا۔

ہندوؤں کو مسلمانوں سے اس قدر عداوت ہو گئی کہ چند آدمی جو اتفاقیہ
ہلدور میں وارد تھے وہ بھی مارے گئے گنوار بجنوری پکار پکار کر ہم لوگوں اور
ڈپٹی صاحب کی نسبت صاف صاف کہتے تھے کہ گویہ لوگ چودھریوں سے
ملے ہوئے ہیں مگر مسلمان ہیں ان کو بھی مار ڈالنا چاہئے مگر چودھری رندھیر سنگھ
نے ہماری بہت حفاظت کی اور کہلا بھیجا کہ دروازہ مضبوط بند کر کے اندر بیٹھے
رہو اور کسی اپنے نوکر کو بھی باہر نہ نکلنے دو ایسا نہ ہو کوئی مار ڈالے اس سبب
سے تین روز تک ہم کو ہلدور میں پانی اور کھانے کی بہت تکلیف رہی۔

ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا ہلدور سے روانہ ہونا

جب یہ حال ہوا تو پھر ہم نے اپنا قیام ہلدور میں بھی مناسب نہ جانا
اور تمام ضلع میں کوئی اور ایسی جگہ بھی نہ تھی جہاں ہم رہ سکتے اس مجبوری سے
ضلع کا چھوڑنا ضرور پڑا۔ انیسویں تاریخ کا دن جس طرح ہو سکا ہم نے ہلدور
میں بسر کیا گیارہ بجے رات کے ہم پیادہ پا وہاں سے نکلے اور نہایت مشکل
اور تباہی سے راستہ کاٹا۔ صبح ہوتے ہم لوگ مع ڈپٹی صاحب اور متفرق اہل

اور بانکے رائے خزانچی کے قریب موضع بیجنیاں کے پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ بیجنیاں پٹھان میں بہت لوگ ہمارے لوٹنے اور مارنے کو جمع ہیں اس لئے اس راہ کو چھوڑنا ضرور پڑا اور پلانہ کا رستہ اختیار کیا۔

موضع پلانہ میں ڈپٹی صاحب اور صدرامین پر یورش ہونا

جب موضع پلانہ کی سرحد میں پہنچے دفعتاً دو ہزار گنوار مسلح ہم پر دوڑے۔ اور ہمارے لوٹنے اور قتل کا ارادہ کیا۔ مسمی بخشی سنگھ پدھان موضع پلانہ نے مجھ کو اور ڈپٹی صاحب کو پہچانا اور ان گنواروں کو روکا اور خود ساتھ ہو کر بحفاظت تمام اپنے گاؤں کی سرحد سے نکال دیا۔ جب کہ ہم موضع کھیڑی میں پہنچے تو وہاں کے زمینداروں نے ہماری بہت خاطر کی اور ہم کو پانی اور دودھ پلایا اور ہر طرح سے ہماری اطاعت کی اور چند آدمی ساتھ ہوئے تاکہ چاندپور تک پہنچا دیں۔

چاندپور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر یورش ہونا

چاندپور میں اس سے زیادہ مصیبت ہماری قسمت میں لکھی تھی کہ جب ہم قریب دروازہ چاندپور کے پہنچے اور بدمعاشان مسلمانان چاندپور کو ہمارے آنے کی خبر ہوئی دفعتاً محلہ بتیا پاڑہ میں ڈھول ہوا اور صدہا آدمی تلوار اور گنڈاسہ اور طمنچہ اور بندوق لے کر ہم پر چڑھ آئے ہمارے مارے جانے میں کچھ شبہ باقی نہ تھا مگر فی الفور میر صادق علی رئیس چاندپور ہماری مدد کو پہنچے اور اپنے رشتہ داروں اور ملازموں کو ساتھ لے کر ان مفسدوں کو روکا۔ اس عرصہ میں اور بہت سے آدمی شہر کے ہماری اعانت کو آئے اور

ان بدذاتوں کے ہاتھ سے ـــــ ہم کو بچا لیا اور میر صادق علی ہم کو اپنے مکان پر لے گئے اور وہاں امن دیا اور دوسرے روز خود ساتھ ہو کر موضع چھولہ تک پہنچا دیا وہاں سے ہم بچھراؤں گئے اور وہاں سے عرضی مفصل سرگزشت کی بحضور حکام لکھی اور چند روز بسبب بیماری کے مقام کر کے ڈپٹی صاحب براہ خورجہ بعد پہنچانے اپنے اہل و عیال کے اور میں صدر امین سید ھا بمقام میرٹھ بحضور حکام عالی مقام حاضر ہوئے۔

رائے اس باب میں کہ ضلع میں اس تازہ فساد ہونے کا کیا سبب ہوا

جب یہ فساد ہوا تو انتظام ضلع کا ہمارے ہاتھ میں تھا۔ اس سبب سے میں نہایت نامناسب سمجھتا ہوں اگر اس قدر جلد ضلع میں فساد ہونے کا سبب نہ بیان کروں۔ میری رائے میں کچھ شک نہیں ہے کہ اگر سرکاری فوج ضلع میں نہ آتی تو اسی طرح کا فساد ضرور ضلع میں ہوتا مگر جس قدر جلد کہ اب ہوا اس کا باعث صرف فساد نگینہ ہے۔ حکام انگریزی کے احکام آنے اور رئیسوں کے نام خطوط اور پروانجات جاری ہونے سے جن کا حال اوپر بیان ہو چکا کچھ شک نہیں ہے کہ سب کے دلوں پر سرکار کا خوف ہو گیا تھا اور ہم نے جو اشتہارات اور منادی سرکار کے نام سے تمام ضلع میں کی یہاں تک کہ خاص نجیب آباد میں بھی سرکار کے نام سے منادی ہوئی اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر دھرم پورہ تک تشریف لائے سب کو یقین ہو گیا تھا کہ اب سرکاری فوج اور حکام جلد ضلع میں تشریف لاویں گے۔ جب ہم نے ضلع کا اہتمام اٹھایا تو مسلمانوں نے اس بات کا یقین کیا کہ جو زیادتیاں ہندوؤں نے بروقت فتح شیرکوٹ و بجنور

مسلمانوں پر کیں وہ اب نہیں ہونے کیں اور نہ مسلمان ہندوؤں پر زیادتی کر سکیں گے بلکہ جیسا قاعدہ سرکاری عدالت کا تھا اسی طرح پر انتظام اور کام ہوگا اور ہمارا دل بھی یوں ہی چاہتا تھا کہ اسی طرح پر ہو مگر ہم محض بے قابو تھے اور درحقیقت ہمارا کچھ بس اختیار نہ تھا جو لوگ کہ ہماری مدد کو تھے وہ ہمارے تابع نہ تھے بلکہ خود رائی سے کام کرتے تھے ہماری بات کبھی اگر مانتے تھے تو وہی بات مانتے تھے جو کہ پہلے سے ان کے دل میں کرنی ہوتی تھی۔ ہمارے مددگاروں کے جو لوگ تابع اور مددگار تھے وہ خود ان کی نہ مانتے تھے جن کے تابع تھے ہم تو درکنار رہے جو بات کہ ہماری خلاف مرضی اور برعکس ہماری رائے کے ضلع میں ہونے کو ــــــ ہوتی تھی ہم اس کے روکنے کا اور بند کرنے کا کچھ قابو نہ رکھتے تھے۔ ہم خوب سمجھتے تھے کہ نگینہ میں توپ کے سانچہ پر فساد ہوگا۔ اوّل تو ہماری ہرگز رائے نہ تھی کہ بالفعل اس سے کسی طرح کا مواخذہ کیا جائے اس لئے کہ سردست وہ کسی کام کا اور کسی طرح مضرت رساں نہ تھا اس سے آئندہ امید مضرت رسانی کی تھی اور اگر بالفرض آدمی نگینہ پر چلے بھی گئے تھے تو جس وقت رئیسان نگینہ نے مردمان اور سپاہیان نجیب آباد کو نگینہ سے رخصت کر دیا تھا اور سب لوگ نجیب آباد چلے گئے تھے اس وقت رام دیال سنگھ کا رہنا پورنی میں نہایت نامناسب اور بنیاد فساد کی تھا۔ فی الفور رام دیال سنگھ کو واپس آنا چاہئے تھا۔ ہم نے تھانہ دار نگینہ میں بھیجا تھا اور مولوی قادر علی تحصیل دار کو واسطے بھیجنے نگینہ کے بلایا تھا ہم صرف رئیسوں کی معرفت وہاں کا انتظام کر لیتے مگر ہر چند ہم نے کہا کہ رام دیال سنگھ کو واپس بلانا چاہئے مگر افسوس ہے کہ ہماری یہ بات وہ تھی جس کا ہمارے مددگاروں کے دل میں پہلے سے اس کا کرنا نہ تھا۔ بشوئیان نگینہ جو قدیمی مفسد اور شورہ پشت ہیں

زیادہ تر مفسدہ ۔کے باعث ہو گئے اور نگینہ میں فساد کروا دیا مسلمانوں نے دیکھا کہ بدستور ہندو مالک اور حاکم ہیں اور ہندو جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مارتے ہیں جیسا کہ نگینہ میں پیش آیا۔ اکثر آدمی نجیب آباد چلے گئے نواب نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر محمدی جھنڈا کھڑا کر دیا اور دفعتاً ضلع میں فساد برپا ہو گیا اور مذہبی لڑائی قائم ہو گئی۔

چاندپور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر بلوہ ہونے کا سبب

چاندپور میں جو ہم پر آفت پڑی گو اصلی منشا اس کا یہی تھا کہ ہم سرکار کے خیر خواہ اور طرف دار تھے اور علانیہ سرکار کی طرف داری کر کر انتظام ضلع کا اٹھا لیا تھا لیکن اس قدر عام بلوے کے ہمارے پر ہونے کا یہ سبب تھا اور بلوائی پکار پکار کر کہتے تھے کہ چودھریوں سے سازش کر کے نگینہ میں مسلمانوں کو مروا دیا اور لوگوں کی جورو بیٹی کی بے عزتی کروائی اور ہلدور میں اپنے سامنے مسلمانوں کو ذبح کروایا اب ہم زندہ چھوڑیں گے! چنانچہ یہ سب باتیں ہم اپنے کان سے سنتے تھے اور ہلدور سے علوائیاں اور چھپیوں کے زخمی مرد اور عورتیں اور بچے جو بچ کر بھاگے تھے وہ تھوڑی دیر پہلے ہم سے چاندپور میں پہنچ چکے تھے ان کا حال دیکھ کر زیادہ تر لوگ ناراض ہو رہے تھے کہ ہم بے گناہ دفعتاً وہاں جا پہنچے۔ فہمیدہ آدمی تو سمجھ گئے کہ یہ کام انہوں نے نہیں کیا مگر جاہل لوگوں نے نہ مانا۔ غرض کہ ہماری رائے میں یہ ہے کہ جس طرح ہم چاہتے تھے اگر سب لوگ ہماری رائے پر کام کرتے تو بلا شبہ جتنے عرصہ تک ضلع ٹھہرا رہتا کہ یا سرکاری فوج ضلع میں آجاتی یا لوگوں کو

سرکاری فوج آنے سے بالکل توقع جاتی رہتی۔

ہلدور کی دوسری لڑائی اور چودھریوں کی شکست

ہمارے جانے کے بعد چودھری صاحبان ہلدور پھر جمعیت اکٹھا کرنے کی فکر میں پڑے اور اپنی حویلی کی حفاظت میں مصروف ہوئے۔ چنانچہ بہت سے آدمی ہلدور میں جمع ہو گئے اور احمد اللہ خاں اور ماڑے بمقام بجنور مقیم رہے۔ تیئسویں اگست ۱۸۵۷ء روز یکشنبہ مطابق نویں محرم ۱۲۷۴ ہجری کو احمد اللہ خاں اور ماڑے نے ہلدور پر چڑھائی کی اور سوتی جمعیت سنگھ رئیس بجنور اور لالہ خوب چند وکیل صدر امینی بجنور کو جو زمانہ سابق میں کارندہ چودھریان ہلدور تھا ساتھ لیا کہ اول جا کر صلح اور صفائی کروا دیں۔ ادھر سے لشکر احمد اللہ خاں کا ہلدور پر روانہ ہوا اور جب چودھری پرتاب سنگھ تاج پور سے (کانٹھ) چلے گئے تھے تو (کانٹھ) والوں نے کچھ اپنی جمعیت اور ایک ضرب توپ تاج پور میں واسطے حفاظت مکانات چودھری پرتاب سنگھ کے بھیجی تھی اور وہ تاج پور میں موجود تھی چنانچہ تاج پور سے ایک گروہ مع اس توپ کے واسطے کمک چودھریان ہلدور کے مع نرائن مہائے روانہ ہوا تھا اور وہ متصل ہلدور پہنچ گیا تھا اور ایک باغ میں متصل ہلدور مورچہ لگایا تھا۔ جب احمد اللہ خاں کا لشکر ہلدور کے قریب پہنچا تو بلدیہ کی بھوڑ پر لشکر ٹھہرا اور وہ دونوں آدمی ہلدور میں چودھری صاحبان پاس گئے مگر کوئی صورت صفائی کی نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد جب ان دونوں آدمیوں کے واپس آنے میں دیر ہوئی تب احمد اللہ خاں نے ہلدور کو گھیر لیا اور تاج پور والے غول سے مقابلہ کر کے اس کو بھگا دیا اور

کانٹھ والی توپ چھین لی۔ رسوتی جمعیت سنگھ اور لالہ خوب چند ہلدور میں سے
نکل کر چلے گئے اور ہلدور پر لڑائی شروع ہوئی جس قدر آدمی کہ چودھری
صاحبوں کے پاس تھے وہ حویلی میں محصور ہو گئے اور اندر سے بندوقیں مارنی
شروع کیں احمد اللہ خاں کے گولہ اندازوں نے ہر چند کئی طرف سے مورچہ لگائے
مگر کوئی موقع ایسا ان کے ہاتھ نہ آیا کہ حویلی کی دیوار گولے سے ٹوٹ سکے
اور بندوق تلوار کچھ کام نہ کرتی اس لئے بہت دیر تک گولے چلتے رہے اور
احمد اللہ خاں کے چند آدمی جو حویلی کے دروازوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے
مارے گئے۔ جب حویلی ٹوٹ نہ سکی تو احمد اللہ خاں نے وہاں سے کوچ کر کے
نہٹور میں مقام کیا اور دوسرے روز اکتیسویں اگست ۱۸۵۸ء مطابق دسویں
محرم ۱۲۷۵ ہجری کو بھی وہیں مقام رہا۔ یکم ستمبر کو نہٹور سے جانب بجنور کوچ
کیا اور رستہ میں موضع نانگل کو جہاں زمانہ مقابلہ شیر کوٹ میں کئی سپاہی
نواب کے مارے گئے تھے لوٹ لیا اور جلا دیا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔

چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ کا مع اہل و عیال ہلدور سے جانا

چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ نے اب رکھنا اپنے
اہل و عیال کا ہلدور میں مناسب نہ جان کر دونوں چودھری صاحب مع اپنے
تمام اہل و عیال کے ہلدور سے کھینہ چلے گئے اور صرف چودھری رندھیر سنگھ
ہلدور میں مقیم رہے اور بعد پہنچانے اپنے اہل و عیال کے کھینہ میں چودھری
بدھ سنگھ پھر ہلدور کو واپس آئے اور چودھری مہاراج سنگھ تاج پور گئے
اور کانٹھ سے چودھری پرتاب سنگھ صاحب کو بلایا اور وہ دونوں مل کر

ہلدور میں آئے اور بعد مشورہ اور گفتگو کے دوسرے دن چودھری پرتاب سنگھ تاج پور کو چلے آئے۔

جلال الدین خاں کی مختاری کی تجویز ہونی اور چودھریوں سے صفائی کی گفتگو

اس معرکہ کے بعد تمام ضلع میں نواب کی بے کھٹکے حکومت ہوگئی اور جملہ مشیرانِ نواب انتظام ضلع کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ رائے قرار پائی کہ جملہ چودھریوں سے صفائی کی جاوے اور جلال الدین خاں نائب نواب اور مختار کل مقرر ہو۔

جلال الدین خاں کو اس عہدہ پر مقرر کرنے کا سبب یہ تھا کہ احمد اللہ خاں سے سب چودھری بہت ناراض تھے اور اگر وہی کارکن رہتا تو چودھریوں سے صفائی ہونے میں دقت پڑتی۔ دوسرا یہ سبب تھا کہ ان دنوں میں ضرورت روپیہ کی بہت تھی اور احمد اللہ خاں کو روپیہ ملنا بہت دشوار تھا اور جلال الدین کو لوگ معتبر آدمی سمجھتے تھے اس کی معرفت سبیل روپیہ کی بھی بآسانی متصور تھی۔ چنانچہ مسودہ اقرار نامہ مختاری کل تحریر ہوا اور جملہ چودھریوں سے گفتگو اور پیغام سلام صفائی کے ہونے لگے اور سعد اللہ خاں مصنف امروہہ نے چودھریوں کے نام خطوط واسطے صفائی کے لکھے اور اس میں وعدہ لکھا کہ بعد تحریر ہوجانے اقرار نامہ مختاری کل کے میری معرفت سب کی صفائی ہوجاوے گی۔ سعد اللہ خاں نے جو خط اس باب میں چودھریوں کے نام لکھے اس کی نقل بجنسہ اس مقام پر لکھتے ہیں:

نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھریان درباب صفائی

نقل خط سعد اللہ خاں موسومہ چودھری رندھیر سنگھ و بدھ سنگھ و
مہاراج سنگھ بلا اندراج تاریخ ۔

چودھری صاحبان مشفق مہربانان دوستان سلمہا اللہ تعالیٰ بعد شوق
ملاقات مسرت سمات کہ مزیدی بر ان متصور نیست مشہور ضمیر محبت تنویر گردانیدہ
مے آید۔ الحمد للہ والمنت کہ خیریت جانبین حاصل نامہ محبت شمامہ بہمدست
حکیم شجاع علی صاحب و سید امتیاز علی صاحب وصول آوردہ کاشف
ما فیہا گردید۔ حال اینست کہ مختار نامہ کل معاملات از جانب نواب
صاحب بہادر بنام جلال الدین خاں صاحب بہادر قرار یافتہ است
و مسودہ ہم تسطیر شدہ مگر تا ایں وقت صاف نگردیدہ مہر بر آں نشدہ است
تا وقتیکہ ایں معاملہ بظہور نرسد از ایں باعث در رسیدن ایں جانب نزد
آں صاحبان تامل است۔ لہذا بقید قلم مے آید کہ اگر ایں معاملہ تا دوپہر
بانجام رسید ضرور سوار شدہ در کرت پور شب باش خواہم شد و اطلاع بہ
آں صاحبان خواہم رسانید زیادہ خیریت است و حکیم صاحب و سید
امتیاز علی صاحب را نزد خود مقیم داشتہ ام و اگر امروز تصفیہ نشدہ دو سہ
روز انتظار نمودن تصفیہ ضرور است ۔

جلال الدین خاں کی مختاری کا التوا اور کونسل کا تقرر

مگر یہ انتظام موقوف رہا اس سبب سے کہ احمد اللہ خاں اس بندوبست
سے بہت ناراض تھا اس نے تمام افسران کو اپنے ساتھ ملا لیا تمام افسران

فوج نے احمد اللہ خاں سے عہد کیا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر محمود خاں تم کو بے دخل کرے گا تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ لاچار یہ بندوبست ملتوی رہا اور آپس کی صلاح سے ایک کونسل مقرر ہوئی کہ جو انتظام ضلع کا ہو کونسل سے ہوا کرے۔ چنانچہ جو روبکاری نواب محمود خاں نے اس معاملہ میں لکھی اس کی نقل بجنسہٖ اس مقام پر لکھی جاتی ہے۔

روبکار تقرر کونسل

روبکاری محکمہ بہ اجلاس امیر الدولہ ضیاء الملک ذوی القدر نواب محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ واقع ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء جو کہ ایں جانب نے بسبب بندوانتظامی ضلع بجنور کے محمد احمد اللہ خاں بہادر و محمد احمد یار خاں و محمد شفیع اللہ خاں و اخوندزادہ عبدالرحمٰن خاں و سید احمد شاہ کو بنظر رفاہ خلائق اور واسطے انتظام مالی و ملکی ضلع بجنور کے اپنی طرف سے مختار کار عام مقرر کیا اور کل انتظام ضلع کا سپرد صاحبان مرقومہ بالا کے کیا تو ضرور ہے کہ جو معاملات بیچ انتظام ملک خواہ پروانجات و چٹھیات و رقعہ جات یا اور کوئی امر متعلق نظامت و فوجداری اجرا پاوے تو بصلاح مشورہ صاحبان مرقومہ بالا کے تجویز ہو کر روبروے ایں جانب پیش ہووے اور ایک عرضی بھی سب صاحبوں کی طرف سے مشعر با طلاع اتفاق رائے کے گذرنی چاہیئے تو اس وقت ہونا حکم منظوری تجویز یا دستخط ایں جانب بہت مناسب ہو گا لہذا

حکم ہوا کہ

جو امر تجویز صاحبان مرقومہ بالا سے اجرا پاوے تو بالاتفاق سب

صاحبوں کے تجویز ہو کر مع قطعہ عرضی کے ہمارے روبرو پیش ہو تو جب دستخط اور حکم ہمارا ہوگا اور درصورت خلاف رائے صاحبوں کے کوئی امر تجویز کیا ہوا کسی کا قابل پذیرائی کے نہ ہوگا اطلاعاً نقل روبکار ہذا کی پاس ان پانچوں صاحبوں کے بھیجی جاوے اصلی روبکار سررشتہ میں رہے۔

کچہری کے لئے مہروں کا بننا

اسی زمانہ میں نئی مہریں فوجداری اور کلکٹری کی نامحمود خاں اور احمد اللہ خاں نے بنوائیں۔ ان مہروں پر الفاظ و للہ ملک السموات والارض بڑھایا گیا اور بجائے سنہ عیسوی کے سنہ ہجری لکھے گئے۔ پہلی دفعہ جو مہریں بنیں ان میں تو لفظ ضلع بجنور موقوف کر کے لفظ تحت حکومت نجیب آباد کھودا گیا چنانچہ ان مہروں کے نقشہ اس مقام پر ثبت ہیں۔
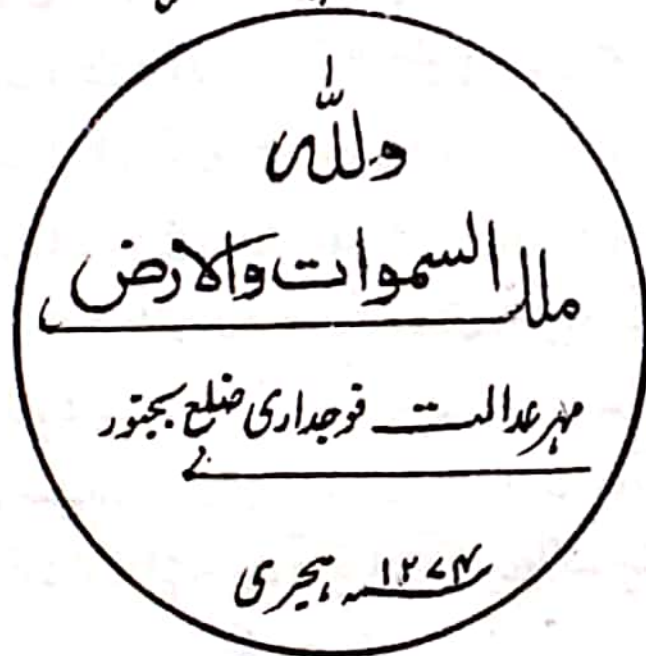
وللہ ملک السموات والارض۔ مہر عدالت فوجداری ضلع بجنور ۱۲۷۴ھ ہجری
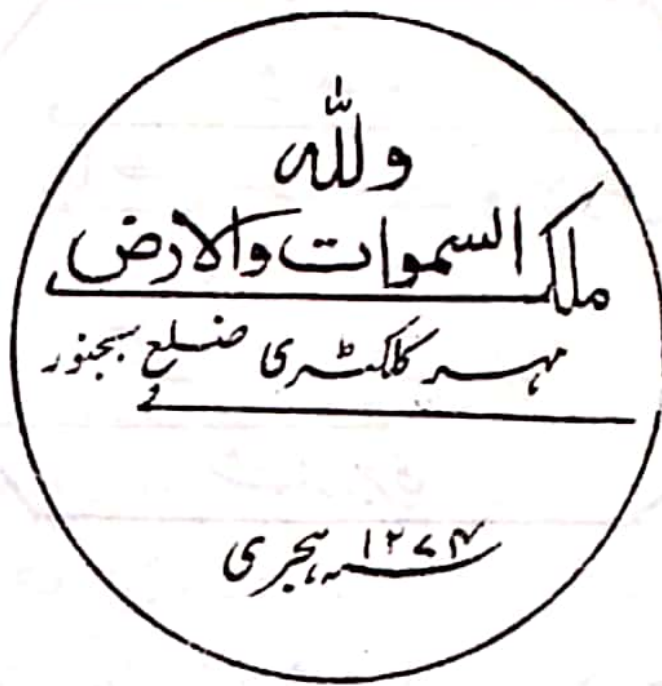
وللہ ملک السموات والارض ۔ مہر کلکٹری ضلع بجنور ۱۲۷۴ سنہ ہجری

ص ۱۲
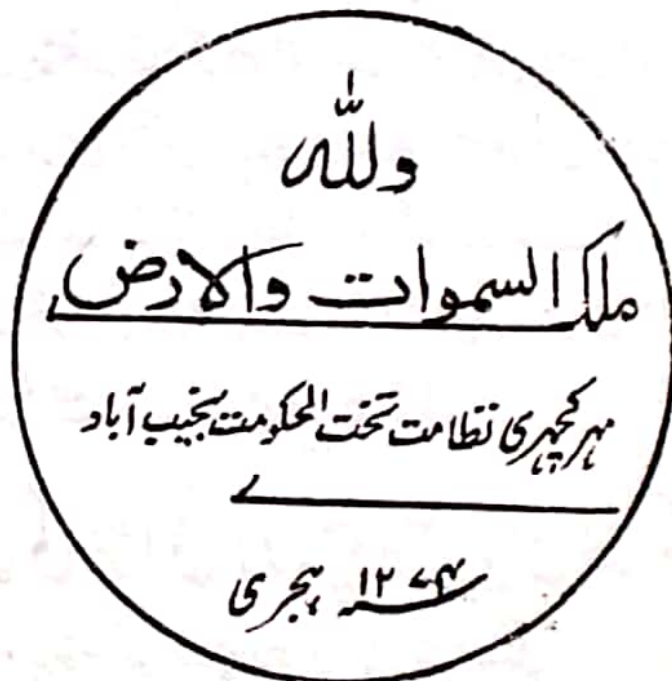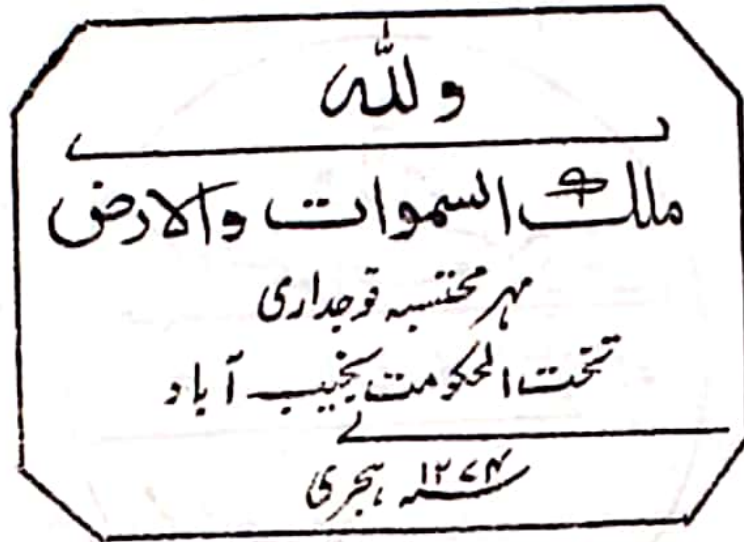
سعد اللہ خاں کا صفائی چودھریوں میں دخیل ہونا

اگرچہ کونسل مقرر ہونے سے جلال الدین خاں کی مختاری کل ملتوی ہو گئی اور سعد اللہ خاں کا بخوبی اختیار نہ ہوا کیونکہ سعد اللہ خاں کا اختیار جلال الدین خاں کی مختاری پر منحصر تھا مگر پھر بھی سعد اللہ خاں بدستور چودھری صاحبوں کی صفائی کے معاملہ میں دخیل رہا اور واسطے درستی اس معاملے کے اور بلاتے چودھریوں کے سعد اللہ خاں بمقام نہٹور گیا اور سب چودھریوں کو بلایا اور پیغام بھیجا مگر کوئی ان میں سے نہ آیا۔ لاچار سعد اللہ خاں بلاحصول مطلب سولھویں ستمبر ۱۸۵۸ء کو نگینہ میں واپس آیا۔

پھڑاولی کی لڑائی اور چودھریان ہلدور کی شکست

چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ نے ارادہ کیا کہ پھر ایک دفعہ نواب سے مقابلہ کیا چاہیے اور اپنی برادری کو خطوط لکھے اور چودھری

پرتاپ سنگھ سے بھی کمک چاہی، چنانچہ موضع پھینہ میں لام جمع ہوا اور چودھریان کانٹھ اور نرائن سہائے مع جزائل چودھری پرتاپ سنگھ کی طرف سے اور گلاب سنگھ چکارسی والا اور کچھ زمیندار پھینہ کے اور اور زمیندار دیہات کے ص ۱۱۳ ؛ کمکی چودھری بدھ سنگھ صاحب کے پھینہ میں جمع ہوئے اور کچھ آدمی ہلدور میں اکٹھے ہوئے اور یہ سارا لام جمع ہو کر بہ ارادہ چڑھائی نجیب آباد روانہ ہوا۔ احمد اللہ خاں نے یہ خبر سنکر کچھ فوج اپنی بمقام نگینہ اور کچھ فوج بمقام کرت پور زیر افسری شفیع اللہ خاں روانہ کی۔ اور ادھر سے چودھری صاحب اپنا لام لے کر اٹھارویں ستمبر ۱۸۵۷ء کو متصل پھڑا دلی کے پہنچے اور طرفین میں مقابلہ شروع ہوا۔ تھوڑی لڑائی کے بعد چودھری صاحب کی شکست ہوئی تمام گنوار جو جمع ہوئے تھے بھاگ نکلے اور ایک موروثی توپ چودھریان ہلدور کی جس کا کڑہ خان نام تھا مع تین جزائلوں اور دو گردوں کے نواب کی فوج نے چھین لئے اور چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ ہلدور ہوتے ہوئے پھر پھینہ میں پہنچے۔ اس فتح میں شفیع اللہ خاں کا بہت بڑا نام ہوا اور لقب بہادری اس کو دیا گیا اور جنرل جمار بھی کہلانے لگا۔ چنانچہ اکثر کاغذات میں اس کا یہ لقب دیکھا گیا۔

چودھریوں سے پھر صلح کا پیام

اس لڑائی کے بعد احمد اللہ خاں اور اور نواب کے مشیروں نے چاہا کہ یا جملہ چودھریان کی بیخ کنی کر دی جاوے ورنہ وہ لوگ مقابلہ سے باز نہ آویں گے اور ان کی طرف کا کھٹکا رفع نہ ہوگا۔ یا ان سے بخوبی صلح اور صفائی ہو جاوے چودھری صاحبان بھی درصورت طمانیت رفع فساد چاہتے تھے۔ چنانچہ ادھر

سے چودھریوں نے بھی پیغام صلح بھیجے اور خطوط بھی لکھے جن کا حال یہ تھا کہ بسبب خوف بدسلوکی اور اندیشہ جان د آبرو کے حاضر نہیں ہو سکتے تھے ہر چند نواب کی طرف سے چودھریوں کی تشفی ہوتی تھی مگران کو طمانیت نہ ہوئی تھی اور اعتبار نہ آتا تھا۔ چنانچہ سعداللہ خاں کے خط کی نقل جو بنام چودھری پرتاب سنگھ صاحب کے اس معاملہ میں بیسویں ستمبر ۱۸۵۷ء کو تحریر ہوا بجنسہ لکھتے ہیں۔

نقل خط سعداللہ خاں بنام چودھری پرتاب سنگھ

درباب صفائی

نقل خط سعداللہ خاں بنام چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور

چودھری صاحب مشفق مہربان دوستاں سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام شوق

ص ۱۱۴ واضح ہو خط تمہارا پہنچا حال دریافت ہوا۔ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ایام کچھ برے آگئے ہیں ورنہ ہرگز تم سے ایسی بات ظہور میں نہ آتی کہ تم مجھ سے اندیشہ کرتے ہو اور میں تم کو اپنے فرزند سے کمتر نہیں جانتا جبکہ تم کہنے میرے سے باہر ہو تو پھر کیا علاج کروں چاہیئے کہ بلا اندیشہ تم نگینہ میرے پاس چلے آؤ اور کچھ اندیشہ کسی طرح کا مت کرو اگر میرے پاس نہ آؤ گے تو اور جو کچھ تدبیر تمہارے نزدیک بہتر ہو وہ کرو اور اگر ایسی ہی لیت ولعل میں رہو گے خراب اور برباد ہو جاؤ گے بتاکید جانو اور بلا اندیشہ چلے آؤ اور جب تم مجھ کو مربّی جانتے ہو تو پھر کیا خوف ہے ہرگز ہرگز کچھ خوف نہ کرو زیادہ خیریت ہے اور اسی شب میں روانہ ہو کر میرے پاس آجاؤ اور مجھ کو تمہاری حیرانی کا بڑا تردد ہے۔ واللہ باللہ اگر میں تم کو محمد اسمٰعیل خاں سے

کمتر جانتا ہوں تو خدا اس کا آگاہ ہے اور تم کو بھی یہ معلوم ہے۔ فقط پہلی صفر ۱۲۷۴ھ ہجری۔

غضنفر علی خاں کا نہٹور میں جانا اور چودھری رندھیر سنگھ کی ملاقات

غرض کہ سعداللہ خاں کی معرفت پیغام صفائی اور حاضر ہو جانے کے چودھری پرتاب سنگھ صاحب سے ہوئے اور ننھے خاں نے چودھری امراؤ سنگھ صاحب رئیس شیر کوٹ سے گفتگو صفائی کی کی اور غضنفر علی خاں بڑا بیٹا نا محمود خاں کا مع ماڑے اور لشکر مناسب کے نہٹور روانہ ہوا کہ اگر چودھریان ہلدور حاضر ہو جاویں تو بہتر ورنہ پھر ہلدور کو تباہ کیا جاوے اور جیراج سنگھ پوریتی والے اور لیکھراج سنگھ نہٹور والے کی معرفت چودھری رندھیر سنگھ کو پیغام بھیجے گئے۔ بعد گفتگو اور طمانیت کے چودھری رندھیر سنگھ نہٹور میں آنے پر راضی ہوئے اور پچیسویں ستمبر ۱۸۵۷ء کو چودھری صاحب نہٹور میں آئے اور غضنفر علی خاں سے ملاقات کی۔ چودھری صاحب نے ایک پیش قبض اور پچاس روپیہ ان کی نذر کیا اور غضنفر علی خاں نے ایک دوشالہ بطور خلعت ان کو دیا اور یہ بات کہی کہ چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ کو بھی حاضر کر دو انہوں نے اقرار کیا کہ بلا دوں گا۔ بعد ملاقات کے چودھری رندھیر سنگھ صاحب ہلدور کو رخصت ہوئے اور یعقوب علی خاں رام پوری مصاحب غضنفر علی خاں اور مان سنگھ بھائی لیکھراج سنگھ کا واسطے لانے چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ کے ان کے ساتھ ہلدور میں گئے اور وہاں سے موضع پھینہ میں چودھری صاحبوں کے پاس پہنچے مگر چودھری بدھ سنگھ اور ص ۱۱۵

مہاراج سنگھ نہ آئے اور بہ لطائف الحیل آنے سے انکار کر دیا اور کئی دن بعد گنگا پار بہ حضور حکام چلے گئے۔

چودھری پرتاب سنگھ اور امراؤ سنگھ کا نگینہ میں آ کر نجیب آباد جانا اور نواب محمود خاں سے ملاقات کرنا

آخر کار بعد نامہ و پیغام یہ بات ٹھہری کہ چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور موضع پورینی میں آویں اور سعد اللہ خاں سے زبانی گفتگو کر کے تاج پور واپس چلے جاویں۔ چنانچہ پرتاب سنگھ پورینی میں آئے اور سعد اللہ خاں نگینہ سے پوریتی میں گیا اور چودھری پرتاب سنگھ کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھی پر بٹھا لیا اور نگینہ لے آیا۔ اس کے بعد چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیر کوٹ نگینہ میں آئے اور سعد اللہ خاں سے ملاقات ہوئی۔ جب محمود خاں کو خبر پہنچی کہ دونوں چودھری نگینہ میں آ گئے ہیں اس نے سعد اللہ خاں کو خط لکھا کہ دونوں چودھریوں کو نجیب آباد میں لے آؤ۔ سعد اللہ خاں ان کو نجیب آباد لے گیا اور چھبیسویں ستمبر کو چودھری صاحبوں کی ملاقات نواب محمود خاں سے ہوئی۔ دونوں چودھری صاحبوں نے کچھ اشرفیاں نذر دیں۔ نواب محمود خاں نے ایک دو شالہ ان کو بطور خلعت دیا اور دوسرے دن رخصت کر دیا۔

شیر کوٹ میں ہندوؤں کا قتل ہونا

جب کہ چودھری امراؤ سنگھ شیر کوٹ سے نگینہ کو روانہ ہوئے تو غضنفر علی خاں اور ماڑے نے نہٹور سے دھام پور کو کوچ کیا اور غضنفر علی خاں تو دھام پور ٹھہرا رہا اور ماڑے بد نصیب بے رحم شیر کوٹ میں گیا۔ ۲۶ ستمبر کو

اس ارادہ سے کہ وہاں کے ہنود کو قتل کرے، شیر کوٹ میں ہندوؤں نے وہاں سے بھاگنا چاہا۔ برہان الدین قاضی شیر کوٹ نے پٹواریوں کو جو قوم کے بنیئے تھے اپنے گھر میں بلا کر اکٹھا کر لیا۔ اس عرصہ میں بہت سے لوگ دروازہ قاضی پر جمع ہوئے اور شور وغل برپا ہوا۔ قاضی نے ان سب لوگوں کو جو بتوقع پناہ اس کے گھر میں رہے تھے گھر سے باہر نکال دیا اور اس کے دروازہ کے آگے وہ لوگ مارے گئے۔ غرض کہ اکتیس آدمی پٹواری اور برہمن اور بھاٹ نہایت ظلم اور قساوت قلبی سے ذبح کئے گئے دو آدمی تو زخمی ہو کر بچ گئے اور انتیس آدمی مارے گئے۔ اس وقت سے ماڑے حرامزادہ کی بڑی دہشت لوگوں کے علی الخصوص ہندؤں کے دل میں بیٹھ گئی تھی کہ جدھر ماڑے کا لشکر جاتا تھا لوگ تھرا جاتے تھے اور کانپ اٹھتے تھے۔

ذ ص ۱۱۶

آپس میں باغیوں کے ملک کا تقسیم ہونا

ان واقعوں کے بعد ماڑے کو بہت زور ہو گیا اور رنا محمود خاں کے خاندان میں درباب تقسیم ملک نزاع ہوا۔ ماڑے نے غضنفر علی خاں کو اپنے ساتھ کر لیا اور اس نے چاہا کہ احمد اللہ خاں کو بالکل بے دخل کیا جاوے کئی دن تک آپس میں رنجش رہی پھر باہم صفائی ہوئی اور تقسیم ملک کی، اس طرح پر قرار پائی کہ رنا محمود خاں کو بارہ ہزار روپیہ مہینہ نقد ملا کرے۔ اور تحصیل نگینہ و دھام پور و چاندپور ماڑے خاں و غضنفر علی خاں کے حصہ میں دی جاوے۔ اور تحصیل نجیب آباد و بجنور احمد اللہ خاں کے حصے میں اور آٹھ ہزار روپیہ مہینہ غضنفر علی خاں اور ماڑے رنا محمود خاں کو دیں اور چار ہزار روپیہ مہینہ احمد اللہ خاں دے، چنانچہ یہ بندوبست چند دن تک قائم رہا۔

جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ کا چودھری بدھ سنگھ کو مدد دے کر پھر ضلع کو روانہ کرنا

چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ جو میرٹھ میں بحضور حکام حاضر تھے انہوں نے بار بار جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ سے عرض کیا تھا کہ اگر تھوڑی سی بھی کمک ہم کو ملے تو ہم پھر نواب محمود خاں سے مقابلہ کریں اور اس کو ضلع سے خارج کر دیں اور پھر ہم اپنی برادری کے بہت سے لوگ مقابلہ کو جمع کر لیں گے۔ اگرچہ جناب صاحب کمشنر بہادر کو اس میں تامل تھا مگر بسبب اصرار بار بار عرض کرنے چودھریان کے جناب کمشنر بہادر نے اس کی کمک تجویز کی اور لالہ گور سہائے ناظم حسن پور پاس جس قدر جمعیت تھی اس کا ساتھ کرنا اور کچھ فوج راؤ گلاب سنگھ رئیس کوٹیسر کا کمک کو دینا تجویز کیا اور جملہ رئیسان ضلع بجنور کے نام حکم نامے جاری کئے کہ کوئی شخص نواب محمود خاں کی اعانت نہ کرے اگر کرے گا تو مجرم سرکار ہو گا۔ چنانچہ سترھویں اکتوبر ۱۸۵۷ء کو یہ سب امور تجویز ہوئے اور حکم نامے جات بنام رئیسان ضلع بجنور تحریر ہوئے۔ اور چودھری صاحبان کو میرٹھ سے رخصت کیا۔ نقل اس حکم نامہ کی بعینہ اس مقام پر لکھی جاتی ہے۔

حکم نامہ جناب صاحب کمشنر میرٹھ جو بنام رئیسان ضلع بجنور

درباب اعانت چودھری بدھ سنگھ تحریر ہوا

نقل حکم نامہ جناب اِڈورڈ فلپ ولیمس صاحب بہادر صاحب کمشنر

میرٹھ بنام جملہ رئیسان ضلع بجنور۔

جوکہ چودھری بدھ سنگھ تعلقہ دار ہلدور اور ناظر گور سہائے ناظم حسن پور واسطے وقیعہ اور اخراج نواب محمود خاں وجلال الدین خاں وعظمت اللہ خاں پسر احمد اللہ وشفیع خاں وماڑے وغیرہ باغیان کے مع فوج راؤ گلاب سنگھ رئیس کوٹیسر وغیرہ متعین ہوئے ہیں اس واسطے یہ حکم نامہ بنام تمہارے جاری ہوتا ہے کہ جو کوئی منجملہ تمہارے یا رشتہ داران جوملازمان یا باشندگان شہر تمہارے کے باغیان مذکور کو پناہ یا مدد دے گا یا اس کی نوکری کرے گا تو مجرم سرکار متصور ہوکر کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ وزمینداری وغیرہ تمہاری ضبط سرکار ہوکر تم کو تدارک سنگین ہوگا اور مسکن تمہارا مثل باغیان مالا گڈھ اور تھانہ بھون [۱] وغیرہ کے کرایا جاوے گا، چاہیئے کہ یہ آفت اپنے اوپر مت لاؤ اور بے وقوف

---

[۱] ضلع مظفر نگر کی تحصیل کیرانہ کے پرگنہ تھانہ بھون کا صدر مقام ہے، کرسانی ندی کے کنارے مظفر نگر سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔ اکبر کے زمانے میں اس کا نام تھانہ بھیم تھا۔ برباد مکانات کے کھنڈرات اب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ تاریخی عمارتیں مولوی سعید الدین کی مسجد جو ۱۰۹۹ھ میں بنی، مولوی شیخ محمد کا مقبرہ ۱۱۰۹ھ میں بنا ہوا۔ اور پیر محمد کی مسجد ۱۱۴۸ھ جو اورنگ زیب کی بنوائی ہوئی ہے اور بھوانی دیوی کا مندر مشہور ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک کا تھانہ بھون خاص مرکز رہا۔

(مظفر نگر گزیٹر ص ۳۲۴ تا ص ۳۲۷)

ناکامی کے بعد تھانہ بھون کی حالت: "۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر شہنشاہ دہلی کی گرفتاری عمل میں آئی اور دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ چند روز بعد تھانہ بھون کا نمبر آگیا۔ پہلی بار کپتان اسمتھ اور لیفٹیننٹ کیول اس کی زیر کمان (باقی اگلے صفحہ پر)

اور جاہل لوگوں کے دھوکہ میں مت پڑو کہ اب سرکار کی طرف سے برملا سب کا تدارک ہوگا۔ اپنی عقل کو دخل دو۔ اگر سرکار سے ساری خلقت کے صاف کرنے کے واسطے تجویز ہوتا تو پھر ملک کے رکھنے سے کیا حاصل تھا۔ جو لوگ اور طرح سے بیان کرتے ہیں سب جھوٹ اور تمہاری خرابی کے واسطے کہتے ہیں البتہ جو

(بقایا حاشیہ ص۲۶۷) سکھوں اور گورکھوں کی فوج بھیجی گئی تھی۔ مجاہدین تھانہ بھون نے اُن کو مار کر بھگا دیا۔ اس کے بعد جنرل ڈنلاپ ایک بھاری فوج اور توپ خانہ کے ساتھ تھانہ بھون پہنچا۔ مجاہدین کو شکست دیکر تھانہ بھون کو تباہ کر دیا۔ یہاں اسی فوج کی تباہ کاری کا ذکر ہے۔

ایک شب تاریکی میں انگریزی فوج کی آمد کی خبر نے سنسنی پھیلا دی۔ قصبہ کے گرد فصیل تھی اس کے دروازے بند کر دیئے گئے اور وہی ایک توپ جو آغاز جنگ میں حضرت گنگوہیؒ نے انگریزوں سے چھینی تھی اس کو ایک بلند مقام پر نصب کر دیا گیا اور عجیب اتفاق یہ ہوا کہ اس توپ کا پہلا فائر ایسا کامیاب ہوا کہ اس کا گولہ ٹھیک غنیم کی توپ کے دہانہ پر جا کر گرا۔ مجاہدین کے پاس توڑے دار بندوقیں تھیں اور انگریز فوجوں کے پاس نئے طرز کی رائفلیں تھیں۔ صبح کو تھانہ بھون پر گولہ باری ہوئی۔ فصیل توڑ دی گئی دروازے اُڑا دیئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر مکانوں میں آگ لگا دی جو ملا اس کو تہ تیغ کر دیا۔ قیمتی مال واسباب سے فوج نے اپنی جیبیں بھریں۔ جو باقی بچا وہ آس پاس کے گاؤں والوں نے لوٹ لیا۔ تھانہ بھون ایک اجڑا دیار بن گیا۔ قاضی عنایت اور ان کے ساتھی کسی طرح بچ نکلے اور بجنور آ گئے جہاں ان کی بڑی عزت کی گئی۔ (علماء کا شاندار ماضی جلد ۴ از ص ۳۰۸ تا ص ۳۰۹)۔

(مزید حالات جاننے کے لئے ملاحظہ فرمائیے کتاب مذکور تھانہ بھون کے حالات ضمیمہ ۱ از ص ۵۴۴ تا ص ۵۵۴)

لوگ مفسد اور سرکش ہیں اور سرکشی کی پناہ کے سبب مشہور ہو گئے ہیں ان کا تدارک ہوگا
اور باقی جو اور لوگ سرکار کے خیر خواہ بنے رہے ان کے واسطے سب طرح سے فائدہ
ہے اور ان کے واسطے بروقت پہنچنے فوج سرکار کے کسی طرح اندیشہ نہیں اس واسطے
تم کو لازم ہے کہ اب مفسدوں سے بالکل علیحدہ ہو جاؤ نہ ان کو کسی طرح کی مدد دو
نہ ان کو پناہ دو اور جو تم ایسا کروگے تو یہ خیر خواہی تمہاری ظاہر ہو جاوئے گی اور
اس وقت تم کو اختیار رہے اور اگر اب تم مفسدوں کے ساتھ ہو جاؤ گے تو اب
فوج سرکاری عنقریب پہنچے گی۔ اور جیسا مفسدوں کا تدارک ہوگا ایسا ہی تمہارا
ہو جاوے گا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۸۵۷ء۔

چودھری بدھ سنگھ کا دھنورہ میں آنا

ان تحریرات کے بعد دونوں چودھری صاحب گھاٹ گڈھ مکتیسر نگینہ کا اتر کر
اور فوج راؤ گلاب سنگھ کوٹیسر اور ناظر گورسہائے ناظم حسن پور کو مع اس کی
جمعیت کے ساتھ لے کر دھنورہ میں پہنچے اور یہ مراسلات جناب صاحب کمشنر
بہادر موسومہ رئیسان بحضور چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور پاس پہنچ کر جملہ
رئیسان مکتوب الیہم کے پاس پہنچادیں۔

چودھری پرتاب سنگھ کا دوبارہ روپیہ نینی تال کو بھیجنا

اس زمانہ میں چودھری پرتاب سنگھ کچھ
روپیہ نینی تال روانہ کرنے کو تھے چنانچہ انہوں نے چار ہزار روپیہ حسب تفصیل ذیل بدھ ۱۸
۱۹ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو روانہ نینی تال کئے۔

چودھری پرتاب سنگھ	۲۰۰۰
امید سنگھ سیتارام چودھریان رتن گڈھ	۲۰۰۰
	۴۰۰۰

اور بعد اس کے اپنے آدمیوں کی معرفت وہ حکم نامہ جات سب رئیسوں کے پاس روانہ کیے کہ وہ حکم نامے اٹھائیسویں اکتوبر ۱۸۵۷ء کو لوگوں کے پاس پہنچے اور چودھری پرتاب سنگھ نے سامان رسد واسطے مقیم فوج دھنورہ کے تیار کیا اور اس عرصہ میں ایک توپ برنجی جو انہوں نے بنوائی تھی وہ بھی تیار کرلی۔

چودھری امراؤ سنگھ کا کاشی پور چلا جانا

چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیرکوٹ نے اپنا رہنا بسبب اس ہنگامہ کے شیرکوٹ میں مناسب نہ سمجھا۔ وہ اسی تاریخ شیرکوٹ سے کاشی پور چلے گئے۔

احمد اللہ خاں اور ماڑے کا واسطے مقابلہ چودھری بدھ سنگھ کے چاند پور میں جمع ہونا

ماڑے خاں نے بمجرد سننے خبر چڑھائی چودھریان ہلدور مع اپنے لشکر کے بمقام چاند پور پہنچا اور اس کے بعد شفیع اللہ خاں اور احمد اللہ خاں مع اپنے لشکر کثیر کے چاند پور میں جمع ہوئے اور اکثر رئیسوں کے نام خط لکھے کہ تم بھی آن کر شامل ہو مگر کوئی شریک نہ ہوا۔ اگرچہ توقع تھی کہ بہت بڑا مفسدہ ہوگا۔ کیونکہ سب مسلمان ضلع کے یقین جانتے تھے کہ درصورت غلبہ چودھریان کے کوئی دقیقہ زیادتی اور جبر کا باقی نہیں رہے گا کہ ہندوؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر نہ ہوا ہوگا۔ مگر سب رئیسوں کو حکم نامہ جات صاحب کمشنر بہادر کا بہت خوف تھا اس سبب سے سوائے ملازمین نواب کے کہ تعداد میں آٹھ نو ہزار سے زیادہ ہوں گے اور کوئی شریک نہ ہوا۔ مگر چودھری صاحبوں کی طرف بھی جمعیت کثیر نہ ہونے پائی۔ اس اندیشہ سے کہ اگر نواب غالب آیا تو کوئی ایسا ظلم نہ ہوگا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے

ہندوؤں پر نہ ہوگا۔ معہذا اگر ناظر گور سہائے حملہ کرتا تو ایک راہ نکل جاتی باغیان ضلع بجنور کو ضلع مرادآباد اور دھنورہ وغیرہ پر حملہ کرنے کو۔

چودھری بدھ سنگھ کے لام کا دھنورہ پر سے ٹوٹ جانا

بہرحال جو لام چودھری صاحبوں کا دھنورہ پر بندھا تھا وہ آگے نہ بڑھ سکا بلکہ متفرق ہو گیا اور چودھری صاحبان نے وہاں سے مراجعت کی۔ احمداللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور ماڑے نے تجویز کی کہ جب تک بنیا دہلدور باقی ہے یہ فساد بھی قائم ہے۔ اس لئے اس نے چاندپور سے ہلدور پر چڑھائی کی۔

ص ۱۱۹

ہلدور کی تیسری لڑائی اور چودھری رندھیر سنگھ کا گرفتار ہونا

ہلدور میں چودھری رندھیر سنگھ مع قدرے جمعیت کے موجود تھے۔ جب انہوں نے احمداللہ خاں کے لشکر کے آنے کی خبر سنی حویلی میں محصور ہو گئے۔ لشکر احمداللہ خاں نے حویلی کو گھیر لیا۔ طرفین کی طرف سے گولیاں چلتی رہیں اور آدمی بھی مارے گئے۔ آخر کار رات کے وقت چودھری رندھیر سنگھ نے اپنے ساتھ کے آدمیوں کو اجازت دی کہ جس طرح پر چاہیں اپنی جان بچا دیں اور حویلی میں سے نکل جاویں۔ چنانچہ اکثر آدمی نکل گئے۔ صبح کو تاریخ تیسری نومبر ۱۸۵۷ء احمداللہ خاں کا لشکر حویلی میں داخل ہوا اور چودھری رندھیر سنگھ کو گرفتار کر لیا۔ رام دیال سنگھ پھوپی زاد بھائی رندھیر سنگھ کا اور اور چھ آدمی رشتہ مندان کے مارے گئے اور چودھری رندھیر سنگھ کو قید کرکے براہ نگینہ نجیب آباد لے گئے اور ایک مکان میں نظر بند کر دیا جس قدر اسباب ہلدور میں تھا سب لٹ گیا اور مکانات چودھریان ہلدور کے جلا دیئے

گئے اور ہلدور ویران محض ہوگئی ۔

مارڑے کا تاجپور کا چڑھنا اور چودھری پرتاب سنگھ کا گنگا پار جانا

جب کہ احمد اللہ خاں اور مارڑے چاند پور سے ہلدور کو روانہ ہوئے تھے یعنی دوسری نومبر ۱۸۵۷ء کو اس وقت مارڑے خاں نے چودھری پرتاب سنگھ کو خط لکھا کہ میرا لشکر عنقریب تاج پور میں داخل ہوگا رسد تیار کرو۔ اس خط کے ساتھ خبر شکست ہلدور اور گرفتاری چودھری رندھیر سنگھ کی تاجپور میں چودھری پرتاپ سنگھ کو پہنچی۔ انہوں نے جانا کہ میرا بھی یہی حال ہونے والا ہے اس لئے تدبیر روانگی کی کرکے پانچویں نومبر ۱۸۵۷ء کو تاج پور سے روانہ ہوئے اور ساتویں تاریخ کو گڈھ مکتیسر میں پہنچے۔ چنانچہ نقل خط مارڑے خاں اس مقام پر لکھی جاتی ہے ۔

خط مارڑے بنام چودھری پرتاب سنگھ

نقل خط مارڑے خاں بنام چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور۔

چودھری صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے بحال نیاز مندان چودھری پرتاب سنگھ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام شوق این کہ ارادہ لشکر این جانب بطرف تاج پور است مناسب است کہ آں صاحب تدبیر رسد وغیرہ سازند چناں نشود کہ بہ کسے ہیچ تکلیف مردمان لشکر را شود۔ باقی خیریت است فقط رقیمہ الشرق چودھری امام بخش عرف مارڑے از مقام

ص ۱۲۰

چاندپور مورخہ دویم ربیع الاول سنہ ۱۲۷۴ ہجری۔

مہر امام بخش

باغیان گنگا پار کا بجنور میں آنا

اس ہنگامہ کے بعد نواب محمود خاں اور اس کے ہمراہی سب طرف سے بے فکر ہو گئے اور چودھریوں میں سے کسی کا اندیشہ ان کے دل میں نہ رہا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے۔ گنگا پار کے جو باغی تھے انہوں نے بھی اپنے لئے بجنور سے زیادہ کوئی مامن نہ دیکھا۔ چنانچہ دلیل سنگھ اور قدم سنگھ گوجر اور رضا حسن عرف چھٹن اور عنایت علی خاں[۱] قاضی تھانہ بھون مع اپنے

۱؎ قاضی عنایت علی خاں تھانہ بھون کے با اختیار قاضی تھے۔ ان کا خاندان عہد شاہجہانی سے اس عہدہ پر ممتاز چلا آرہا تھا۔ بائیس گاؤں جاگیر میں تھے۔ باوجود جاگیردار ہونے کے نہایت متبع شریعت اور بڑے صادق القول تھے۔ فنون حرب اور شہسواری میں بہت مہارت تھی۔ تحریک آزادی میں آپ حاجی امداد اللہ صاحب، حافظ ضامن علی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد منیر کے ہمراہ تھے۔ شاملی پہنچ کر انگریزی فوج سے نبرد آزما ہوئے اس لڑائی میں ضامن علی شہید ہوئے۔ جب انگریزوں کا اقتدار دوبارہ قائم ہوا تو انہوں نے ایک سو سے زائد نفوس کو مہاجنوں والی باغ چی میں پھانسی دیدی۔ یہ یہاں سے بجنور گئے اور نواب محمود خاں کے ہمراہ رہ کر داد شجاعت دی پھر میرٹھ ہوتے ہوئے بندیل کھنڈ پہنچے۔ ۱۸۵۹ء میں بھوپال میں قیام کیا۔ نواب قدسیہ بیگم نے ان کو معقول مشاہرہ پر سواروں اور گھوڑوں کی ترتیب و اصلاح کے لئے ملازم رکھ لیا۔ ایک عرصہ بعد الور میں قصبہ تجارہ کے قریب ایک موضع میں شمشیر ساز دوست کے یہاں مقیم رہے۔ وہیں سنہ ۱۹۱۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا (علماء کا شاندار ماضی جلد ۴ صفحہ ۲۵۵)۔

رفیقوں اور ساتھیوں کے اس ضلع میں آئے اس ضلع کے باغیوں نے ان کو امن دیا ان کے سوا مرزا الطاف اور مرزا حاجی[1] اور مرزا مبارک شاہ شاہزادگان مفرور دہلی اس ضلع میں آئے اور ناہمود خاں اور ماڑے نے اوّل اوّل بہت عزت اور توقیر کی۔

باغیان گنگا پار کا اترنا اور چند چوکیات اور تھانہ جات سرکاری کو لوٹنا

ان باغیوں نے اس ضلع میں آن کر زیادہ تر فساد مچایا اور ناہمود خاں اور احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور ماڑے کو ورغلانا اور گنگا پار اترنے اور ضلع مظفر نگر اور سہارن پور میں فساد مچانے اور غدر ڈالنے پر ترغیب[2] کی۔ یہ جاہل ان کے دامن

سلہ مرزا حاجی شکوہ دہلی سے نجیب آباد نواب محمود خاں کے پاس آئے۔ ان کے ہمراہ مرزا الطاف اور مرزا مبارک شاہ تھے۔ یہ حضرات دلی کے شاہی خاندان سے تھے، ماڑے خاں وغیرہ نے ان کی بہت پذیرائی کی۔ کچھ عرصہ بعد مرزا حاجی شکوہ یہاں سے چلے گئے۔ ۳۰ مئی ۱۸۵۸ء کو مراد آباد میں گرفتار کر لئے گئے ولسن نے ان کی گرفتاری کی اطلاع گورنر جنرل کو دی۔
(فری ڈم اسٹرگل ان اتر پردیش جلد ۵ ص ۵۲۶)

سلہ چنانچہ ماڑے خاں کی گنگا کے دوسرے کنارے پر آنے کی اطلاع مع بندوقوں کے، ایک خط مؤرخہ ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء از کمشنر میرٹھ بنام میجر جنرل اے، ولسن مقیم میرٹھ میں درج ہے اور ماڑے خاں کے خلاف انگریزوں کی مدد آنے کی اطلاع (ایک ٹرپ کے ول لی نرس" اور ہارسکہ کمپنی" آرٹی لری" مع دو بندوقوں کے) بھی ملتی ہے۔ (بحوالہ خط نمبر ۲۵۵ از اے ولسن میجر جنرل کمانڈنگ میرٹھ بنام ایف ولیمس کمشنر میرٹھ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۷ء)

میں آگئے اور پار اترنے پر مستعد ہو گئے اور کئی دفعہ پار کو اترے اور چند چوکیات سرکاری
ص ۱۲۱ ب میں نقصان پہنچایا۔ چنانچہ رضا حسن عرف چھٹن ساکن موضع سرائے ضلع مظفر نگر نے مع
پچاس آدمیوں کے گنگا اتر کر چوکی دھرم پورہ کو پھونک دیا اور چار برقنداز چوکی کے
مار ڈالے اور دو گھوڑیاں وہاں سے چھین کر گنج آسکیں میں چلا آیا۔ سردار خاں ساکن
علاقہ کھا کر دوارہ اور دلیل سنگھ گوجر نے بہت سے گوجر اپنے ساتھ لے کر رات کے
وقت سوتی کے ناکہ سے اترا اور سرکاری بکٹ سے مقابلہ کیا اور کچھ گھوڑے لوٹ
لایا انہیں گوجروں اور پار کے باغیوں نے چوکی اللہ آباد اور تھانہ بھوکر ہیڑی کو
رواؤلی کے گھاٹ سے اتر کر لوٹ لیا۔ عنایت علی خاں قاضی کھیڑہ مجاہد پور کی
چوکی پر اترا اور دو ہندو برقنداز پکڑ لایا ایک کو مار ڈالا اور ایک کو مسلمان کر لیا
اسی طرح قاضی عنایت علی اور دلیل سنگھ گوجر اور رضا حسن عرف چھٹن دو ضرب
توپ اور دو ہزار آدمی کی جمعیت سے میران پور پر اتر آئے اور میران پور کے تھانہ
کو اور کچھ دوکانوں کو لوٹ لیا اور کئی آدمیوں کو قتل کیا اور نامحمود خاں کے نام
کی منادی پٹوائی اور پھر بھاگ آیا۔

پہلا ڈاکہ کنکھل کا اور گرانی صاحب برقی تار والہ کا گرفتار ہونا

ان وارداتوں کے بعد باغیوں کو اور زیادہ حوصلہ ہوا اور شفیع اللہ خاں
نے روڑکی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ نجف خاں ساکن نجیب آباد ایک گروہ
فوج کا افسر کل مقرر ہوا اور جنگ باز خاں جو سابق میں برقنداز کوتوالی جوالا پور
تھا اور پھر کول میں بھی رہا تھا اور کفایت اللہ خاں ساکن نجیب آباد جو پہلے
کمپوڈر شفاخانہ روڑکی کا تھا اور پھر ریڈ صاحب کے محکمہ میں پندرہ روپیہ مشاہرہ
کا نوکر تھا اور عمر خاں رسالہ دار اور علی بہادر خاں افسران ماتحت مقرر

ہوئے اور ساتویں جنوری ۱۸۵۸ء کو وہ فوج سوار اور پیادوں کی مع اپنے
افسروں کے پایاب گنگا اتری اور کچھ پیدل میاں پور کے ڈرام نہر پر ہو کر
اتر آئے اور چوکی میا پور پر حملہ کیا۔ چھ نفر سواران نہر جو اس چوکی پر تعین تھے
ان کے پانچ گھوڑے کھول لئے اور چوکی کا محاصرہ کر کے بارگ کو آگ دیدی
اور تجمل حسین خاں لیس ساکن منگلور اور تفضل حسین سوار ساکن منگلور اور نادر علی
ساکن منڈاور اور حیدر علی ساکن پور قاضی اور گنیش سنگھ پوربیہ پانچ سواروں
کو گرفتار کر لیا اور نبی بخش سوار ساکن روڑکی حکمت عملی سے بھاگ گیا۔ بعد اس
کے اور ملازمان سرکاری کی تلاش ہوئی اور میا پور کے گودام سے ایک کرانی
صاحب مہتمم تار برقی اور مولا مستری اور مولا سں ٹنڈیل اور بیندرہ بیل دار
لال ٹوپی والہ گرفتار کئے اور کپتان ریڈ صاحب بہادر کے دونوں بنگلہ میں
آگ دے دی۔ مولا بخش محرر اور محمد حسن چوکیدار بھی گرفتار ہوئے تھے مگر
حکمت عملی سے بھاگ گئے۔ بعد اس کے یہ سب باغی کنکھل[1] میں آئے اور
تار برقی پل، میا پور سے کنکھل تک توڑ دیا اور کنکھل میں (نا) محمود خاں کے نام
کی منادی پٹوادی اور جملہ باشندگان کنکھل کو امن دیا۔ پھر ہردوار میں گئے
وہاں بھی (نا) محمود خاں کے نام کی منادی کرائی اور گیارہ بجے دن کے مع ان لوگوں
کے کہ جن کو گرفتار کیا تھا گنگا کے اس پار موضع انجنی میں جہاں انکی اور فوج تھی

---

[1] کنکھل اور جوالاپور ہردوار کے نزدیک دو گاؤں ہیں۔ ہردوار ۲۹° ۵۸
شمالی اور ۷۸° ۱۰ شرقی خطوط پر واقع ہے۔ گنگا کے کنارے ہندوؤں کا
متبرک مقام ہے یہاں گورو کل کا مشہور ادارہ ہے۔
(گزیٹر سہارن پور صـ۲۵۲)

چلے آئے۔

ص ۱۴۲ پ

حکام انگریزی کا کنکھل پر کوچ کرنا

تین بجے دن کے اس واردات کی خبر روڑکی میں اور وہاں سے منگلور میں جہاں کچھ فوج سرکاری مقیم تھی پہنچی رات کو حکام انگریزی اور کچھ فوج نے کوچ کیا۔ صبح ہوتے آٹھویں جنوری ۱۸۵۸ء کو افسران اور فوج مندرجہ حاشیہ بمقام میاں پور پہنچی۔ اس وقت مسٹر ملول صاحب بہادر اور کپتان ڈرمنڈ صاحب بہادر اور کپتان بارگن صاحب بہادر اور ٹامس صاحب بہادر چار سوار اور خادم علی جمعدار سواران نہر ساکن منڈاور کو ساتھ لے کر کھادر گنگا میں کنارہ گنگا تک بمقابلہ گھاٹ چاندی گئے اور اس پار سے ایک فقیر کو بلا کر حال فوج باغیان کا پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ موضع انجنی میں فوج پڑی ہے چنانچہ اس کو ہمراہ لے کر مقابلہ گھاٹ انجنی جا کر کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ کنارہ پر باغیان کی فوج پڑی ہے ان لوگوں نے جانا کہ یہ سب پار اترنے کا ارادہ کرتے ہیں انہوں

بارگن صاحب بہادر برگیڈ میجر
کپتان بارگن صاحب بہادر
کپتان ڈرمنڈ صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ نہر
ٹامس صاحب بہادر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نہر
فلپ صاحب بہادر سپر وائزر نہر
ملول صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ سہارن پور۔

سپاہیان پلٹن سکھ	۱۰۰ نفر
سپاہیان پلٹن گورکھہ	۵۰ نفر
سپاہیان پلٹن گورہ	۱۰ نفر
سواران رجمنٹ اول خاکی	۲۵ نفر
توپ	دو ضرب

نے نقارہ بجایا سب سپاہ پریٹ باندھ کر کھڑی ہوئی اور ہتھیار سنبھالنے لگی یہ صاحب کھڑے دیکھا کئے۔ باغیوں نے اسی کنارہ سے بندوقوں کی فیر کی، سب صاحب کھڑے ہنسا کئے، تھوڑی دیر بعد سب صاحبوں نے اپنے خیمہ گاہ پر مراجعت کی تھوڑی راہ طے کی تھی کہ باغیوں نے ایک توپ فیر کی اس کا گولہ ریت میں ان صاحبوں سے تھوڑے فاصلہ پر گرا۔

دوسرا ڈاکہ کنکھل کا اور باغیوں کا مارا جانا

نویں جنوری ۱۸۵۸ء کو بارہ بجے شیو پرشاد نیٹو ایجنٹ نہر نے خبر دی کہ نواب کی فوج پار اتر رہی ہے۔ افسران انگریزی نے بگل تیاری کا کیا اور ڈرمینڈ صاحب بہادر نے ڈرام نہر پر کھڑے ہو کر دور سے دیکھا کہ درحقیقت فوج اتر رہی ہے۔ کچھ تو اس پار اتر آئی ہے اور کچھ پایاب پانی میں چلی آتی ص ۱۲۳: ہے۔ یہ نادان اس ارادہ سے اترتے تھے کہ کنکھل میں مقام کریں گے۔ کیونکہ سب کے ساتھ آٹا اور مختصر برتن اور اوڑھنا بچھونا بھی تھا۔

کپتان ڈرمینڈ صاحب بہادر نے بمجرد دریافت اس بات کے ڈرام نہر کا کھول دیا اور پانی نہر کا گنگا میں چھوڑ دیا اور فلپ صاحب بہادر کو اس پر متعین کر کے خود کنکھل کو تشریف لائے۔ یہ دانائی اور یہ حکمت کپتان ڈرمینڈ صاحب بہادر کی بہت قابل تحسین ہے۔ درحقیقت اس حکمت سے دشمن کو موت کے چنگل میں پکڑ لیا اور بجائے آب شمشیر، موج آب سے ان کا کام تمام کیا۔

یہ فوج باغیوں کی جو اتری ان میں سب کا سردار شفیع اللہ خاں بھانجہ محمود خاں کا تھا اور عبدالرحمٰن خاں اور عباداللہ خاں اور وہ سردار جو پہلے اترے تھے سب شریک تھے اور قریب ہزار آدمیوں کے سوار و پیادہ اور تین

ہاتھی جن میں سے ایک پر شفیع اللہ خاں سوار تھا مع تین ضرب توپ نیل دھارا اتر آئے تھے اور ان میں سے چار سو ساڑھے چار سو آدمی تخمیناً سوار و پیادہ ڈرام کے پانی کو اتر کر کنکھل کے متصل مقام دجھ تک آ گئے تھے اور کچھ ڈرام کے پانی میں تھے۔

غرض کہ وہ لوگ کنکھل میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ افسران انگریزی مع اپنی فوج کے ان کے مقابل ہوئے اور حوبلی ایکٹری والا پر مورچہ توپ قائم کیا۔ باغیوں نے باڑ بندوقوں اور توپوں کی سر کی۔ جب قریب آئے تو سرکاری فوج نے توپوں کا گراپ ان پر مارا۔ بیسیوں آدمی گر پڑے اور مارے گئے۔ باغیوں کا منہ پھر گیا اور بھاگ نکلے۔ سرکاری فوج نے دفعتاً دھاوا کر دیا اور مارے بندوقوں کے جس قدر آدمی کہ ڈرام کے پانی کو اتر آئے تھے اور جس قدر کہ پانی کے بیچ میں تھے اور جس قدر کہ اس کنارہ ڈرام کے کھڑے تھے سب کو مار دیا اور بیسیوں آدمی ڈرام کے پانی میں جو بسبب چھوٹ جانے آب نہر کے گہرا ہو گیا تھا ڈوب گئے اور مقام دجھ غنیم سے چھین لیا۔ عین اس معرکہ میں کپتان بارگن صاحب بہادر نے کمال دلاوری سے تنہا اپنا گھوڑا شفیع اللہ خاں کے ہاتھی کے پیچھے ڈالا اور بندوق فیر کی کفایت اللہ خاں جو خواصی میں بیٹھا تھا اس کو گولی لگی وہ مر کر گر پڑا۔ جب صاحب بہادر نے دوسرا فیر شفیع اللہ خاں پر کیا اس کی قضا نہ تھی وہ خالی گیا اور شفیع اللہ خاں ہاتھی بھگا کر بھاگ گیا۔ بہت سے ہتھیار اور گھوڑے سواروں کے جو مارے گئے تھے اور ایک تھیلہ میگزین کا جو ہاتھی پر سے گرا تھا فوج سرکاری کے ہاتھ آیا اور فتح و نصرت نصیب اولیائے دولت سرکار ہوئی۔ اس معرکہ میں چار سو آدمی تخمیناً باغیوں کا مارا گیا۔ حسن رضا خاں جو کنارہ آب ڈرام پر سر ننگے زخمی ہو کر بیٹھ گیا تھا

اُس کا سر تلوار سے ـــــــ کاٹ لیا[۱۵] سرکاری فوج میں کسی شخص کے بھول کر بھی چوٹ نہیں آئی باقی آدمی باغیوں کے جو کنارہ نیل دھارا پر تھے مع توپوں کے بھاگ گئے رشیو پرشاد ڈپٹی ایجنٹ نہر کو بجلدوے اس خبر رسانی کے سو روپیہ انعام ملے۔

---

۱۵ حسن رضا خاں ساکن بستی کوٹلہ نواب محمود خاں کے رشتہ دار تھے۔ ان کے پوتے مولانا عبداللہ خاں صاحب اس معرکہ کی تفصیل جو انہوں نے اپنے والد الحاج محمد ہدایت اللہ خاں صاحب سے سنی تھی اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"جنوری ۱۸۵۸ء میں نواب نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ضلع سہارنپور پر حملہ کی تیاری کی۔ وہ چیدہ نوجوان جو اس معرکہ کے لئے منتخب کئے گئے ان میں حسن رضا خاں (دادا مولانا عبداللہ خاں صاحب کرتپوری) بھی شامل تھے۔ ضلع بجنور کی شمالی حد پر کوہ ہمالہ کا بن (وسیع جنگل) واقع ہے اور مغربی حد پر گنگا۔ نواب کے لشکر نے ضلع سہارنپور پر چڑھائی کا جو راستہ اختیار کیا وہ بہت نامناسب تھا۔ نواب نے بن (جنگل) اور پہاڑ کا لحاظ رکھتے ہوئے شمال مغربی حد سے حملہ کی تجویز کی۔ چنانچہ لشکر کا کوچ ہوا۔ بن طے کرنے کے بعد قصبہ "کن کھل" کا رخ کیا۔ سرما کا موسم جنوری کا مہینہ تھا۔ ان ایام میں دریا پایاب ہوتا ہے اس لئے دریا کو پار کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ ابھی یہ پروگرام صیغۂ راز میں تھا کہ شاطر انگریز نے اس کو ناکام بنانے کا بہت گہرا منصوبہ تیار کیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسے ہی لشکر گنگا کے وسط میں پہنچا (باقی اگلے صفحہ پر)

اس شکست کے بعد باغیوں میں تزلزل پڑنا اور بعض کا

بریلی چلا جانا

جب اس شکست کی خبر نجیب آباد میں پہنچی تمام فوج باغیان میں کھلبلی پڑ گئی اور سب کے ارادے جو پار اترنے کے تھے وہ سست پڑ گئے اور ہر ایک باغی اپنے اپنے پرگنہ جات کے بندوبست میں جو بروقت تقسیم ملک ان کے حصے میں آئے تھے مصروف ہوئے اور سلاطین دہلی اور تلنگان باغی جو جمع تھے متفرق ہونے لگے اور بریلی کی طرف کسی کسی حیلہ اور بہانے سے چلے گئے۔

(بقایا حاشیہ صفحہ ۲۸۰) گنگا کا وہ بند جہاں سے پانی نہر گنگ میں پہنچتا ہے توڑ دیا۔ فوراً ایک سیلاب موجزن ہوا اور تقریباً آدھے لشکر کو بہائے گیا۔ بقول سرسید نواب کے لشکر کا آب شمشیر کے بجائے موج آب سے کام تمام ہوا۔ انگریز کی چاق چوبند فوج نے اس تباہ شدہ لشکر کا تعاقب کرکے ایک ایک کو ختم کردینے کی کوشش کی۔

دادا احسن رضا ہاتھی پر سوار تھے، زخمی ہو کر گرے اور ایک درخت سے سہارا لگا کر بیٹھ گئے۔ آدمی تشکیل و وجیہہ تھے، دشمن کے سپاہیوں نے آپ کو نواب محمود خاں سمجھا اور سر قلم کر لیا۔

(آزادی نمبر روزنامہ الجمعیۃ ۱۵ اگست ۱۹۵۸ء)

معافی آراضیات مضبطہ کی تجویز

اس وقت احمد اللہ خاں نے یہ خیال کیا کہ کسی طرح رعایا اس ضلع کو اپنے شریک کیا جاوے۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ بسبب ضبط ہو جانے آراضیات معافی عہد سرکار میں معافی دار سرکار دولت مدار انگریزی سے آزردہ خاطر ہیں اس امر کو احمد اللہ خاں نے واسطے شریک کرنے رعایا اس ضلع کے بہت اچھا حیلہ (حلیہ) سمجھا اور سولہویں جنوری ۱۸۵۸ء کو حکم دیا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ جو معافیات عہد انگریزی میں ضبط ہوئی ہیں واگذاشت کی جاویں اور پروانہ جات بنام جملہ تحصیل داران کے جاری کئے کہ فہرست ان معافی داروں کی جو عہد انگریزی میں ضبط ہوئی ہیں واسطے واگذاشت معافیات کے پیش کریں اور جو پروانہ جات کہ اس باب میں اس نے جاری کئے ان کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں۔

نقل پروانہ موسومہ تحصیل داران در باب طلب فہرست معافی داران

نقل پروانہ احمد اللہ خاں موسومہ جملہ تحصیل داران ضلع جو کہ بعنایت الٰہی یہ ملک بہ قبض و تصرف ہمارے آیا ہے اور فضل الٰہی سے جب تلک ص ۱۲۵: نسلاً بعد نسلاً یہ ملک ہمارے قبض و تصرف میں رہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو معافیات عہد انگریزی میں ضبط ہو کر جمع مقرر ہو گئی ہے ان کو اور وارثان ان کے کو معاف و بحال رکھی جاوے گی اور جمع آراضیات معافیات کی

سنہ حال سے نہ لی جاوے کس واسطے کہ یہ غریب دعاگو ہیں اس واسطے حسب الحکم روبکار امروزہ تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم جمیع معافی داران کو اطلاع دو کہ ہر ایک معافی دار عرضی اپنی بہ استدعا معافی آراضی معافی کے بہ قید تعداد آراضی اور جمع اور نام گاؤں کے بہ حضور این جانب گذارنے کہ بعد تحقیقات وہ آراضی معاف اور واگذاشت کی جاوے گی۔ المرقوم ۱۶ر جنوری ۱۸۵۸ء۔

جناب صاحب کلکٹر بہادر کا میرٹھ سے روڑکی کو کوچ کرنا

سولھویں فروری ۱۸۵۸ء کو چٹھی صاحب سکریٹری گورنمنٹ مورخہ ۱۵ر فروری ۱۸۵۸ء نمبر ۸۰۵ بنام صاحب کلکٹر ضلع بجنور بمقام میرٹھ پہنچی کہ تم مع عملہ ضلع بجنور بمقام روڑکی روانہ ہو اور واسطے انتظام روہیل کھنڈ کے فوج کی لام بندی کا بمقام روڑکی حکم ہوا۔ چنانچہ جب مسٹر الکذنڈر شکسپیئر صاحب بہادر صاحب کلکٹر اور مجسٹریٹ ضلع بجنور اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ ضلع بجنور روڑکی میں تشریف لائے اور باقی عملہ اور رئیسان ضلع بجنور جو گنگا پار تھے حسب تفصیل ذیل اور بتاریخ مختلف روڑکی میں پہنچے۔

سید احمد خاں صدر امین بجنور	۲۱ر فروری ۱۸۵۸ء
مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ	۲۱ر فروری ۱۸۵۸ء
کیسری سنگھ مہاجن گنج آسکین	۲۱ر فروری ۱۸۵۸ء
عملہ کلکٹری و فوجداری	۲۱، ۲۲ر فروری ۱۸۵۸ء
چودھری بدھ سنگھ و چودھری مہاراج سنگھ رئیسان ہلدور	۲۲ فروری ۱۸۵۸ء

گلاب سنگھ زمیندار شیرکوٹ	۲۲ر فروری ۱۸۵۸ء
امراؤ سنگھ پسر رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور	۲۲ر فروری ۱۸۵۸ء
چودھری نین سنگھ رئیس بجنور	۲۲ر فروری ۱۸۵۸ء
پران سکھ اور خوشحال چند پٹوئیان نگینہ	۲۳ر فروری ۱۸۵۸ء
محمد رحمت اللہ خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر	۲۴ر فروری ۱۸۵۸ء
چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور	۲۴ر فروری ۱۸۵۸ء
چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیرکوٹ	
مع خوشحال سنگھ	۲۵ر فروری ۱۸۵۸ء
چودھری جودھ سنگھ رئیس بجنور	۲۶ر فروری ۱۸۵۸ء
میر قاسم علی تحصیل دار چاند پور	۳ر مارچ ۱۸۵۸ء
سید تراب علی تحصیل دار بجنور	۱۸ر مارچ ۱۸۵۸ء
پنڈت کالکا پرشاد منصف نگینہ	۲۲ر مارچ ۱۸۵۸ء

ص ۱۲۶ پ

نواب محمود خاں کا نسبت تقسیم ملک کا نیا انتظام اور ولی عہد کا مقرر کرنا

یہاں تو لام بندی فوج کی واسطے انتظام روہیل کھنڈہ کے ہو رہی تھی اور بجنور میں بے وقوف اپنے تئیں مالک ملک کا جان کر تقسیم ملک اور انتظام ولی عہدی میں مصروف تھے جو تقسیم کہ پہلے ہوئی تھی اس کا منشا نواب محمود خاں یہ سمجھا تھا کہ تحصیل نگینہ اور دھام پور اور چاند پور کا مالک غضنفر علی خاں اس کا بیٹا رہے گا۔ حالانکہ برخلاف اس کی توقع کے ماڑے خاں تنہا اس کا مالک ہو گیا اور سب کو بے دخل کر دیا۔ اس سبب سے دوبارہ باہم باغیوں

کے نزاع پیدا ہوا اور واسطے رفع اس نزاع کے سب لوگ نجیب آباد میں
جمع ہوئے اور از سر نو انتظام ملک کا عمل میں آیا اور جو روبکاری اس جدید
انتظام کی بابت لکھی گئی اس کی بابت نقل بجنسہٖ اس مقام پر لکھتے ہیں۔

میر تراب علی کا باغیوں کے ہاتھ سے نگینہ سے نکلنا

اگرچہ اس روبکاری پر تاریخ نہیں ہے مگر تحقیقات سے معلوم ہوا کہ
بائیسویں فروری ۱۸۵۸ء کو یہ روبکاری لکھی گئی اس وقت میں کہ سب باغی
آپس کے رفع نزاع میں مشغول تھے سید تراب علی تحصیلدار بجنور جو نگینہ
میں باغیوں کے ہاتھ میں پھنس گئے تھے باعانت مولوی محمد علی اور میر اشرف
علی رئیسان نگینہ جو انجام تک خیر خواہ سرکار رہے نگینہ سے نکل آئے۔

نقل روبکاری تقسیم ملک اور تقرر ولی عہد

روبکاری باجلاس امیر الدولہ ضیاء الملک (ضیا ما ملک) ذوی القدر
نواب محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ مرقوم۔

جو کہ آج کی تاریخ میں ہم کو انتظام کرنا مالی و ملکی ضلع نجیب آباد
کا ساتھ اس وجوہ کے پر ضرور ہوا کہ ہم نے اپنی طرف سے جو اختیارات ص ۱۲۷
اپنے تھے وہ کل اختیارات برخوردار محمد احمد اللہ خاں کو دیئے تشریح
ان اختیاروں کی یہ ہے کہ برخوردار مذکور الصدر (مذکورۃ الصدر) کو
اختیار ہے کہ پیش گاہ اپنے سے امکانات موقوفی و بحالی محکمہ نظامت
و فوجداری اور نیز فوج میں اجراء کریں۔ چنانچہ اسی سبب سے خرچ

جیب خاص اپنی کا مبلغ آٹھ ہزار روپیہ مقرر کر لئے اور اسی میں خاندان
نواب محمد کلو خاں اور نواب محمد ملو خاں مرحوم اور ملازمین بھی آ گئے اور
جو کہ برخوردار غضنفر علی خاں کو اولاد اکبر اپنا سمجھ کر دلی عہد کرنا ۵ ہزار
روپیہ مشاہرہ واسطے اصراف لابدی اس کے کے مقرر کئے تا عین حیات
ہماری اس کو معاملات ملکی و مالی یا اجرائے احکامات میں کسی طرح کی
مداخلت نہ ہوگی اور اسی طور سے مشاہرہ اولاد اپنی اور والدہ اور جملہ
خاندان نواب محمد سلطان خاں مرحوم و نواب مرتضیٰ خاں خلف نواب
افضل خاں مرحوم مقرر کیا کہ تفصیل اس کی بیچ تحت روبکاری کے مندرج
کی جاتی ہے اور سابق میں ہم نے ایک اقرار نامہ کہ جس مضمون کا بتاریخ
انیسویں شوال ۱۲۷۳ھ ہجری درباب اولاد نواب محمد سلطان خاں مرحوم
و نواب مرتضیٰ خاں خلف نواب افضل خاں بہادر مرحوم کے تحریر کیا ہے
وہ جائز و برقرار رہے گا اور دو جرنیل فوج کے بہ تخت برخوردار نور چشم
محمد احمد اللہ خاں بہادر کے کئے گئے۔ ایک برخوردار محمد شفیع اللہ خاں بہادر
کو جو فوج ماتحت برخوردار محمد احمد اللہ خاں بہادر کے تھی اور ایک چودھری
امام بخش۔ چنانچہ چودھری امام بخش سے بیچ اس ملک کے بہت کار نمایاں
ہوئے ہیں تو اس نظر سے چودھری مذکور الذکر کو فرزندی اپنی میں لے کر
بطور عطیہ جاگیر پرگنہ شیر کوٹ میں انیس ہزار روپیہ کی نسلاً بعد نسلاً
مرحمت کی برخوردار محمد احمد اللہ خاں کو چاہئے کہ پیش گاہ اپنے سے
فہرست دیہات تحصیل دار شیر کوٹ سے طلب کر کے حضور میں بھیجدیں
کہ تجویز مناسب عمل میں آوے گی سند چودھری مذکور رۃ الصدر کو دی
جاوے گی اور اگر خواستہ ایزدی ہے بعد انتظام ملک میانِ دوآب

کے کل پرگنہ شیرکوٹ کا نسلاً بعد نسلاً عطا کیا جاوے گا اس میں کچھ
شک وشبہ نہ ہوگا اور مشاہرہ جرنیلی کا کہ جو فوج اس کے پاس ہے اس
پر چھ سو روپیہ مقرر کیا اور برخوردار احمد یار خاں جو سابق سے سپہ سالار (پ ص ۱۲۸)
مقرر ہیں ہر دو فوج کے سپہ سالار رہیں گے اور سپہ سالار مذکور رتبہ
جرنیلی سے زیادہ رکھتے ہیں اور قواعد فوج کا یہ قرار پایا کہ جو جرنیل کہ کمان
پر جاوے ہر روز بطرز روزنامچہ پاس سپہ سالار کے بھیجتے رہیں اور سپہ سالار
کو یہ لازم ہے کہ رپوٹ اپنی بترسیل اصل عرضی کے مع مثل خدمت میں
برخوردار محمد احمد اللہ خاں کے واسطے صدور حکم اخیر کے بھیجتے رہیں اور
جو مقدمات کہ خفیف ہیں اس میں جرنیلوں کو اختیار ہے کہ بعد انفصال
مقدمہ کے اطلاع سپہ سالار کو دیا کریں اور سپہ سالار بموجب قاعدہ مذکورہ
بالا کے بخدمت برخوردار موصوف کے مرسل رکھا کریں اور برخوردار مذکور
نقشہ ماہواری کا حضور میں بھیجتے رہیں تو اس صورت میں لازم بل الزم یہ
امر ہوا کہ برخوردار محمد احمد اللہ خاں اقرار نامہ اس مضمون کا تحریر کر دیں کہ
جیسے عہد نواب نجیب الدولہ بہادر مرحوم میں نواب سلطان خان بہادر
مرحوم کا تھا اسی طرح سے برخوردار مذکور کا رہنا ہے اس میں کچھ تجاوز و
تفاوت نہ لاویں اور برخوردار مذکور کو مسندنشینی ہماری اور نہ ہماری
اولاد سے کچھ دعویٰ نہیں ہوگا۔

تفصیل تنخواہ خاندان وحبیب خاص۔

۱۵۰۲۰

محمد غضنفر علی خاں بہادر ولی عہد	معظم علی خاں بہادر	والدہ صاحبہ
۱۰۰۰	۵۰۰	۲۰۰

صاحبزادی صاحبہ　　بیگم صاحبہ　　ہمشیرہ صاحبہ

۱۰۰　　۲۰۰　　۷۰

نواب جلال الدین خاں بہادر　　نواب محمد عظمت اللہ خاں بہادر

۱۰۰۰　　۶۰۰

احمد اللہ خاں صاحب　　محمد شفیع اللہ نادر صاحب

۱۰۰۰　　۴۰۰

بوجہ خاندان　　بوجہ کارسرکار　　بوجہ خاندان

۵۰۰　　۵۰　　۲۰۰

ص ۱۲۹ ب

کام کے　　احمد یار خاں صاحب سپہ سالار　　عبدالرحمٰن خاں صاحب

۲۰۰　　۴۰۰　　۲۰۰

خاندان　　کام کے　　خاندان　　کام کے

۲۰۰　　۲۰۰　　۱۵۰　　۵۰

مصطفیٰ خاں صاحب　　حبیب اللہ خاں صاحب بخشی فوج

۲۰۰　　۲۰۰

خاندان　　کام کے　　خاندان　　کام کے

۱۵۰　　۵۰　　۱۵۰　　۵۰

حفیظ اللہ خاں صاحب　　عباد اللہ خاں صاحب

۲۰۰　　۲۰۰

خاندان　　کام کے　　خاندان　　کام کے

۱۵۰　　۵۰　　۱۵۰　　۵۰

عزیز اللہ خاں صاحب		کریم اللہ خاں صاحب	
۲۰۰		۲۰۰	
خاندان	کام کے	خاندان	کام کے
۱۵۰	۵۰	۱۵۰	۵۰

لہذا حکم ہوا کہ

احکامات مندرجہ متن روبکار ہذا حسب ضابطہ بنام تحصیل داران و تھانہ داران محالات ضلع بجنور آباد و بنام سپہ سالار و بنام جرنیل برخوردار محمد شفیع اللہ خاں و بنام چودھری امام بخش کے جاری ہوں کہ موافق اس کے کاربند ہوں اور ایک نقل روبکار ہذا پاس برخوردار محمد احمد اللہ خاں بہادر کے بھیجی جاوے کہ حسب منشاء روبکار ہذا کے کاربند ہو دیں اور اشتہارات واسطے آگاہی خاص و عام مشتہر کیے جاویں۔

آراضی مضبطہ عہد سرکاری کے معافی کے اشتہارات جو باغیوں نے جاری کیے

جب کہ نامحمود خاں کو فراہمی فوج کی بہ مقام روڑ کی خبر پہنچی تو اس نے یہ بات چاہی کہ کسی طرح رعایا اس ضلع کو بھی ورغلا کر لڑائی میں اپنے ساتھ شریک کیا جاوے۔ اسی خیال سے اس نے تیسویں فروری ۱۸۵۸ء کو [ص ۱۳۰] حکم دیا کہ آراضیات معافی جو سرکار میں ضبط ہوئی ہیں ان کی نصف جمع معاف ہوا اور جو معافی دار کہ ہمارے ساتھ بمقابلہ انگریزان گنگا پار اترے اس کی کل جمع معاف ہو۔ ظاہر ہے کہ اس اشتہار نے ضلع میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ کیونکہ بہت جلد یعنی چوتھی مارچ ۱۸۵۸ء کو اس نے دوسرا اشتہار

متضمن معافی کرنے کل جمع آراضیات معافی سابق کے جاری کیا مگر ہماری رائے میں اس پر بھی رعایا اس ضلع میں سے بجز ان لوگوں کے جو ملازم نواب تھے اور کوئی سرکار کے مقابلہ پر نہیں آیا بلکہ ملازمین سے بھی بہت لوگ جان چھپا کر بھاگ گئے۔ چنانچہ ہم اس مقام پر چوتھی مارچ ۱۸۵۸ء کے اشتہارات کو بجنسہٖ نقل کرتے ہیں مگر اس میں پہلے اشتہار کا مضمون بھی بلفظہٖ مندرج ہے۔

نقل اشتہار باغیان دربارِ معافی

اشتہار کچہری نظامت ضلع بجنب آباد اجلاس محمد احمد اللہ خاں صاحب بہادر واقعہ ۴ مارچ ۱۸۵۸ء۔

روبکار مورخہ ۲۳ فروری ۱۸۵۸ء اجلاس نواب محمد محمود خاں صاحب بہادر بدیں خلاصہ کہ سابق میں واسطے معافی نصف جمع آراضی ملک معافیات ضلع کے اشتہار عام جاری کیا گیا تھا اور واسطہ معافی نصف دیگر کے یہ حکم تھا کہ جو معافی داران شامل قتل کفاران بمقام گنگا پار ہمراہ لشکر کے ہووے گا اور سرکار سے سند حاضری کی اس کو ملے گی بذریعہ اس سند کے مستحق معافی کا ہوگا اور اگر شہید ہو جاوے گا تو وارثان اس کے کو معافی ہوگی اور اب حضور کو بنظر ترحم اور افلاس معافی داران کے مناسب منظور ہوا کہ معافیات کل معاف کی جاویں اور ایک فہرست جملہ معافیات بہ قید آراضی معافی اور نام معافی داران ہر ایک تحصیل سے طلب ہووے اور ہر ایک معافی دار سے بقدر حیثیت اس کے

اقرار نامہ اس مضمون کا لیا جاوے کہ جس وقت سرکار کو ضرورت ہووے تو ہمراہ لشکر آدمی مسلح واسطے امداد کے دیا کرے بعاد رہوئی لہذا یہ اشتہار واسطے آگاہی خاص وعام کے جاری ہوتا ہے کہ جن معافی داران کو دعوئی معافیات کرانے اپنی معافی کا ہے وہ بمیعاد پندرہ یوم کے سامنے حضور کے جہاں لشکر ہو حاضر ہو کر عرضی اپنی حاضری کی گذرانے اس وقت تحقیقات مراتب مذکورہ کی ہو کر در صورت استحقاق حکم معافی پٹہ[۱] کا دیا جاوے گا۔

تفصیل باغیوں کی فوج کی بقید مقامات جہاں متعین تھی

ان اشتہارات کے بعد احمد اللہ خاں اور اس کے صلاح کاروں نے ہر ایک مقام پر جہاں جہاں سے سرکاری فوج کے اترنے کا احتمال تھا کچھ کچھ فوج متعین کی۔ اگرچہ فوج متعینہ کی ایک مقام سے دوسرے مقام پر ادلی بدلی ہوتی رہتی تھی مگر جب فوج سرکاری اس ضلع میں اتری ہے اس وقت جس جس مقام پر جس جس قدر فوج موجود تھی اس کی تفصیل اس مقام پر لکھی جاتی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تفصیل بالکل صحیح اور حقیقی ہے مگر جہاں تک ممکن ہوا ہے تحقیقات کر کے لکھا گیا ہے[۱۵]۔

جنرل جونس صاحب بہادر کا رو ڑکی میں پہنچنا

یہاں تو نواب نے ہر طرح سے ناکہ بندی کر رکھی تھی اور اُدھر سرکاری

---

[۱۵] ملاحظہ فرمائیے ضمیمہ نمبر (ج) صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۲

فوج بمقام روڑکی جمع ہوتی تھی کہ دفعتاً تیرھویں اپریل ۱۸۵۸ء کو جنرل جونس صاحب بہادر اس فوج کے کمانیر مقرر ہو کر روڑکی میں داخل ہوئے اور میجر چرچل صاحب بہادر کو حکم دیا کہ کن کھل میں جا کر پل جو تیار ہوتا ہے اس کی حفاظت کریں اور میجر اسماعیل صاحب بہادر کو حکم ہوا کہ بڑی توپیں اور لڑائی کا سامان نانگل کے گھاٹ کے سامنے لے جا کر غنیم کو اس طرح پر دکھلائیں کہ گویا پایاب پانی میں ہو کر دریا کے پار اترتے ہیں۔

پل کشتیوں کا شیشم والی گھاٹ پر بندھنا اور کچھ فوج سرکاری کا پار اترنا اور روڑکی سے لشکر کا کوچ ہونا

چودھویں اپریل ۱۸۵۸ء کو کپتان ڈر بینڈ صاحب بہادر افسر کمان انجینئر اور کپتان برق لو صاحب بہادر انجینئر دو توپیں ہاتھیوں پر رکھ کر مع ایک کمپنی گورہ اور ایک کمپنی سکھ آٹھ بجے کے قریب موضع کن کھل سے بمقام گھاٹ شیشم والی گنگا پار اتر گئے اور مورچہ لگا دیئے۔ غنیم کی طرف سے کوئی مقابل نہیں ہوا تخمیناً دو سو آدمی جو وہاں متعین تھے وہ بھاگ گئے۔ پندرھویں تاریخ تک پل کشتیوں کا بخوبی تیار ہو گیا اور اسی تاریخ کو کل لشکر کا روڑکی سے کوچ ہوا اور گنگا کا نالہ اتر کر پل کے پاس مقام ہوا اور سولھویں تاریخ کو کل لشکر کا تو وہیں مقام رہا مگر توپ خانہ اور ملتانی رسالہ اور کوک صاحب کی پلٹن پار اتر گئی۔

اسی تاریخ میجر اسماعیل صاحب بہادر نے اپنے لشکر کو گنگا کے کنارہ پر بڑھا کر اسی کنارہ پر غنیم کے لشکر پر توپیں ماریں اور ادھر سے بھی توپیں چھوٹیں اور پھر اپنی فرودگاہ پر واپس آئے۔

آنبہ سوت کی لڑائی اور سرکار کی فتح

سترھویں تاریخ[۵۱] کو میجر اسمٰعیل صاحب بہادر نے پھر گنگا کے کنارہ پر آن کر توپ چلائی اور اسی تاریخ کو تمام لشکر نے مقام فرودگاہ متصل پل سے حسب انتظام مندرجہ حاشیہ کوچ کیا اور پل کو اتر کر آنبہ سوت کی طرف چلا۔

یہ رستہ مشکل تھا اور دونوں طرف سڑک کے جنگل ہے بعض جگہ بہت گھنا ہے اور کہیں کم ہے جب کہ کپتان ڈرمنڈ صاحب بہادر نے گنگا کے پار مورچہ لگایا تھا تو احمد اللہ خاں دارانگر میں تھا اس کو خبر پہنچی کہ دو انگریز اور تھوڑی سی فوج پار اتر آئی ہے اس لئے اس نے دارانگر سے آنبہ سوت پر کوچ کیا اور مارٹے کے لشکر میں سے ہزار سپاہی اور کچھ سوار اپنے ساتھ لیکر سولھویں تاریخ کو آنبہ سوت پر پہنچا

ہراول

۶۰ پلٹن رفل کی ایک کمپنی جو محاربہ متفرقہ کے لئے تجویز ہوئی تھی۔

۶۰ رفل کی ایک کمپنی جو دو ضرب توپ کی محافظت کرتی تھی۔

سیپر اور مینر اور ایک رسالہ سواران

قلب لشکر

ایک رسالہ سواران اور توپ خانہ کپتان آسٹن صاحب بہادر

۶۰ پلٹن رفل مع پنجابی پیدل کا برگیڈ

اسباب حرب اور خزانہ مع سواران

---

۵۱ آنبہ سوت کی لڑائی کی یہ تفصیل مسٹر شیکسپیئر کلکٹر ضلع بجنور کی رپورٹ میں بھی موجود ہے۔ (خط نمبر ۵۵ بنام ڈبلیو میور سیکریٹری ٹو گورنمنٹ این۔ ڈبلیو۔ پی الہ آباد مورخہ ۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء)

رسالہ ملتانی

لشکر کا عقب

ایک کمپنی پیادگان پنجابی اور ایک
رسالہ سواران ۔

لشکر قلب کے دونوں طرف ایک
ایک کمپنی پیادگان ہندوستانی
اور آدھی آدھی کمپنی سواران متعین تھیں

اور سترھویں کو اس نے بھی آنبہ
سوت سے گنگا کی طرف کوچ کیا
تھا۔ جب ہماری فوج جیلی ندی پر
چھ میل راہ چل کر پہنچی تو فوج ہراول
کو معلوم ہوا کہ غنیم یہاں موجود ہے
میجر مٹر صاحب بہادر نے کمال
دانائی اور چستی سے ایک بلند جگہ پر
رفیل پلٹن کی ایک کمپنی متعین کی اور
سواران اور توپ خانہ کو آگے بڑھا کر سرحد موضع شام پور قریب رسیاپڑ
کے لڑائی شروع کی۔ اسی وقت جنرل جون صاحب بہادر نے حکم دیا کہ
کپتان کیورٹین صاحب بہادر کا رسالہ اور کپتان اسٹن صاحب بہادر کا
(ص ۱۲۳ پ) توپ خانہ لشکر کے آگے دوڑایا جاوے اور پیادہ صف باندھ کر غنیم کے
قیام گاہ پر بڑھیں۔

جیسا ہم نے اوپر بیان کیا کہ احمد اللہ خاں دارانگر سے خبر سن کر
آنبہ سوت پر آیا، درحقیقت اس کا ارادہ چھاپہ مارنے کا تھا لیکن وہ اس
ارادہ سے ناامید ہوا اور سرکاری توپ خانہ اور رفیل کی پلٹن اور ملتانی
رسالہ نے غنیم پر ایسی آگ برسائی کہ وہ بالکل سراسیمہ ہو گئے اس وقت
جنرل جون صاحب بہادر نے دفعتاً سواروں اور توپ خانے کو آگے
بڑھنے کا حکم دیا اور کپتان کیورٹین صاحب نے ہر مقام پر غنیم پر یورش کی
اور شرابنل کے گولہ برابر غنیم پر پڑنے لگے، دشمن بھاگ نکلا اور بجز چند
توپوں اور بندوقوں کے فیر کرنے کے اس سے اور کچھ نہ ہو سکا خاص آنبہ سوت

پر جو بہت مشکل اور مورچہ کے لئے بہت عمدہ جگہ تھی اور غنیم نے بہت
مدت سے یہاں مورچہ درست کیا تھا اس کو بھی چھوڑ بھاگ گیا، یہاں تک
کہ سیکڑوں آدمی جوتیاں اور وردی کے کپڑے اور اپنے ہتھیار پھینک
کر بھاگے۔ تمام جنگل اور سڑک پر ہتھیار بکھرے ہوئے تھے اور ہر ہر قدم پر
لاش پڑی تھی میں جو لشکر محارب کے پیچھے پیچھے چلا آتا تھا قصداً لاشوں
کو دیکھتا تھا کہ شاید کوئی شناخت میں آوے مگر کوئی نامی آدمی نہیں مارا
گیا۔ البتہ دو لاشیں تلنگاں نمک حرام کی نظر پڑیں اور میری دانست میں
تخمیناً تین سو ساڑھے تین سو آدمی غنیم کا مارا گیا اور سرکار کی طرف بجز ایک
آدمی کے اور کسی کا نقصان نہیں ہوا۔ چار توپیں دشمنوں کی اور تمام اسباب
میگزین اور ڈیرہ وخیمہ جو انبہ سوت پر کھڑا ہوا تھا سب چھین لیا مگر دو توپیں
غنیم کے آدمی لیکر نجیب آباد بھاگ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد لشکر وہاں
سے آگے بڑھا اور موضع بھاگو والا پر پہنچکر مقام کیا۔ یہاں سے آٹھ میل
نجیب آباد اور آٹھ میل نانگل تھی۔

بعد شکست کھانے کے احمد اللہ خاں مع چند سواروں کے جدا بھاگا
اور بہت سے سوار اور پیادہ سیدھے نجیب آباد کو بھاگے اور کچھ نانگل کی طرف
گئے اور اکثر آدمی جوتیاں اور ہتھیار اور وردی پھینک کر جنگل میں چھپ گئے جب
اس مقام پر لڑائی ہو رہی تھی اور اس سے تھوڑی دیر پہلے میجر اسمٰعیل صاحب بہادر نے نانگل کی طرف سے دشمن پر گولہ مارے تھے جو فوج دشمن کی نانگل
پر متعین تھی وہ بھی سراسیمہ ہو گئی اور بہت سے بھاگ نکلے تھے کہ اس عرصہ میں
شفیع اللہ خاں بھاگا ہوا نانگل میں پہنچا اور اس کے تھوڑی دیر بعد احمد اللہ
خاں پہنچا اور یہ سب مل کر نجیب آباد آئے اور اسی وقت بھاگنے کی تیاری

کی، پانچ بجے تک جملہ باغیان نجیب آباد سے بھاگ گئے دو ضرب توپ جو آنبہ سوت سے بھگا کر لائے تھے اور چار ضرب توپ جو نانگل سے بھگا کر لائے تھے اور ایک ضرب توپ جو خاص نواب محمود خاں کی اور دلی کی تھی ان توپوں کو اپنے ساتھ لے گئے اور جو دھری رندھیر سنگھ اور کرانی صاحب مہتمم تار برقی کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور نجیب آباد کی تمام رعایا شہر سے نکل گئی اور شہر بالکل خالی ہو گیا۔

نانگل کے گھاٹ سے سرکاری فوج کا اترنا

اسی تاریخ جنرل جونز صاحب کو خبر پہنچی کہ نانگل سے بھی غنیم اپنے خیموں کو استادہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی وقت میجر اسماعیل صاحب کو حکم دیا کہ بھاری توپیں اور سامان حرب گنگا کے پار اتاریں۔ چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی اور میجر اسماعیل صاحب کا توپ خانہ اور پہلا پنجاب رسالہ مع بھاری توپوں کے بلا یاب گنگا اتر آیا اور رات کے وقت میجر ہوس صاحب بہادر نانگل سے اس لشکر میں آئے اور ملاقات کر کے اپنی فرودگاہ کو پھر گئے۔

نجیب آباد پر سرکار کی چڑھائی اور سرکار کی فتح

اٹھارویں تاریخ کو اسی قاعدہ سے لشکر کا کوچ بھاگو والہ سے نجیب آباد ہوا۔ جب لشکر قریب مالن ندی کے پہنچا تو غنیم کی طرف سے تین آواز توپ کی آئیں۔ کچھ شک نہیں ہے کہ سردار باغیوں کے بالکل بھاگ گئے تھے اور تمام شہر خالی پڑا تھا مگر کچھ سپاہی پتھر گڑھ کے قلعہ میں تھے۔ جب انہوں نے بھاگنا چاہا تو توپیں چھوڑ دیں تاکہ ان کو بھاگنے کی فرصت ملے۔

جنرل جونز صاحب بہادر نے اسی وقت برگڈیر کوک صاحب کو حکم دیا کہ آگے جاویں۔ چنانچہ صاحب ممدوح آگے بڑھے۔ شہر بالکل خالی پڑا تھا۔ جب قلعہ پتھر گڈھ کی طرف بڑھے تو کچھ باغی قلعہ میں سے بھاگتے دکھائی دیئے۔ ان کے تعاقب میں سواروں نے گھوڑے ڈالے اور تیس آدمی ان میں کے مارے۔ شہر اور قلعہ بالکل فتح ہو گیا اور سرکار دولت مدار کے قبضہ میں آگیا قلعہ میں سے چھ ضرب توپ اور گولہ اور سامان حرب اور شہر میں سے دو توپیں ایک احمد اللہ خاں کے دروازہ پر سے ایک اس کارخانہ میں سے جہاں توپیں بنتی تھیں اور ایک شہر اور قلعہ کے بیچ میں جو میدان ہے وہاں سے سرکار دولت مدار کے ہاتھ آئیں، شہر نجیب آباد کا لٹ گیا اور تمام شہر میں بکثرت آگ لگ گئی۔

ص ۱۲۵

شہر نجیب آباد میں آگ کا لگنا[۵]

نہایت افسوس ہے کہ ہمارے حکام کو اس طرح سے شہر کا جلانا منظور نہ تھا۔ شاید اتفاقیہ آگ لگ گئی اور بہ سبب اس کے کہ شہر خالی پڑا تھا اور پانی بھی وہاں بہت کم یاب ہے آگ کے بجھانے کا کچھ علاج نہ ہوا۔ مگر عموماً یہ بات مشہور ہوئی کہ ہندوؤں نے جن کے گھر نواب نے جلا دیئے تھے اس فرصت کے وقت کو غنیمت سمجھ کر قصداً تمام شہر میں آگ لگوا دی اور جو رنج کہ ان کے دلوں میں تھا اس کا بدلہ بخوبی نکال لیا اور

---

[۵] یہ ذکر مسٹر شیکسپیئر نے اپنی رپورٹ میں بھی کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو خط نمبرہ ۵ بنام مسٹر ڈابلیو میور)

کچھ نہیں کہ ایسا ہی ہو۔

قلعہ پتھر گڑھ کا حال

مناسب ہے کہ قلعہ پتھر گڑھ کا بھی کچھ تھوڑا حال لکھوں۔ نجیب خاں نے ۱۷۵۵ء میں یہ قلعہ بنایا۔ ۱۷۵۸ء میں نجیب خاں سے اس قلعہ پر لڑائی ہوئی۔ جھنکو راؤ سیندھیا اور ملہار راؤ مرہٹے نے چاندی کے متصل گومکھ گھاٹ سے اتر کر نجیب آباد کو اور اس قلعہ کو لوٹا تھا پھر شاہ عالم کے وقت میں ضابطہ خاں پر نواب نجف خاں[سلہ] اور سیندھیا اور ٹکوجی مرہٹے نے چڑھائی

[سلہ] نواب مرزا نجف خاں، متوسلان شاہ ایران سے تھے۔ اصفہان میں ان کی پیدائش ہوئی۔ جب نادر شاہ نے ایران پر قبضہ کیا تو شاہ کے کنبہ دار بھی گرفتار کئے گئے۔ مرزا کو بھی قید ہوئی۔

مرزا محسن برادر بزرگ صفدر جنگ بطور سفیر محمد شاہ بادشاہ دہلی کی طرف سے ۱۷۳۹ء میں ایران گئے تو انہوں نے نادر شاہ سے سفارش کر کے مرزا نجف خاں کو رہائی دلوائی۔ نجف خاں اور اس کی بڑی بہن رہا کر دی گئی۔ مرزا محسن نے ان کی بہن کو اپنے حبالہ عقد میں لیا اور جب واپس آئے تو نجف خاں کو ہمراہ لیتے آئے۔

یہاں سے جا کر اوّلا مرزا کوچک (محمد قلی خاں) داروغہ قلعہ الہ آباد کی ملازمت اختیار کی۔ بعد میں بنگال چلے گئے اور نواب قاسم علی خاں سے متعلق ہو گئے۔ اس نے ان کو تیس لاکھ روپیہ فوج کی فراہمی (باقی اگلے صفحہ پر)

کی اور پتھر گڈھ پر توپیں ماریں اور لوٹ لیا۔ پھر سنہ ۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے اس قلعہ پر تسلط کیا۔ پھر سنہ ۱۸۰۱ء میں سرکار دولت مدار انگریزی کا اس ملک پر تسلط ہوا۔ پھر سنہ ۱۸۰۵ء میں امیر خاں نے اس نواح میں غدر مچایا۔ اب سنہ ۱۸۵۷ء میں ان نمک حراموں نے اس خاندان کا نام و نشان مٹا دیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۵) کو دیدیا۔ بکسر کی جنگ میں نجف خاں بھی شریک تھے۔ اس جنگ کے خاتمہ پر وہ کمپنی کی ملازمت میں آگئے۔ سنہ ۱۷۶۵ء میں الہ آباد پر انگریز متصرف ہوئے تو لارڈ کلائیو نے ان کی خدمت کے صلہ میں دو لاکھ کی پنشن عطا کی اور شاہ عالم کی طرف سے کڑہ کا فوجدار بنا دیا۔ جنیر الدولہ کا بادشاہ پر اثر بڑھا تو یہ اس عہدے سے برطرف کر دیئے گئے کچھ عرصہ بعد شاہ عالم کی توجہ ان پر پھر ہوئی تو ان کو تین ہزار سوار و پیادہ پر افسر مقرر کر دیا گیا۔ شاہ عالم دہلی آئے تو یہ ہمرکاب تھے۔ آگرہ پر جاٹوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ شاہ نے ان کی سرکوبی پر نجف خاں کو متعین کیا۔ یہ شاہی فوج لے کر جاٹوں پر حملہ آور ہوئے اور آگرہ کو فتح کر لیا۔ کامیابی پر بادشاہ نے نواب ذوالفقار الدولہ کا خطاب دیا اور عہدہ امیر الامرائی پر سرفراز کیا۔ ان کی امیر الامرائی کے زمانے میں ایرانی امراء کا دربار میں بہت اثر بڑھ گیا تھا۔ آخر زمانہ میں نجف خاں کی اخلاقی حالت بہت گر گئی تھی۔ مرزا مظہر جانِ جاناں کو ان ہی کے اشارے سے قتل کیا گیا۔ شاہ عبدالعزیز پر بھی ان کے زمانے میں سختیاں کی گئیں۔ ۲۲ اپریل سنہ ۱۷۸۲ء کو ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(سرکشی ضلع بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق صفحہ ۲۰۸ و صفحہ ۲۰۹)

جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کا گرفتار ہونا اور مارا جانا

انیسویں تاریخ کو خبر ملی کہ جلال الدین خاں بھائی محمود خاں کا اور سعد اللہ خاں جو پہلے منصف امروہہ تھا کوٹ قادر میں ہیں۔ اسی وقت جناب صاحب کلکٹر بہادر اور میجر اسماعیل صاحب بہادر کچھ سوار ساتھ لے کر ان کی گرفتاری کو گئے مگر پہنچنے سے پہلے ان دونوں نے اپنے تئیں ملتانی سواروں کے سپرد کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ دونوں گرفتار آئے اور گوروں کے پہرہ میں مقید ہوئے اور بیسویں تاریخ سے ان کا کورٹ شروع ہوا اور بعد ثبوت جرم کے جنرل جون صاحب بہادر کے حکم سے نور پور کے مقام ۲۳ تاریخ کو گولی سے مارے گئے۔[۵۱]

ص ۱۳۶

باغیوں کے مکانات حکومت کا اوڑانا

بیسویں اپریل ۱۸۵۸ء کو یہ تجویز ہوئی کہ مکانات نواب محمود خاں اور جلال الدین خاں جو ان کی سرداری اور حکومت کے نشان ہیں اوڑا دیئے جاویں تاکہ سرکار کی کمال ناراضگی ان پنشن دار نمک حراموں سے ظاہر ہو اور لوگوں کو بخوبی عبرت ہو چنانچہ اسی تاریخ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور دیوان خانہ جو بہت بڑا مکان اور حکومت کی جگہ تھی اوڑا دیا گیا۔ اسی تاریخ یہ تجویز ہوئی کہ ایک کمپنی سکھ اور توپ خانہ اُسی تحت حکومت میجر اسماعیل صاحب بہادر اور اول پنجاب رسالہ تحت حکومت کپتان ہوس صاحب بہادر پتھر گڈھ میں رہے۔

---

۵۱ جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کی گرفتاری اور پھانسی دیئے جانے کی خبر "دی بنگال ہرکارہ اینڈ انڈیا گزٹ" ۲۷ اپریل ۱۸۵۸ء میں بھی شائع ہوئی تھی۔

جناب مسٹر جارج پامر صاحب کا مع فوج کے نجیب آباد میں مقیم ہونا

اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ انتظام نصف شمالی ضلع کا اپنے ذمہ لیں. چنانچہ صاحب ممدوح ہمراہ اس فوج بمقام نجیب آباد مقیم رہے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ صدر امین کو حکم دیا کہ تم بھی جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر کی خدمت میں حاضر رہ کر ان کی اطاعت میں کام کرو. چنانچہ میں نے اس حکم کی تعمیل اور صاحب ممدوح کی تابع داری میں حاضر رہا۔

نگینہ پر باغیوں کا جمع ہونا اور رندھیر سنگھ کی رہائی

جب یہ باغی نجیب آباد سے بھاگے ہیں تو نگینہ ہوتے ہوئے دھام پور گئے اور رستہ میں احمد اللہ خاں نے چودھری رندھیر سنگھ کو اپنی قید سے چھوڑ دیا اور وہ یا عانت زمینداران پورینی نجیب آباد میں پہنچے اور لشکر میں شامل ہوئے. نگینہ والے بھی شہر کو خالی کر کے بھاگ گئے. جب حرامزادہ ماڑے نے دارانگر میں خبر سنی کہ فوج سرکاری نجیب آباد میں داخل ہو گئی تو اس نے سرکار کے مقابلہ کا ارادہ کیا[۵۱] اور دارانگر سے مع اپنی تمام فوج کے

---

۵۱ خط نمبر ۱۱۹ از مجسٹریٹ سہارن پور بنام ایف ولیم، کمشنر فرسٹ ڈویژن میرٹھ، سہارن مجسٹریٹ آفس مورخہ ۲۲ اپریل ۱۸۵۸ء سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۱ اپریل ۱۸۵۸ء کو ماڑے خاں کی فوجوں کا مقابلہ انگریزی دستوں (باقی اگلے صفحہ پر)

براہ بجنور نگینہ کو آیا اور بجنور میں ہر دیال جاٹ کو قتل کیا مع چند ہندوؤں
کو گرفتار کر کے نگینہ لے آیا اور نگینہ کے باغوں میں مورچہ قائم کئے اور
احمد اللہ خاں کے بلانے کو سوار بھیجے اور جتنی فوج کہ متفرق ہو گئی تھی اور جتنے
باغی فرار ہوئے تھے سب کو بلا کر جمع کیا۔ چنانچہ سب باغی یعنی ماڑے خاں اور
قاضی عنایت علی اور دلیل سنگھ گوجر اور احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور
حبیب اللہ خاں اور کلن خاں اور نتھو خاں متعینہ افضل گڑھ کل اپنی جمعیت
ص ۱۳۷ اور توپوں کو لے کر بمقام نگینہ جمع ہوئے مگر نا محمود خاں نگینہ پر نہیں آیا
بلکہ سیوہارہ میں جا کر مع ایک ضرب توپ اور کچھ سواروں کے مقیم ہوا اور
بیسویں تاریخ رات کے وقت جناب صاحب کلکٹر بہادر کو بذریعہ مخبروں
کے جو جناب ممدوح نے مقرر کر رکھے تھے مفصل خبر غنیم کے ہمراہ ایک مورچہ
اور توپوں کی تعداد کی نجیب آباد میں پہنچی اور میر اشرف علی ساکن نگینہ نے جو
نواح نگینہ میں موجود تھا اور سرکار کے خیر خواہوں میں ہے مفصل حالات
کی عرضی بحضور جناب صاحب کلکٹر بہادر روانہ کی بغرض کہ جملہ حالات نگینہ
کے بخوبی بمقام نجیب آباد دریافت ہو گئے۔

(بقایا حاشیہ صفحہ ۳) سے ہوا ماڑے خاں کو شکست ہوئی اور کافی آدمی اس
کے مارے گئے۔ دس بندوقوں کا بھی نقصان ہوا۔ دارانگر اور بجنور انگریزی فوجوں
نے لے لیا اور ۲۲ بندوقیں بھی چھین لیں۔

(بحوالہ سہارن پور کلکٹریٹ۔ پری میوٹنی ریکارڈس ہمئی ۱۸۵۶ء جوڈیشل لیٹرس
اشوڈ ٹو ڈوی کمشنر بک نمبر ۲۳۳ صفحہ ۲۵۴ ——— اسٹیٹ آرکائیوز
آف اتر پردیش۔ الٰہ آباد۔

نگینہ کی لڑائی اور سرکار کی فتح

اکیسویں تاریخ کو فوج کا نجیب آباد سے نگینہ پر کوچ ہوا۔ اسی ترتیب سے ہراول اور قلب اور عقب اور یمین و یسار لشکر کا روانہ ہوا جس وقت کہ لشکر نہر کے پل پر پہنچا جہاں سے نگینہ تین میل رہتا ہے جوانان سیپر مینر نے فی الفور پل پر درختوں کی ٹہنی کاٹ کر ڈالیں اور توپ خانہ اسپی اور رفیل کی پلٹن پل پر سے اتر گئی اس وقت غنیم کے سوار دکھائی دیئے۔ فی الفور ۶ رسالہ ڈرگون اور دو ضرب توپ اور جوانان محاربہ متفرق داہنی ہاتھ کی طرف متعین ہوئے اور سواران ملتانی بائیں ہاتھ پر اور توپ خانہ محاصرہ آگے بڑھایا گیا۔ باغیوں کی طرف سے بھی توپ سر ہوئی اور ۷ رفیل کی پلٹن اور پہلی پلٹن پنجابی آگے بڑھی اور سترہ پلٹن اس کی تائید میں رہی پلٹن پیادگان سکھ نے آگے بڑھ کر باڑھ ماری غنیم سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلا داہنی طرف سے سرکاری فوج نے بڑھنا شروع کیا اور کپتان کیو رٹین صاحب بہادر نے ملتانی رسالہ کے سوار ساتھ لے کر بائیں طرف کو رخ کیا۔ غنیم کی فوج بے اختیار بھاگی جاتی تھی اور صدہا آدمی مارے جاتے تھے تمام مورچہ دشمن کے سرکار کے قبضہ میں آ گئے، پلٹن رفیل اور پہلی پلٹن پنجابی نے یورش کر کے پانچ توپیں غنیم کی ایک مورچہ پر سے چھین لیں اور کپتان ہٹ صاحب بہادر نے جمعیت جوانان کاربینر یورش کر کے فوج غنیم کے بائیں طرف سے دو توپیں اور دو جنائل چھین لیں اور ایک توپ مارے کے مکان میں سے سرکار کے قبضہ میں آئی۔

جس فوج نے دائیں طرف سے غنیم پر یورش کی تھی اور باغی بھاگ گئے ص ۱۳۸

جاتے تھے اس وقت سرکاری فوج متصل کچے باغ کے جو بائیں کے نام سے
مشہور ہے پہنچی اس باغ میں کچھ لوگ مسلح شہر سے بھاگ کر آن چھپے تھے اور
کچھ باغی بھی بھاگتے وقت گھس گئے تھے۔ منجملہ ان کے عنایت رسول جو نامی باغی
اور مشہور حرامزادہ تھا مع جان محمد اپنے ملازم کے اس باغ میں گھس گیا تھا
جب سرکاری فوج کے چند سوار اس باغ کے قریب پہنچے تو اس نے یا اس کے
نوکر نے ان سواروں پر بندوق فیر کی۔ اس وقت یقین ہوا کہ اس باغ میں
باغی چھپے ہوئے ہیں۔ سرکاری فوج نے اس باغ میں جا کر قریب پچاس ساٹھ
آدمی قتل کیا اور ساٹھ ستر آدمیوں کو زندہ پکڑ کر گولیوں سے مار دیا۔ عنایت
رسول مع اپنے نوکر کے مارا گیا اور اکثر آدمی قاضی محلہ کے جو اس باغ میں چھپے
ہوئے تھے وہ بھی مارے گئے جس قدر عورتیں اس باغ سے نکلیں ان سے کسی
نے کچھ مزاحمت نہ کی۔

تار برقی والے صاحب کا زندہ ملنا

کپتان کیوٹین صاحب بہادر نے جو ملتانی رجمنٹ کے سوار لے کر
بائیں طرف گئے تھے چار میل تک باغیوں کا تعاقب کیا۔ موضع مجھیڑہ کے نیچے
دھام پور کی سڑک پر چار توپ اور چھ ہاتھی غنیم کے چھین لئے اور جس قدر
لوگ ہاتھیوں پر سوار تھے سب کو قتل کیا اور کرانی صاحب مہتمم تار برقی جو
دنا، محمود خاں کی قید میں تھا منجملہ انہیں ہاتھیوں کے ایک ہاتھی پر سوار تھے
کپتان صاحب صحیح و سلامت اس کو لشکر میں آئے۔

جس روز نگینہ میں لڑائی ہوئی ہے اس روز باغیوں کو سرکاری فوج
آنے کا یقین نہ تھا اس لئے دلیل سنگھ گوجر باغی مع ایک توپ اور سو سواروں

کے رسد لینے کو بڈھ پور گیا تھا اور وہاں کے مہاجنوں کو لوٹ کر نگینہ پھر آتا تھا اس عرصہ میں غنیم کی شکست ہو چکی تھی۔ جب دلیل سنگھ موضع شریف الملک پور عرف قاضی والہ کے پاس پہنچا چند سرکاری سواروں نے اس کا تعاقب کیا اور توپ اس سے چھین لی اور سب سواروں کو مع دلیل سنگھ کے بھگا دیا۔ اس لڑائی میں پندرہ توپیں اور کل میگزین سرکار کے قبضہ میں آئیں اور ایک توپ جس کو باغیوں نے نیا بنایا تھا اور چھوٹنے کے وقت پھٹ گئی تھی میدان میں سے ٹوٹی پڑی پائی۔

ص ۱۳۵ ش

جناب کپتان ہوس صاحب بہادر کا بڈھ پور جانا اور سعد اللہ خاں کو مارنا

جس وقت نگینہ پر لڑائی شروع ہونے کو تھی نجیب آباد میں میجر ہوس صاحب بہادر نے اپنے رجمنٹ کے سوار ساتھ لے کر بڈھ پور کو کوچ کیا تھا اس ارادہ سے کہ باغی اس طرف سے بھاگنے نہ پائیں۔ افسوس ہے کہ صاحب کے پہنچنے سے بہت پہلے دلیل سنگھ بڈھ پور سے پھر چکا تھا۔ میجر صاحب نے بڈھ پور کے جنگل میں تلاش کیا تو سعد اللہ خاں سابق تھانہ دار نگینہ جو باغیوں کی طرف سے سپرنڈنٹ پولس تھا جنگل میں بھاگتا ہوا ملا اور اسی جگہ مع ایک اور سوار کے مارا گیا۔

شہر نگینہ کا انتظام

بمجرد فتح ہونے نگینہ کے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر اور جناب اندرسین صاحب بہادر برگیٹ میجر مع سپاہیان پلٹن خاکی کے شہر نگینہ میں

تشریف لے گئے اور سید تراب علی تحصیلدار کو واسطے انتظام شہر کے اپنے ساتھ لیا اور شہر کی ناکہ بندی کر کے جیسا کہ چاہئے انتظام شہر کا فرمایا اور تین سو آدمی شہر میں سے گرفتار کئے۔ ان میں سے چون آدمی اسی وقت مارے گئے اور باقیوں نے اسی وقت رہائی پائی۔ اسی وقت جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے مولوی محمد علی رئیس نگینہ کو جو خیر خواہ سرکار تھے تلاش کر کے بلایا اور اپنے لشکر میں رہنے کا حکم دیا اور جہاں تک ممکن ہوا ان کے گھر کو بھی لٹنے سے بچایا۔ باقی تمام شہر نگینہ کا شام تک لٹتا رہا۔ اس لڑائی میں سرکار کی جانب سے بہت کم نقصان ہوا مگر افسوس ہے کہ لفٹنٹ کاسٹلنگ صاحب بہادر اس معرکہ میں بہت دلاوری سے کام آئے۔

رات کے وقت جناب صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ بہادر نے مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ کو بدستور نگینہ کی تحصیلداری پر مامور کیا اور سید تراب علی تحصیلدار بجنور کو حکم دیا کہ تم نگینہ میں ٹھہرو اور تمام تحصیل دتھانہ جات متعلقہ تحصیل نگینہ کا انتظام کرو اور جس قدر کہ آدمی مناسب سمجھو نوکر رکھو اور چنانچہ سید تراب علی نے بخوبی انتظام کیا جس سے حکام بخوبی راضی ہوئے۔

دھام پور کو لشکر کا کوچ

صبح بائیسویں تاریخ کو لشکر نے نگینہ سے کوچ کیا اور دھام پور پہنچکر مقام ہوا۔ ایک توپ جو نا محمود خاں کے ساتھ سیوہارہ کی طرف گئی تھی اور وہاں سے بھاگتے وقت رستہ میں رہ گئی تھی اس کی اطلاع زمینداران موضع گنگا دھر پور پرگنہ سیوہارہ نے چودھری پرتاب سنگھ کو دی۔ انہوں نے اپنے آدمی متعین کر کے اس توپ کو منگا لیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جملہ باغی اس ضلع سے بھاگ گئے اور مراد آباد کی طرف چلے گئے

جوکہ مرادآباد میں فیروز شاہ[۵۵] آگیا تھا۔

کل لشکر کا مرادآباد کو کوچ ہونا اور جناب مسٹر الکزنڈر شکسپیر صاحب بہادر کا تمام ضلع کا انتظام اپنے ذمہ لینا

اس لئے تمام لشکر نے ۲۳ تاریخ کو مرادآباد کی طرف کوچ کیا اور جناب مسٹر الکزنڈر شکسپیر صاحب بہادر نے بمقام نور پور تمام ضلع کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور لشکر سے جدا ہوئے۔ جنرل جونس صاحب بہادر نے ہمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر کی کمال احسان مندی ظاہر کی کہ آپ نے ہم کو بخوبی مدد دی اور بسبب واقفیت ضلع کے خبروں کے پہنچانے اور رسد کے تیار کرنے میں بلاناغہ آپ نے کمال کوشش کی اور اسی وقت جنرل جونس صاحب بہادر نے فوج

---

۵۵ جنگ آزادی کے سربرآوردہ رہنماؤں کی صف اول میں جن کا شمار کیا جاتا ہے ان میں فیروز شاہ بھی شامل ہیں۔ یہ ۱۸۵۶ء میں حج سے واپس آئے تھے کہ ہنگامہ انقلاب شروع ہوا۔ انہوں نے فوراً انقلابی جماعت میں شمولیت اختیار کی اور آخر تک لڑتے رہے۔ ان کے حربی کارناموں کا سلسلہ گوالیار سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد وسط ہند میں مندسور کے مقام پر انہوں نے کارہائے نمایاں دکھلائے۔ آخر میں اودھ اور روہیل کھنڈ کی لڑائیوں میں سید احمد شاہ اور خان بہادر خاں کے ہمراہ میدان جنگ میں لڑتے رہے۔ آخر میں تانتیا ٹوپی کے ہمراہ جو نانا راؤ مرہٹہ کا سردار تھا مختلف لڑائیوں میں حصہ لیا۔ بالآخر فیروز شاہ کی رائے اور مشورہ کے خلاف تانتیا ٹوپی نے انگریزوں کی اطاعت قبول کرلی۔ شہزادہ فیروز شاہ حجاز کی طرف چلے گئے اور وہیں آخر عمر تک رہے۔ (سرکشی ضلع بجنور ص ۳۰۹ و ص ۳۱۰ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق)

مقیم میران پور کو جو مقابلہ گھاٹ دارانگر پایاب کی حفاظت کرتی تھی حکم دیا دریا کو (کا) عبور کر کے بجنور میں داخل ہوں۔ چنانچہ بچیسویں تاریخ کو اس فوج نے عبور کیا۔

جناب مسٹر الکذنڈر سکپییر صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا مع توپ خانہ غنیمت نگینہ بفتح و فیروزی بجنور میں داخل ہونا

جناب صاحب کلکٹر بہادر نے جس قدر توپیں فتح نگینہ میں ہاتھ آئی تھیں جنرل جون صاحب سے اپنے قبضہ میں لیں اور باوجودیکہ اس وقت سب فوج کا کوچ مرادآباد کی طرف ہو گیا مگر صاحب ممدوح نے بہ کمال دانائی و دلاوری سب توپوں کو اپنی حفاظت میں لے کر بچیسویں جون کو بجنور میں داخل ہوئے جس انتظام سے توپیں آئی تھیں ہر شخص اس کو دیکھ کر تعجب کرتا تھا۔

جناب جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ نے اسی قلیل عرصہ میں نجیب آباد اور کرت پور اور منڈاور وغیرہ کا بخوبی انتظام اور تھانہ اور تحصیل اور چوکیات بٹھا کر اسی تاریخ بجنور میں تشریف لائے اور میں بھی ہمرکاب صاحب ممدوح بجنور میں پہنچا اور چھبیسویں تاریخ سے کچہری صدر امینی کی کھولدی۔

ضلع میں اس قدر جلد انتظام ہونا نادرات سے ہے

چھبیسویں تاریخ کو فوج مقیم میران پور اور کپتان بیچ صاحب بہادر اور سواران رسالہ پولس اور اٹھائیسویں تاریخ کو میجر ہوس صاحب بہادر اور میجر اسماعیل صاحب بہادر مع چار توپ بجنور میں داخل ہوئے۔

اپریل کا مہینہ نہیں گذرنے پایا تھا کہ جناب مسٹر الکذنڈر سکپییر صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کی حسن تدبیر

ص ۱۴۱ اور سعی کوشش سے تمام ضلع میں امن ہو گیا۔ تمام ضلع میں تھانہ جات اور
چوکیات اور تحصیلیں قائم ہو گئیں اور ہر ایک جگہ زرمال گذاری سرکار تحصیل
ہونا شروع ہو گیا۔ یہ وقت بہت نازک تھا کہ رعایا کی تسلی اور باغیوں کی
سزا دہی دونوں ساتھ ہوتی تھیں۔ یہ دونوں کام ایسے شائستہ تدبیروں
سے انجام پائے کہ ہر ایک کے دلوں پر حکومت اور قوت سرکار کی دہشت
ہر دم بڑھتی گئی اور اسی کے ساتھ رعایا تسلی اور دلاسا پاتی گئی۔ خیال کرنا
کرنا چاہئے کہ یہ ضلع بالکل ملا ہوا ہے پہاڑ اور بہت بڑے بڑے جنگلوں
سے۔ جب کہ سرکار کی بخوبی عملداری تھی جب بھی اکثر ڈاکو اس میں رہتے
تھے اب کہ کثرت باغیان کی اس ضلع میں تھی ایسا خیال میں گذرتا تھا کہ
اس ضلع کے بہت لوگ جو جنگل سے واقف ہیں جنگل میں چلے جائیں گے
اور نئے سرے سے ایک جماعت ڈاکوؤں کی پیدا ہو جاوے گی صرف
ان دونوں حاکموں کی حسن تدبیر تھی کہ ان خرابیوں میں سے کوئی بھی نہ ہونے
پائی اور جس قدر کہ آدمی جنگل میں چلے گئے تھے سب جنگل سے نکل کر اپنے
اپنے مکانوں میں آ گئے اور اپریل کا مہینہ گذرنے سے پہلے جنگل کی راہیں سب
صاف ہو گئیں اور کوٹ دوار اور لال ڈھانگ کی منڈیوں میں بخوبی تجارت
جاری ہو گئی۔ ایسا جلد انتظام ہونا ایک نادرات اور بہت بڑا اثر ان دونوں
صاحبوں کی تدبیر کا ہے۔ اب مناسب ہے کہ میں بھی اپنی کتاب کو ان دونوں باانصاف
اور مدبر حاکموں کی دعائے ترقی عمر و دولت اور اقبال پر ختم کر دوں۔

دولت و فتح و ظفر اقبال و جاہ و منزلت
در تضاعف باد و دایم ختم کردم بر دعا

خاتمہ[1]

جو امر کہ دنیا میں پیش آوے آدمی کو لازم ہے کہ اس پر غور کرے اور اس کا مال اور نتیجہ سوچے (سوچنے) اور اس سے ایک نصیحت کی بات سمجھ لے۔ یہ ہنگامہ فساد جو پیش آیا صرف ہندوستانیوں کی ناشکری کا وبال تھا اس زمانہ کے بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ سرکار دولت مدار انگریزی ہی کی عملداری میں پیدا ہوئے اور بہت سے ایسے ہیں کہ انہوں نے سرکار ہی کی عمل داری میں ہوش سنبھالا ہے غرض کہ ہندوستانیوں نے آنکھ جو کھولی تو سرکار ہی کی عمل داری کو دیکھا اور کوئی عمل داری نہیں دیکھی تاریخ دیکھنے کا اور کتابوں سے پچھلے حالات دریافت کرکے عبرت پکڑنے کا ہندوستان میں مطلق رواج نہیں رہا۔ اس سبب سے تم لوگ نہیں جانتے تھے کہ پچھلی عملداریوں میں کیا کیا ظلم اور کیا کیا زیادتیاں ہوتی آئی ہیں۔ کوئی شخص کیا امیر اور کیا غریب چین سے نہیں رہتا تھا اگر تم پچھلی عملداریوں کے ظلم اور زیادتیوں سے واقف ہوتے تو سرکار انگلشیہ کی عمل داری کی قدر جانتے اور خدا کا شکر ادا کرتے مگر تم نے کبھی خدا کا شکر ادا نہیں کیا اور ہمیشہ ناشکری کرتے رہے اس لئے خدا نے اس ناشکری کا وبال تم ہندوستانیوں پر ڈالا اور چند روز سرکار دولت مدار انگلشیہ کی عمل داری کو معطل کر کر پچھلی عملداریوں کا نمونہ دکھلایا۔

ص ۱۴۲

---

[1] سرسید احمد خاں کے مسودہ میں یہ خاتمہ شامل نہیں ہے۔ (بحوالہ سرکشی ضلع بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق ص ۲۸۶)
"سرسید احمد خاں کے ہاتھ کا تحریر کردہ "سرکشی ضلع بجنور" کا نسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں موجود" (ایضاً ص ۱۲۵)

اے باشندگانِ ضلع بجنور تم خیال کرو کہ اس ضلع میں تین حاکمیں گذر گئیں چند
روز تعطل عملداری رہا کہ کسی کی عملداری کو زور اور طاقت نہ تھی اس زمانہ
میں خیال کرو کہ باہم رعایا نے کس قدر اپنے ہم جنسوں پر ظلم اور زیادتی کی،
ہزاروں گھر لوٹ لئے اور بیسیوں گاؤں جلا دیئے۔ سیکڑوں آدمی مارے گئے
ہزاروں آدمی لٹ کر فقیر ہوگئے۔ کسی کا مقدور نہیں تھا کہ ایک گانوں میں
سے دوسرے گانوں تک بے خطر رستہ چل سکے۔ پھر مسلمانوں نے اول اور
آخر اس ضلع میں زور پکڑا اور جو بہت بڑے موروثی نواب کہلاتے تھے اور گویا
انہی کے بزرگوں نے اس ضلع کو بسایا تھا انہوں نے عمل داری کی ان کی
عمل داری کا مزہ دیکھ لیا اور جس قدر ہندو اس ضلع کے تباہ اور برباد اور
قتل اور غارت ہوئے۔ بڑے بڑے رئیس اس ضلع کے تباہ و برباد ہو کر
جلاوطن ہوگئے۔ بیسیوں ہندو بے گناہ پکڑے گئے اور مارے گئے اور مال
اسباب گھر سب لٹ گئے۔ مسلمانوں کو جو اس وقت میں ان نوابوں کے ہاتھ
سے نقصان نہیں پہنچا یہ بات بھی ایک مصلحت کی تھی کہ وہ بدذات جانتے تھے
کہ کسی طرح مسلمان تمہارے برخلاف نہ ہو جاویں اگر خدا نخواستہ ان کی
حکومت کو ذرا بھی پائداری ہو جاتی تو تم لوگ مسلمان بھی دیکھ لیتے کہ انہی
تمہارے ہم مذہب لوگوں سے تم پر کیا کیا زیادتیاں اور کیا کیا ظلم ہوتے
ان نوابوں کی عمل داری کے درمیان میں چند روز ہندوؤں کا غلبہ اور زور
ہوگیا اور چودھریوں نے اِس ضلع میں ان دنوں حکومت کر لی۔ تم نے بوص ۱۴۳
ہندوؤں کی حکومت کا مزہ چکھ لیا کہ ان کے ہاتھ سے مسلمانوں پر کیا کیا
گذرا اور کتنے گھر لٹے اور کتنے گاؤں مسلمانوں کے جلے اور جورو بیٹی تک کی
بے عزتی ہوئی۔ تم سچ بتاؤ کہ سرکار انگلشیہ نے چون برس اس ضلع میں

عمل داری کی کسی شخص ہندو مسلمان نے کسی قسم کی تکلیف اور ایذا پائی ہے پھر تم
تم یہ خیال نہ کرو ان ہی ایام غدر میں ہندوستانیوں کی حکومت نے یہ آفتیں تم پر
ڈالی تھیں۔ اگلے بڑے بڑے بادشاہوں کی عملداریوں کا حال تاریخ کی
کتابوں سے دیکھو کہ ان منتظم عملداریوں میں کیا کیا ظلم اور کیا کیا آفتیں رعایا
پر رہتی تھیں۔ یہ آرام جو سرکار دولت مدار کی عملداری میں تھا۔ اس کا
لاکھواں حصہ بھی نصیب نہ تھا۔ دیکھو سرکار انگلشیہ کی عملداری میں ہندو
مسلمان سب امن اور آسائش سے رہتے تھے کوئی زبردست زیردست پر
ظلم نہیں کر سکتا۔ ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے موافق خدا کی یاد، پرمیشور کی پرستش
میں مصروف ہے کوئی کسی سے معترض نہیں، ہندو اپنے مذہب کے موافق شیوالے
بناتے ہیں اور پوجا کرتے ہیں مسلمان اپنے مذہب کے موافق مسجدیں بناتے
ہیں اور اذانیں دیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں کوئی روکنے والا اور منع کرنیوالا
نہیں، سوداگر اپنے تجارت کے کام میں مشغول ہیں لاکھوں روپیہ کا مال ایک
بڈھے ضعیف گماشتہ کے ساتھ کر کے ہزاروں کوس بھیجتے ہیں اور نفع اٹھاتے
ہیں کسی ڈاکو ٹھگ کا اندیشہ نہیں رہا۔ رستے کیسے صاف ہیں کہ رات کو عورتیں
ہزاروں روپیہ کا زیور پہنے گاڑی میں بیٹھ منزلوں چلی جاتی ہیں اور کچھ کھٹکا
نہیں ہوتا۔ زمیندار کاشتکار اپنی کھیتی کے کام میں مشغول ہیں۔ جو روپیہ مالگذاری
کا ان سے ٹھہر گیا اس سے زیادہ حبہ بھی کوئی نہیں لیتا۔ غرض کہ یہ انصاف اور
یہ آسائش اور یہ آزادی اور عدم مزاحمت ہر کس کے حال اور قال اور مذہب
اور ملت سے جیسا کہ ہماری سرکار انگلشیہ کے عہد میں ہے کسی کے عہد میں نہیں
ہوا۔ تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا شکر ادا نہیں کیا اس کا وبال
تم پر پڑا اور چند روز تغیر عملداری کر کے تم کو مزہ چکھا دیا۔ حکمت الٰہی اس میں

یہ تھی کہ اب تم ہماری سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانو اور اس کے
ص ۱۴۴: سایۂ حمایت کو اپنے سر پر ظلِ ہما سے بہتر سمجھو خدا کا شکر ادا کرتے رہو ور
ہندوستان میں اکثر یہ طریق رہا ہے جب کوئی زبردست کسی ملک پر
قابض ہوا تو رعایا نے اس کی اطاعت قبول کی اور سب لوگ اس کے ساتھی
ہو گئے جب وہ چلا گیا اور دوسرا آیا پھر اس کے مطیع ہوئے۔ سمجھو اس بات
کو کہ یہ امر سرکار مدار انگلشیہ کی عملداری کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اگلی
ہندوستانی عملداریوں میں رعایا کو آزادی حاصل نہیں تھی ہر طرح پر حاکم وقت
کے ظلم و زیادتی اور بے جا حکومت میں دبے رہتے تھے۔ تمام مال اسباب
رعایا کا درحقیقت ان ظالموں کا تھا کہ جس کا چاہتے تھے ضبط کر لیتے تھے
اور جس سے چاہتے تھے تقصیر بے تقصیر ڈانڈ لیتے تھے۔ ایسی عملداری کا کچھ حق
رعایا پر نہیں ہوتا۔ برخلاف ہماری سرکار انگلشیہ کی عملداری کے کہ اس میں
عام رعایا کو آزادی حاصل ہے۔ ہر شخص اپنی چیز کا آپ مالک ہے وہ جو چاہتا
ہے سو کر لیتا ہے۔ سرکار دولت مدار انگلشیہ جس طرح اپنا حق محفوظ رکھتی ہے
اسی طرح حقوق رعایا کی بھی حفاظت کرتی ہے۔ اگر ایک ادنیٰ چمار سرکار کی
رعیت کا یہ جانتا ہے کہ ایک پیسہ بھی میرا سرکار نے ناحق لے لیا ہے تو اس کی
نالش خود سرکار پر کر کر اپنا انصاف پا سکتا ہے۔ گویا اس عملداری میں رعایا اور
حکام سب شامل ہیں اس قسم کی عملداری کا حق ایک رعایا پر ہوتا ہے جس کا
ادا کرنا ہر ایک رعیت پر واجب ہے اور وہ حق یہ ہے کہ ایسی عملداری کی
رعایا کو طرف داری اپنی گورنمنٹ کی واجب اور لازم ہوتی ہے اور نہ کرنے
کی صورت میں مجرم اور قصوروار ہوتا ہے۔ پس اس نازک وقت میں سب
ہندوستان کی رعایا کو واجب تھا کہ سرکار انگلشیہ کی طرف داری کرتی اور

جو حق عملداری سرکار کا ان کے ذمے تھا اس کو ادا کرتے اور طرفداری کے یہ معنی ہیں کہ جہاں تک ہو سکتا سرکار کی امداد و اعانت کرتے اور مخالفین سرکار کو مدد نہ دیتے اور یہ تمام رعایا ہندوستان کی ایک بہت اچھی کمک ہوتی جو ہر جگہ مخالفین سرکار کے دفیعہ کو مستعد رہتی تاکہ سرکار زیادہ تر رعایا کے حال پر متوجہ ہو کر ہندوستان کی رعایا کو اس سے بھی زیادہ آزادی اور عزت دیتی، جیسا کہ گورنمنٹ کی خوبی رعیت پروری اور انصاف گستری ہے ایسا ہی رعایا کا ایمان اپنی گورنمنٹ کی طرف داری ہے۔ ہم لوگ اس سے غافل رہے بلکہ اس کے برعکس کیا اور تمام اپنے ہموطنوں کی عزت کو خاک میں ملا دیا اے کاش! اگر تم ایسا کرتے تو یہ روز بد جو تم کو بسزائے تمہارے اعمال کے نصیب ہوا ہے کیوں ہوتا۔ اب بھی تم کو چاہئے کہ حق گورنمنٹ ادا کرو اور جو روسیاہی تم کو گورنمنٹ سے حاصل ہوئی ہے اس کو آب زلال اطاعت اور فرماں برداری اور دلی طرفداری گورنمنٹ سے دھوؤ تاکہ نتیجہ نیک پاؤ۔

ص ۱۴۵

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
در نوشت است پند بر دیوار

اعلان

واضح ہو کہ بعض اس خیر خواہی کے کہ جو اس ہنگامہ میں ان تین ملازمان سرکار دولت مدار سے ظہور میں آئی سرکار دولت مدار نے بموجب رپورٹ جناب الگزنڈر شیکسپیئر صاحب بہادر دام اقبالہٗ، مورخہ پانچویں جون ۱۸۵۸ء نمبر ۵۶ و تیئسویں جون ۱۸۵۸ء نمبر ۷۵ اور رپورٹ جناب صاحب کمشنر بہادر روہیل کھنڈ دام اقبالہٗ مورخہ یکم جولائی ۱۸۵۸ء اور رپورٹ حکام عالی مقام صدر دیوانی عدالت مورخہ انیسویں جون ۱۸۵۸ء نمبر ۲۷۲ اور حکم

گورنمنٹ مورخہ بارھویں جولائی ۱۸۵۸ء نمبر ۳۲۷۹ سید احمد خاں صدر امین بجنور کو عہدۂ صدر الصدور مراد آباد پر مقرر فرمایا اور علاوہ اس کے دوسو روپیہ ماہواری پنشن حین حیات ان کے اور ان کے بڑے بیٹے کی مقرر فرمائی اور محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر بجنور کو دیہات زمینداری متصل خورجہ ضلع بلند شہر میں جس کی جمع مال گذاری پانچہزار روپیہ سالانہ سے کم نہ ہو مرحمت ہونی تجویز فرمائی اور میر تراب علی تحصیلدار کو اوپر عہدہ فائزہ ڈپٹی کلکٹر مجسٹریٹی کے ممتاز فرمایا اور دیہات زمینداری ضلع آگرہ میں جس کی جمع مال گذاری ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ سے کم نہ ہو مرحمت ہونے تجویز فرمائے۔ چنانچہ اس کی منظوری بموجب چٹھی صاحب سکریٹری گورنمنٹ مورخہ انتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء نمبر ۲۷۰۲ آگئی۔ اب دیکھو ہمارے قدردان گورنمنٹ کی قدردانی کو جن لوگوں نے اس ہنگامہ میں اپنی خیرخواہی ظاہر کی کس قدر ان کی قدر و منزلت بڑھائی۔

ضمیمہ جات متن

اور

متعلقہ ضمیمے

ضمیمہ الف
(۲)
شجرہ نواب محمود خاں

ماخوذ
از سرکشی ضلع بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق
ص ۱۶۶

ضمیمہ ب

۱ نمبر۔ محمد علی خاں افضل گڑھیہ کاشی پور سے پکڑا گیا۔

۲ نمبر۔ محمد عمر خاں افضل گڑھیہ سابق میں ضلع حصار میں تحصیلدار تھا۔

۳ نمبر۔ محمد حسین خاں افضل گڑھیہ اول رسالدار ہوا پھر مشیر ہوا پھر مختار ہو کر بریلی خان بہادر کے پاس گیا۔

۴ نمبر۔ محمد حسن خاں افضل گڑھیہ ڈپٹی کلکٹر سرسہ۔

۵ نمبر۔ مظفر خاں افضل گڑھیہ اول تھانے دار نانگل ہوا پھر کوتوال نجیب آباد تھا۔

۶ نمبر۔ عطا خاں افضل گڑھیہ جمعدار اردلی محمود خاں۔

۷ نمبر۔ عنایت اللہ افضل گڑھیہ جمع خرچ پولیس۔

۸ نمبر۔ نیاز اللہ خاں افضل گڑھیہ۔

۹ نمبر۔ اکبر علی افضل گڑھیہ۔

۱۰ نمبر۔ دختر شاہ ولی خاں زوجہ احمد اللہ خاں۔

۱۱ نمبر۔ احمد یار خاں عرف کلن خاں سپہ سالار۔

۱۲ نمبر۔ عبدالرحمٰن خاں مصاحب۔

۱۳ نمبر۔ مصطفےٰ خاں افسر پلٹن بعدہٗ مصاحب۔

۱۴ نمبر۔ دختر محب اللہ خاں زوجہ شاہ ولی خاں۔

۱۵ نمبر۔ نیاز اللہ خاں تحصیلدار ضلع ہمیر پور۔

۱۶ نمبر۔ سیف اللہ خاں ڈپٹی ایجنٹ متعینہ راج بھرت پور۔

۱۷ نمبر۔ عباد اللہ خاں قبل غدر پیشکار کاشی پور بعد باغیاں کے اول تحصیلدار نگینہ بعدہٗ مصاحب۔

۱۸ نمبر۔ عظمت اللہ خاں قبل غدر منصف ٹھاکردوارہ بعدہٗ پیشی دست محمود خاں۔
۱۹ نمبر۔ دختر عظمت اللہ خاں زوجہ حبیب اللہ خاں بخشی۔
۲۰ نمبر۔ دختر عظمت اللہ خاں زوجہ اسمٰعیل خاں منصف سہارن پور۔
۲۱ نمبر۔ احمد اللہ خاں قبل غدر تحصیل دار نجیب آباد، نواب باغی کی طرف سے اول ڈپٹی کلکٹر بعد اس کے مختار کل۔
۲۲ نمبر۔ شفیع اللہ خاں بعدہٗ باغیان اول تحصیل دار نجیب آباد بعدہٗ جرنیل فوج۔
۲۳ نمبر۔ عزیز اللہ خاں مصاحب۔
۲۴ نمبر۔ دختر احمد اللہ خاں زوجہ حفیظ اللہ خاں۔
۲۵ نمبر۔ حبیب اللہ خاں داماد عظمت اللہ خاں باغیان کی طرف سے بخشی فوج۔
۲۶ نمبر۔ کریم اللہ خاں قبل غدر پیشکار دھام پور بعد اس کے اول تحصیل دار دھام پور اور پھر مصاحب۔
۲۷ نمبر۔ حفیظ اللہ خاں داماد احمد اللہ خاں مصاحب محمود خاں۔
۲۸ نمبر۔ شفاعت علی خاں عرف جیون علی خاں مصاحب۔
۲۹ نمبر۔ محمد خاں۔
۳۰ نمبر۔ ثابت علی خاں پیشکار دھام پور۔
۳۱ نمبر۔ ولایت علی خاں۔
۳۲ نمبر۔ عنایت علی خاں قیدی جیل خانہ مرادآباد۔
۳۳ نمبر۔ مہدی علی خاں صغر سن۔
۳۴ نمبر۔ پسر ثابت علی خاں صغر سن۔
۳۵ نمبر۔ نامحمود خاں باغی مطلق۔
۳۶ نمبر۔ غضنفر علی خاں ولی عہد باغی۔

۳۷ نمبر۔ معظم علی خاں پسر نا محمود خاں باغی۔

۳۸ نمبر۔ دختر محمود خاں۔

۳۹ نمبر۔ جلال الدین خاں برادر محمود خاں باغی۔

۴۰ نمبر۔ دختر جلال الدین خاں۔

۴۱ نمبر۔ زوجہ علاؤالدین خاں پسر امین الدین خاں[1]۔

۴۵[2] نمبر۔ سید بیگم زوجہ عظمت اللہ خاں دختر بھبو خاں۔

۴۶ نمبر۔ فیض بیگم زوجہ سعد اللہ خاں دختر نتھو خاں۔

۴۷ نمبر۔ اسحاق خاں پسر سعد اللہ خاں۔

۴۸ نمبر۔ سعد اللہ متبنیٰ زوجہ غلام قادر خاں سابق منصف امروہہ شریک جلال الدین خاں۔

۴۹ نمبر۔ اسمٰعیل خاں پسر سعد اللہ خاں منصف سہارن پور۔

---

[1] یہ نام مطبوعہ نسخہ ۱۸۵۸ء میں نہیں دیا ہوا لیکن سرکشی ضلع بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق صفحہ ۲۹۳ پر دیا ہوا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخہ ۱۸۵۸ء میں نمبر سلسلہ ۴۰ کے بعد ۴۵ سے ہی شروع ہوتا ہے۔

ضمیمہ (ج)

فہرست فوج باغیان

نام مقام	نام افسران	سپاہ سواران		میزان	سپاہ پیادہ		میزان	تعداد توپ
		نام رسالداران	تعداد سواران		نام غول	تعداد		
آنبہ سوت	احمد اللہ خاں	عطاء اللہ خاں	۵۵		احمد اللہ خاں	۴۰۰[۱]		۶
	شفیع اللہ خاں	نیاز اللہ خاں	۷۰		شفیع اللہ خاں	۷۰۰		
		قلندر علی خاں	۴۰		ازہمراہیان ماٹے	۱۰۰۰		
		شیخ نجف علی	۷۵					
		قادر بیگ	۳۵					
		عمر خاں برادر عمدہ خاں	۳۲					
		کاظم علی خاں	۳۶					
		شیو رام گوجر	۳۱					
		سواران رجمنٹ باغی						
		ہمراہیان قاضی	۸۰					
		عنایت علی خاں						
		ازہمراہیان ماٹے	۱۲۰					
		بہار الدین خاں	۱۳۴					
		میزان		۶۰۸			۵۷۰۰	۶

[۱] یہ بجائے ۴۰۰ کے ۴۰۰۰ ہے کتابت کی غلطی سے ایک صفر رہ گیا ہے کیونکہ میزان میں صاف ۵۷۰۰ لکھا ہے

نجیب آباد	محمود خاں مصطفیٰ خاں حفیظ اللہ خاں کریم اللہ خاں عزیز اللہ خاں	عمدو خاں بجو خاں جمعدار	۱۰۰		اردلی محمود خاں	۱۰۰۰		
		میزان		۱۰۰			۱۰۰۰	۱۰
نانگل	عظمت اللہ خاں کلن خاں عبدالرحمٰن خاں		۵۰			۱۰۰۰		
		میزان		۵۰			۱۰۰۰	۴
دارانگر	مارٹے خاں قاضی عنایت علی دلیل سنگھ گوجر	سواران رجمنٹ باغی ہمراہیان قاضی عنایت علی دیگر ہمراہیان قاضی عنایت علی سواران مارٹے گوجر ہمراہیان دلیل سنگھ	۶۰ ۱۵۰ ۴۰۰ ۷۰		ہمراہیان مارٹے ہمراہیان دلیل سنگھ گوجر	۴۰۰۰ ۵۰۰		معہ جزائل
		میزان		۶۹۸			۴۵۰۰	۸
افضل گڑھ	نتھو خاں	نظام علی خاں غلام محمد خاں عرف نگامی خاں نائب	۷۰		ہمراہیان نتھو خاں از ہمراہیان مارٹے	۱۵۰ ۵۰۰		
		میزان		۷۰			۶۵۰	۲
میزان کل				۱۵۲۶			۱۲۵۵۰	۳۰

ضمیمہ نمبر ۱

نواب محمد محمود خاں، امیر الدولہ، ضیاء الملک، ذوی القدر مظفر جنگ بہادر ـــــ اور ان کے خاندانی حالات

اٹھارویں صدی کے وہ نامور جنہوں نے غیرت و خودداری اور حریت پروری کی روایات زندہ رکھیں ان میں نجیب خاں کا نام خاص طور پر عزت و احترام کا مستحق ہے۔
نجیب خاں[1] ابن سردار اصالت خاں ابن ملک عنایت خاں، عمر خیل قبیلہ سے تھے۔ یہ قبیلہ روہیلوں میں باعتبار بزرگی و شرافت ممتاز تھا۔ اصالت خاں قبیلہ کا سردار تھا اور ان کے بھائی بشارت خاں گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ وہ عہد فرخ سیر میں بسلسلہ تجارت ہندوستان آئے۔ یہاں کٹھیر میں روہیلوں نے اپنی ریاست قائم کر لی تھی۔ اسی علاقہ میں بشارت خاں نے بلاس پور پر قبضہ کر لیا اور اس کا نام اپنے نام پر بشارت نگر رکھا۔[5]

نجیب خاں، پشاور سے ۲۵ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں منری ہے۔ اسی مقام پر ۱۷۰۸ء[52] میں پیدا ہوئے۔ یہاں ان کو نہ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع[53] ملے نہ زندگی بسر کرنے کا کوئی ذریعہ ملا۔ تلاش معاش میں دوآب کے علاقے میں آگئے

---

[51] سرکشی بجنور ص۲۹۵ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق۔ [52] نجیب التواریخ ص۱ از نصیر الدین قلمی نسخہ حبیب گنج۔ [53] نجیب التواریخ ص۵ (ب)

وہ ہندوستان تیئس[۲] سال کی عمر میں بشارت خاں کے ہمراہ آئے تھے۔ اللہ نے نجیب خاں کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ ۱۷۴۳ء میں وہ آنولہ گئے اور علی محمد خاں کے یہاں ملازم ہوگئے۔ شروع میں بارہ سواران کے نیچے رکھے گئے تھے۔ جلد ہی وہ ترقی کر گئے اور کئی سو سوار، ان کی ماتحتی میں رہنے لگے، کچھ عرصہ بعد علی محمد خاں کو شہنشاہ نے سرہند کا گورنر مقرر کیا، نجیب خاں ان کے ہمراہ گئے تو اس وقت نواب علی محمد خاں کو نجیب خاں کی صلاحیتوں کے پرکھنے کا موقع ملا۔ انہیں کی جان بازی سے صوبے پر قبضہ ہو گیا۔ اسی معاملہ میں نواب نے ان کا عہدہ بڑھایا۔[۱]

جب نجیب خاں کی بیوی کا ۱۱۶۱ھ میں انتقال ہوگیا اور وہ سرہند سے آنولہ واپس آئے تو نواب دوندے خاں رئیس بسولی نے اپنی دختر در بیگم سے نجیب خاں کی شادی کر دی اور ۱۴ محال ضلع بجنور کے جس میں چاندپور، نگینہ اور بجنور وغیرہ کے علاقے شامل تھے، نواب علی محمد خاں سے دلوائے اور اپنی فوج کا رسالدار کر دیا۔[۲] دارانگر کی تحصیل بھی ان کے ذمہ تھی۔ تھوڑے عرصہ میں نجیب خاں نے اس کو ایک آباد قصبہ بنا دیا اور ایک درسگاہ بھی قائم کی جہاں علمائے فرنگی محل درس و تدریس کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔[۳]

---

[۱] سرگذشت نجیب الدولہ نواب عبدالسلام خاں (قلمی)، [۲] نجیب الدولہ اور جنگ پانی پت ص ۳۶

[۳] بحوالہ درس نظامیہ اور فرنگی محل (مقالات شبلی) (سرگشتی بجنور ص ۲۹۹ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق)

نوٹ: ایک مدرسہ نجیب آباد میں بھی قائم کیا جس کی اساس مدرسہ رحیمیہ کے اصول و قواعد تھے اور ولی اللہی حکمت اور فلسفہ کی ترویج و اشاعت کا اس میں خاص انتظام تھا (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوب ص ۲۰۲)

اور دوسری طرف احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی کہ وہ ہندوستان آکے مرہٹوں کے تسلط سے خلاصی دلائیے۔[51] لیکن افسوسناک بات ہے کہ اس وقت جنگ پانی پت کا فائدہ ملک کی مرکزی سرکار "مغلیہ" نے نہ اٹھایا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں بالکل جان نہ تھی بلکہ آئندہ چل کر اس کا فائدہ جنگ پلاسی کے فاتحین کو پہنچا۔[52] جو یقیناً شاہ صاحبؒ کے مقصد کے خلاف تھا۔

نجیب الدولہ کو علوم رسمی کی تعلیم یقیناً نہیں ملی تھی لیکن ان میں وہ تمام خوبیاں تھیں جو محنت، دیانت داری اور تجربے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی عسکری لیاقت بے پناہ تھی۔ وہ دشمنوں کی سازش کا توڑ کرنا جانتے تھے۔ ناسازگار حالات میں ان کی دور بین نگاہ صحیح راہ عمل دیکھ لیتی تھی۔ خود اعتمادی اور سیاسی بصیرت کی ان میں کبھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ وہ انتہائی قومی درد اور مذہبی جذبہ رکھنے والے تھے۔ انہوں نے مغلیہ سلطنت کو بچانے کے لئے وہی سب کچھ کیا جو سلجوقیوں نے خلفاء بنی عباس کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے کیا تھا۔[53]

ہمارے بعض مورخین نے نجیب الدولہ کی شخصیت اور کارناموں کی صحیح تصویر پیش نہیں کی ہے۔ روہیل کھنڈ کے ایک مشہور عالم حاجی محمد مہدی صاحبؒ نے ان کی شان میں متعدد قصیدے لکھے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۴ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو ہو گیا۔[54] ان کی عدل گستری اور بالغ نظری کا یہ واقعہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا کہ جب وہ بستر مرگ پر آخری سانس لے رہے تھے تو انہوں نے اپنی

---

۵۱ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص۱۷۔ خلیق احمد نظامی۔
۵۲ ایضاً ص۳۰ ۵۳ ایضاً ص۲۰۱۔
۵۴ بہادر شاہ ظفر ص۶۔ امیر احمد علوی۔

فوجوں کو (جوان کے ساتھ ہاپوڑ کے مقام پر تھیں اور جب کہ گڈھ کا میلہ ہو رہا تھا) حکم دیا کہ گنگا کے میلے میں آنے جانے والے ہندو یاتریوں کے جان و مال کی پوری حفاظت کی جائے۔"[1]

نواب نجیب الدولہ کے بعد ضابطہ خاں دلّی میں اپنے باپ کے فرائض منصبی ادا کرنے لگے۔[2] سندھیہ کا قلعہ پر قبضہ ہوا تو ضابطہ خاں اپنی باونی محال نجیب گڑھ کو چلے گئے۔[3] جب شاہ عالم نے ضابطہ خاں کو طلب کر کے حکم دیا کہ اپنے باپ کی جائداد کا حق جانشینی اور عہدہ کے مروجہ ٹیکس ادا کرے اور صرف خاص کی ان آراضیات کا جو نجیب الدولہ کے پاس عرصہ دراز تک رہیں حساب پیش کرے تو یہ اطلاع پا کر انہوں نے قاصد کو لوٹا دیا۔ اس پر شاہی فوج کا ایک حصہ بسرکردگی نجف خاں ایرانی جو وزیر اور سپہ سالار فوج شاہ عالم تھے مع ٹوکوجی ہلکر مہادجی سندھیا اور ویساجی کرشنا سرداران مرہٹہ، ضابطہ خاں پر حملہ آور ہوئے۔ یہ فوج ضابطہ خاں کے علاقہ میں داخل ہو گئی۔ اس فوج کی روانگی کے گیارہ دن بعد شاہ عالم ثانی بھی دہلی سے روانہ ہوئے۔ ضابطہ خاں نے اہل خاندان و خزانہ پتھر گڑھ کے قلعہ میں بھیجدیا اور خود ایک فوج روہیلوں کی ہمراہ لیکر مقابلہ کے لئے آیا۔ ۲۳ر فروری ۱۷۷۲ء کو بمقام سکرتال فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں نواب کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ وہ شمال میں پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ ان کے میدان چھوڑنے پر شاہی فوج نے پتھر گڑھ پر چڑھائی کی۔ ۱۶ر مارچ ۱۷۷۲ء کو قلعہ خالی کرالیا

---

[1] بہادر شاہ ظفر صـ ۲۰۲ : امیر احمد علوی ۔ [2] سرکشی بجنور صـ ۳۰۲ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق

[3] تاریخ ہندوستان جلد نہم و دہم صـ ۳۱۹ ؛ ذکاء اللہ۔

گیا۔ مرہٹوں نے نجیب الدولہ کی قبر کے تعویز تک کو مٹا دیا اور ضابطہ خاں کا خزانہ قبضہ میں کر لیا اور نواب کے افراد خاندان مرد اور عورتیں اور ان کے خردسال لڑکے غلام قادر کو گرفتار کیا۔ آخرش شجاع الدولہ کی سفارش پر رہا ہوئے۔

۱۷۷۴ء کی جنگ روہیلہ میں ضابطہ خاں شجاع الدولہ، نواب اودھ کے ساتھ تھا۔ بعد میں نجف خاں نے پھر بادشاہ کو راضی کر کے ضابطہ خاں کے خلاف جنگ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۲۸ر اپریل ۱۷۷۷ء کو شاہ عالم مرہٹوں کی کثیر فوج لے کر ضابطہ خاں کی آخری جائے پناہ غوث گڑھ پر حملہ آور ہوا۔ قلعہ فتح ہوا۔ ضابطہ خاں جان بچانے کی خاطر سکھوں کے علاقہ کی طرف چلا گیا، عورتیں اور بچے بھی گرفتار کر لئے گئے اور آگرہ کے قلعہ میں بھیج دیئے گئے غلام قادر کو بادشاہ نے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ کچھ عرصہ بعد شاہی حکومت کو جاٹ اور راجپوتوں سے مقابلہ کرنا پڑا تو ضابطہ خاں سے معاملہ کیا اور ساتوں محال مع قلعہ غوث گڑھ اس کو واپس کئے گئے۔ اپنے علاقے میں آ کر کچھ عرصہ رہے تھے کہ پیام موت آگیا۔ ۲۱ر جنوری ۱۷۸۵ء کو ان کی وفات واقع ہوئی۔

نواب ضابطہ خاں کے بیٹے معین الدین خاں عرف بھمبو خاں اپنے بھائی غلام قادر کی موت کے بعد پنجاب کی طرف چلے گئے۔ دہلی پر ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک نے قبضہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد انگریزی سرکار کی طرف بلا لئے گئے اور پانچ ہزار روپیہ ماہوار پنشن مقرر ہوئی اور دہلی میں قیام کی اجازت ملی۔ ۱۸۱۲ء میں ان کو نجیب آباد میں قیام کرنے کی اجازت دیدی گئی۔[۱]

---

[۱] گزیٹیر بجنور صفحہ ۲۹۵

سرسید نے بھمبو خاں کی باز آباد کاری کو انگریزوں کی عنایت خسروانہ قرار دیا ہے لیکن سرسید کی اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد میاں لکھتے ہیں :

"یہ بھی تاریخ کی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ۱۸۱۲ء کا دور کمپنی کی حکومت کے لئے بہت سخت تھا۔ ایک طرف پنڈاری گریلا لڑائیاں لڑ رہے تھے دوسری طرف مرہٹوں کی ناضابطہ فوجیں دہلی کے قریب تک پہنچ رہی تھیں۔ مہاراجہ گوالیار انگریزوں کے برخلاف راجہ نیپال سے ساز باز کر رہا تھا۔ ایسی صورت میں عنایت خسروانہ نہیں بلکہ سامراجی اغراض کا تقاضا تھا کہ نواب بھمبو خاں جیسے با اثر شخص کو ایسے پرخطر علاقہ میں بسا یا جاوے جو فوجی لحاظ سے بہت اہم تھا۔ جہاں میدانی علاقہ کے باشندے پہاڑی قوموں کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف بغاوت کا آتش فشاں جب چاہے تیار کر سکتے تھے۔
انہیں مصلحتوں کی خاطر بھمبو خاں کو وقتی طور پر آلہ کار بنایا گیا اور جیسے ہی یہ مصلحتیں ختم ہوئیں اور بھمبو خاں کی عمر کا آفتاب غروب ہوا، وظیفہ کی مقدار پانچ ہزار ماہانہ کی بجائے صرف ایک ہزار ماہانہ کر دی .. .. حق وانصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ بھمبو خاں کو پورا ضلع واپس دے دیا جاتا اور اس کی نوابی تسلیم کی جاتی۔" [1]

---

[1] علمائے کا شاندار ماضی جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۴ : مولانا محمد میاں۔

نواب محمود خاں، معین الدین خاں کے بیٹے تھے جو اپنے آبائی وطن نجیب آباد میں پیدا ہوئے۔ ایک عالی شان محل بنوایا جس کا نام "مبارک محل" تھا۔ اس میں ایک مچھلی بھون بھی تھا۔ ایام گرما میں اس کی چھت سے باریک بوندیں مینہ کی سی برسائی جاتی تھیں۔ ان کے والد نے ان کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کیا۔ جب سن شعور کو پہنچے تو انہوں نے اپنے علاقہ کا انتظام ان کے سپرد کیا۔ ایک ہزار روپیہ ماہوار پنشن ان کو سرکار انگریزی سے ملنے لگی۔ ان کے سوتیلے بھائی جلال الدین خاں تھے۔ دونوں بھائیوں میں ترکہ کے سلسلے میں سخت اختلافات ہو گئے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جائداد دونوں میں تقسیم ہو گئی۔

نواب محمود خاں بے حد فیاض اور سخی تھے۔ داد و دہش کے باعث ہمیشہ مقروض رہتے۔ یہاں تک کہ ۱۸۴۵ء میں اپنی جائداد محمد سعید خاں بہادر والئ رامپور کے پاس رہن کر دی۔ نواب محمود خاں نہایت خوش طبع یار باش اور مہمان نواز تھے۔ سپاہیانہ مزاج رکھتے تھے۔ شکار کا بہت شوق تھا اکثر وقت اسی شغل میں بسر ہوتا۔ گولی کا نشانہ خوب لگاتے تھے۔ مرزا شاہ رخ بہادر شاہزادہ دہلی، راجہ ہند و راؤ بھی یہاں شکار کو آتے تھے۔ انگریز حکام بھی ان کے ساتھ شکار میں رہتے۔

۱۸۵۷ء کی جد و جہد آزادی میں وہ ہمہ تن مصروف رہے اور ۸ر جون ۱۸۵۷ء کو ضلع میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ ۱۲ر جولائی کو شہنشاہ دہلی کی خدمت میں عمدہ خاں کے ہاتھ ایک عرضداشت روانہ کی اور شاہ دہلی ابو ظفر بہادر شاہ سے امیر الدولہ ضیاء الملک محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ بہادر کا خطاب پایا۔[1]

---

[1] ملاحظہ فرمائیے فرمان شاہی سرکشی بجنور صـ۴۲ و ۴۳۔

انقلابیوں کی شکست کے بعد نواب اور ان کے ساتھی نجیب آباد کو خالی کر گئے۔ ان میں سے جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کو کوٹ قادر سے گرفتار کر لیا گیا اور ۲۳ر اپریل ۱۸۵۸ء کو ان جاں بازان وطن کے سینے کو گولی کا نشانہ بنا کر انگریزی حکام نے ان کی طرف سے بے فکری حاصل کر لی۔[1] کچھ مجاہدوں نے نگینہ جا کر انگریزی فوج کا مقابلہ کیا۔ شکست کے بعد کچھ کو جام شہادت نصیب ہوا اور بعض انگریزی فوج کی پھانسی اور بندوق کی زد میں آئے۔ نواب محمود خاں مع اپنی بیگم اور چند انقلابیوں کے نیپال کی طرف چلے گئے اور ایک اطلاع کے مطابق نیپال میں دھوکر (DHOKER) کے قریب وہاں کی ناموافق آب و ہوا کے اثر سے انتقال ہو گیا۔ یہیں[2] ان کے ساتھ بالا راؤ، بھائی نانا صاحب دتا سنگھ تعلقہ دار (Butwal) کا بھی انتقال ہوا۔

[1] ملاحظہ فرمائیے سرکشی بجنور ص ۱۳۵ و ص ۱۳۶۔
[2] دی بنگال ہرکارہ اینڈ انڈیا گزٹ جولائی ۲۸ر ۱۸۵۹ء ص ۹۵ نیشنل لائبریری کلکتہ

ضمیمہ نمبر ۲

خط نمبر ۱۰۶ [1] از A. Shakespear. مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع بجنور۔ بنام R. Alexender. کمشنر روہیل کھنڈ، بریلی۔ مورخہ بجنور۔ ۲ اگست ۱۸۵۸ء [2]

یہ ایک طویل رپورٹ ہے جس میں متعدد سرخیوں کے ماتحت اس زمانہ کی ضلع کی حالت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ فل اسکیپ سائز کے تقریباً ۱۵ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس کی اہمیت یہ ہے کہ "سرکشی ضلع بجنور" کے بیانات اور اس کی روائد ملتی جلتی ہیں۔ طوالت کی وجہ سے اصل عبارت کا ترجمہ پیش نہیں کیا جارہا ہے۔ بعض سرخیاں جن کے ماتحت یہ رپورٹ بقید پیراگراف نمبری لکھی ہے، درج ذیل ہیں۔

"گوجروں کا ضلع میں ہجوم۔ شہباز پور کھدر پر حملہ۔ حکام انگریزی کا زمینداروں کی مدد حاصل کرنا۔ "سفر مینا کمپنی" کی نواب سے گفتگو۔ تحصیل نگینہ کا لٹنا۔ بجنور جیل کا ٹوٹنا۔ حکام انگریزی کا خزانہ کنوئیں میں ڈالنا۔ محمود خاں بجنور میں۔ نجیب آباد کے نواب کا دوبارہ بجنور میں آنا۔ محمود خاں بحیثیت پنشن دار۔ محمود خاں کا اپنی عملداری کا اعلان کرنا۔ نئے باٹوں کا چلن بہادر شاہ سے فرمان حاصل کرنا۔ دوسرے اضلاع کے انقلابیوں کا آنا۔ نئے انتظامات وغیرہ"

---

[1] ڈیپارٹمنٹ۔ ۱۷ × × فائل نمبر ٹیو آف ایونٹس آؤٹ بریک آف ڈسٹربنس ایٹ بجنور۔ میوٹنی ریکارڈس۔ د۔ اسٹیٹ آرکائیوز آف اتر پردیش الہ آباد۔

[2] اصل خط پر تاریخ ۲ اگست درج ہے جو قلم زد کر دی گئی ہے۔

نوٹ: اس رپورٹ کا بیشتر حصہ اسٹرگل فار فریڈم ان اتر پردیش جلد ۵ مرتبہ ایس اے اے رضوی از ص ۲۶۰ تا ص ۲۶۹ اور از ص ۲۲۱ تا ص ۲۳۶ پر بھی ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

خط نمبر ۵۵ از A. Shakespear. کلکٹر و مجسٹریٹ بجنور Bijnour بنام W. Muir. سکریٹری ٹو گورنمنٹ این۔ ڈبلیو۔ پی، الہ آباد مورخہ بجنور ۳۰ اپریل ۱۸۵۹ء [1]

یہ رپورٹ مسٹر میور کے خط نمبر ۱۹۵ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۸۵۸ء کا جواب ہے۔ جو مسٹر شیکسپیر نے رورکی سے روانہ ہونے کے بعد متعدد سرخیوں کے ماتحت پیش کی تھی اور فل اسکیپ سائز کے تقریباً ۱۵ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بیانات، سرکشی ضلع بجنور کی عبارت سے کافی ملتے جلتے ہیں۔ لہذا طوالت کے پیش نظر اس کو یہاں درج نہیں کیا گیا۔ البتہ چند سرخیاں بطور مثال درج کی جاتی ہیں:

"آنبر سوت کے قریب لڑائی۔ قلعہ پتھر گڑھ سے فوج کی واپسی۔ جلال الدین اور سعد اللہ خاں کو پھانسی دینا۔ نجیب کے نواب کے دیوان خانہ کو اڑا نا۔ نگینہ کی لڑائی۔ مراد آباد میں فیروز شاہ کی آمد کی اطلاع۔ بجنور کے سرداروں کا پہاڑوں کو چلا جانا۔ اسمٰعیل خاں حسن پور میں وغیرہ۔"

---

[1] ڈیپارٹمنٹ ۔ ۱۷ × ×، فائل نمبر (۲) سیریل (۱) — میوٹنی ریکارڈس۔ اسٹیٹ ارکائیوز۔ اترپردیش الہ آباد۔

نوٹ: اس رپورٹ کے اقتباسات اسٹرگل فار فریڈم ان اترپردیش جلد ۵ مرتبہ ڈاکٹر ایس اے اے رضوی از ص ۱۵ تا ص ۴۲۲ پر بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

(ترجمہ) اقتباس از یادداشت جی. سی بیروز (G. C. Barues.) کمشنر و سپرنٹنڈنٹ سیس ستلج اسٹیٹس۔

(۴)۔۔۔۔ "میں دو برس سے زیادہ ضلع بجنور میں جو روہیل کھنڈ کا شمالی ضلع ہے، مجسٹریٹ اور قائم مقام مجسٹریٹ کی حیثیت سے رہ چکا ہوں اور میں وہاں کے عام باشندوں اور شرفاء کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ وہاں کی آبادی زیادہ تر جاٹ اور تگا لوگوں کی ہے۔ وہ بے ضرر لوگ ہیں اور انہوں نے کبھی بغاوت نہیں کی۔ اگرچہ ہر قسم کی پابندیاں ان پر سے ہٹا لی گئی تھیں۔ وہاں کے باشندے عجیب و غریب لوگ ہیں۔ وہ لوگ بہت بڑے زمیندار ہیں اور ایک لاکھ سے دو لاکھ تک لگان ادا کرتے ہیں اور گورنمنٹ کے معاملہ میں ان کا رویہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہلدور اور نہٹور کے چودھری "راجپوت" ہیں۔ تاج پور کے چودھری "تگا" ہیں۔ ساہن پور کے "راؤ" اور شیرکوٹ کے چودھری "جاٹ" ہیں۔ ریہڑ کے "راؤ راجپوت" ہیں اور چاندپور و MEHMUA - کے سید ہیں، کرت پور کے زمیندار مفتی ہیں اور بجنور خاص کے چودھری جاٹ ہیں، یہ سب اچھے کردار کے لوگ ہیں۔۔ ۔۔ ۔ نجیب آباد میں نواب کا گھرانا ہے جو کہ نجیب خاں روہیلہ کی اولاد ہیں۔ وہ دو بھائی ہیں اور ان کو گورنمنٹ سے پنشن ملتی ہے۔ ان میں سے بڑے بھائی کو مسٹر شکسپیئر کلکٹر نے ضلع کا انچارج بنا دیا ہے، میں نے خزانچی انبالہ ساکن نجیب آباد کی زبانی سنا ہے کہ ضلع پوری طرح پر امن ہے اور برٹش حکام کے دوبارہ آ جانے کا منتظر ہے۔

(۵) میں سمجھتا ہوں کہ بجنور کو دوبارہ حاصل نہ کرنا ایک بہت بڑی نازکی کی بات ہوگی۔ میں کچھ فوج الگ مخصوص کروں گا اور میں مسٹر شکسپیئر اور مسٹر پامر

کو بلاؤں گا جو کہ ضلع کے سول آفیسر ہیں اور ان کو ان فوجی دستوں کے ساتھ واپس بھیجا جائے گا۔ آئندہ فوجوں کی نقل و حرکت صورتِ حال کے مطابق ہونی چاہیے لیکن اگر بجنور میں امن رہا جیسا کہ میرا خیال ہے تو ہمیں مرادآباد اور بریلی کی طرف رخ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ نواب رامپور کے ذہن کا پتہ یقینی طور پر لگا لینا چاہیے اور اس طرح ہمارا اختیار بالائی روہیل کھنڈ پر ہو سکتا ہے۔ R. 66 گورکھا الموڑہ سے نیچے لائی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہاں کا موسم جنگل اور ترائی سے گذرنے کی اجازت دے۔

(۶)۔ میرے خیال میں مسٹر ولسن سے بہتر کوئی شخص نہیں جو اس دستہ کے ساتھ مرادآباد جا سکے۔ بالائی روہیل کھنڈ کے لوگ ان سے واقف ہیں اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم کو فوجی طاقت اور اس سلسلے میں کہ اسے کس سمت جانا چاہیے، بہت سے قیمتی مشورے دے سکیں گے۔ اس کی ایک نقل ان کو بھی بھیجی جائیگی۔

نوٹ: یہ تحریر ۲۷ جولائی ۱۸۵۷ء سے قبل کی ہے۔ (مرتب)

فارین ڈیپارٹمنٹ، انڈیکس ۵۹ ـ ۱۸۵۰، اے۔ بی، والیوم I ایس نمبر ۱۴ صفحہ ۲۹۷ "بجنور" ـــ نمبر ایس۔ سی ۸ ـ ۲ مارچ ۱۹۵۸ء،
(نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، نئی دہلی)

(ترجمہ) اقتباس خط نمبر ۲۲۱، از: G. C. Barues بنام A. Brandreth.
آفس سکریٹری اینڈ چیف کمشنر فار پنجاب، مورخہ انبالہ ۱۵ اگست ۱۸۵۷ء۔

بسلسلہ خط نمبر ۱۸۰ مورخہ ۲۱ جولائی جو کہ میں نے روہیل کھنڈ کے معاملات سے متعلق ایک یادداشت پیش کرتے ہوئے لکھا تھا، اسی سے متعلق ایک نیم سرکاری خط کی نقل آپ کی خدمت میں اور پیش کر رہا ہوں جو کہ مجھ کو کمشنر میرٹھ نے بھیجا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ (ضلع بجنور) کے ہندو تعلقہ داروں اور خاص طور پر چودھری پرتاپ سنگھ آف تاج پور نے جو کہ تگا ہیں، نجیب آباد کے نواب کو بجنور سے نکال دیا تھا اور اس کو اپنی رہائش گاہ نجیب آباد میں محصور کر دیا تھا، انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ہر حملہ آور کے خلاف بغیر فوجی دستوں کی امداد کے بھی، برٹش حکام کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ یقینی طور پر ضروری ہے کہ کچھ فوجی امداد افسران ضلع کے ہمراہ واپس ہو، حالانکہ اگر میں مجسٹریٹ ہوتا اور وہاں کے لوگوں سے واقف ہوتا تو بغیر فوجی دستوں کے چلا جاتا۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں چیف کمشنر صاحب سے احکامات حاصل کر لیں۔ اب جبکہ کیپٹن اسٹیفرڈ کے دستہ کو میرٹھ جانے کے لئے حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ میں جناب چیف کمشنر صاحب اور جنرل گوان صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ مسٹر ولیمس کی سفارش پر عمل کیا جائے۔ نصیری پلٹن کے ۱۴۰ جوان اور بہت سے رنگروٹ فوجی دستوں سے ملنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔

۲۔ میرے خیال میں اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ اس کمشنری (روہیل کھنڈ) کی ہمت افزائی کی جائے اور افسران ضلع کے (ذریعہ) اپنی پوری قوت کے ساتھ ہندوؤں کی مدد کی جائے۔"

فارین ڈیپارٹمنٹ انڈیکس ۵۹-۱۵۰۰۱-اے۔ پی والیوم I ایس نمبر ۱۴۴ صفحہ ۲۹۷ بجنور۔ ایس۔ سی نمبر ۸-۲ مارچ ۱۹۵۸ء۔ (این۔ اے۔ آئی، نئی دلی)

(ترجمہ) اقتباس از یادداشت J. Lawrence. مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۵۷ء

"دہلی پر قبضہ ہمارا اولین مقصد ہونا چاہیے اور جب تک ہم اس پر قابض نہیں ہوتے میری رائے میں کسی اور اہم بات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔ اور گنگا پار تو یقیناً نہیں اترنا چاہیے ایسا کرنا محض پاگل پن ہوگا۔ اب اس وقت جب ہم موجودہ ذرائع سے محروم ہیں، اتنی جلدی مالاگڑھ پر حملہ کرنا مصلحت کے خلاف اور جلد بازی ہوگی اور یقیناً یہ بات اس سے زیادہ روہیل کھنڈ پر حملہ کرنے کے سلسلے میں صادق آتی ہے۔ اگر مسلمان اور ہندو لڑتے ہیں تو یہ جتنا بھی لڑیں ہمارے لئے بہتر ہی ہے۔ انہیں آپس میں ایک دوسرے کو ذبح کرنے دیجئے اور دہلی پر قبضہ کے بعد ہمارے لئے پورے روہیل کھنڈ پر دوبارہ فتح پانا مشکل نہ ہوگا۔ اپنے موجودہ وسائل کے ساتھ صوبہ متحدہ میں داخل ہونا پاگل پن کی بات ہے۔ یہ کیسے ہوا کہ مسٹر ولیمس کی رائے اتنی جلدی تبدیل ہوگئی ـــــ ایک دن تو وہ اس کی بہت زوروں پر مخالفت کرتے ہیں اور پھر روہیل کھنڈ کی طرف فوجی نقل حرکت کی پوری قوت کے ساتھ حمایت کرتے ہیں۔"

فارن ڈیپارٹمنٹ ــ انڈیکس ۵۹ ــ ۱۸۵۰ ــ اے. بی والیوم I ایس نمبر ۱۴ صفحہ ۲۹۷ "بجنور" ــ ایس. بی نمبر ۸ ــ ۲ مارچ ۱۸۵۸ء
(نیشنل آرکائیوز آف انڈیا نئی دلی)

(ترجمہ) اقتباس .G.O نمبر ۷، ۱۸۵، خط از R. Alexender. کمشنر روہیل کھنڈ، بنام F. William. کمشنر میرٹھ ڈویژن۔ ڈی/ نینی تال

۲۴ر دسمبر ۱۸۵۷ء

"۳۔ ضلع بجنور اس وقت بدنظمی اور انتشار کی حالت میں ہے۔ جس کو اگر نواب کی کھلم کھلا بغاوت پر نہیں تو اس کے کردار کے دوروخے پن سے ضرور منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اس شخص کے ظلم و استبداد کی بنا پر ہندوؤں نے اس کی مخالفت کی اور شروع میں اس کو ان کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ بعد میں ان میں تفرقہ ہو جانے سے (نواب نے) ان پر حملہ کر دیا اور جلد ہی فتح حاصل کر لی اور اپنے بے رحمانہ انداز کو جاری رکھا۔ جہاں تک مسلمانوں کو اپنے تابع کرنے کا تعلق ہے (اس سلسلے میں) ہندوؤں کی اکثریت اور غم و غصہ، نیز مسلمانوں کے معمولی وسائل کے پیش نظر ایک مختصر مگر منتقل فوج ہی امن قائم کرنے کے لئے کافی ہو گی۔"

فارین ڈیپارٹمنٹ انڈیکس ۱۸۵۰-۵۹، اے، بی والیوم I ایس نمبر ۱۴۸ صفحہ ۲۹۷ "بجنور"۔ نمبر ایس سی نمبر ۸ن-۲۔ مارچ ۱۹۵۷ء

(این۔ اے، آئی۔ نئی دلی)

Translation in English of Summary of events as submitted by Durga Prasad, Record keeper of Bijnour Collectorate, dated Jan. 2, 1858.

I am submitting here with a summary of the events which took place in the district of Bijnour at the hands of Nawab Mahmud Khan after your leaving this place. For a couple of days or so he acted in conformity with the English methods. His own men namely Ahmad Ullah Khan, Azmat Ullah Khan, Karimullah Khan, Shafi Ullah Khan came to Bijnaur. Azmat Ullah Khan was made 'Pesh Dast' and Ahmad Ullah Khan became the joint (Administrator). Shafi Ullah Khan was appointed Tahsildar of Najibabad, Ibad Ullah Khan of Nagina, Karim Ullah Khan of Dhampur; and Habib Ullah Khan was appointed 'Bakhshi' of the army. Similarly everyone was given a high post—Command or Superintendence. The recruitment of the army began and the government mail service was stopped. Every member of his family bruited about rumours of the rebel victory on the hillock near Delhi and the English defeat at the Meerut Battery. A thatched barrack in front of the collectors court was made for the army and the soldiers billeted also in the Court Rooms and infront of the office. They made 'Chulhas' (Ovens) and cooked food there. All the chattels and furniture of your 'Kothi' and of

the bungalows of the Joint Magistrate, of Mr. Lumber, Mr. Johnson and of the Doctor were taken away on carts to Najibabad, and Ahmad Ullah Khan twice transported the Govt. Treasure to Najibabad................

---

1. Bijnour Collectorate Mutiny Basta No. 7/1, file No. 46/59 (old)

نوٹ : انگریزی ٹرانس لیشن ماخوذ از اسٹرگل فار فریڈم ان اتر پردیش
جلد ۵ ص ۳۳۸-۳۴۰ ڈاکٹر اے۔اے۔رضوی۔

Translation of a petition from Behari Lal, Nazir of the Collector's Office, Zillah Bijnour (Zila Bijnor), dated 30th November. (1857.)

On the 24th November. I addressed you a petition, describing the state of things in the district of Bijnour yesterday, Choudhree Ram Sahai who is a native of Bijnour proper, arrived here. It appears that the total strength of the rebel troops consists of between six and seven thousand men, of which five thousand are at Nujjeebabad (Najibabad) and about one hundred or one hundred and twenty-five men are stationed at the ferry of Daranuggur Roolee. A portion consisting of about 1,000 men are with the rebel Maree (Mareh Khan) and another with Ahmed Oolah Khan. Nawab Mahomed Mahmood Khan is at Nujjeebabad; Maree Khan in the direction of Chandpoor and Ahmed Oollah Khan towards the ferry of Chandee etc. There are only about eight or nine guns with them. They have divided the duty of collecting the revenue in this way that for the tuhseels of Dhampur, Nigeena (Nagina) and Chandpoor, the revenues are appropriated by Maree Khan. and the son of Nawab Mahomed Mahmood, and Ahmed Oalah Khan is in possession of 'the tuhseel' of Bijnour and Nujjeebabad. But in as much as in consequence of misrule and the tyranny of the insurgents the people and land-holders have been broken down; nothing has been realized from the generality of the villages. But the revenue has been forcibly collected from those villages of which the proprietory rights belonged to the 'Sahookars' and the gentry. Many of the Raees have come over from there. Choudhree Purtap Singh of Tajpore has gone over to Meerut.

In like manner, other men of lesser note, have also came over ; At Bijnour and Nujjeebabad no 'Sahookar' has remained, in consequence of the oppression of the Nawab. All have quitted those places. Many of the Mohomedans of the higher class have also sent away their families to different places. And now that the rebels expect that their heads will be soon trampled upon by the hoofs of the horses of the brave soldiers of the Government, their livers have dissolved into water and the generality of them seek safety in flight. But whereever they may go, they will meet with the punishment fit for their acts. By the grace of the Almighty they must be annihilated. Maree Khan is a convict of the Government ; and a notorious bad character. His misdeeds have procured for him the fame (infamy) of the arch fiend. This scoundrel also escaped at the time of the escape of the other convicts. By cast (See—caste) he is a weaver. Ahmed Oalah Khan is the Nawab's sister's son, and during the time that Mr. Cahrles Gubbin was collecter of Bijnour, that officer appointed him 'Tuhseeldar' of Nujjeebabad, at the recomendation of the Nawab.

The troops of the Government are encamped at Meeranpoor (Miranpur), and Roorkee and at Mooana (Mawana) opposite the ferry of Raolee and Chandee Ghat. It is hoped that the district, across the Ganges will be soon settled. The numerical strength of the rebels has been much diminished. They will certanily take to flight on the approach of Government troops. But wherever they will go, they will meet with the punishment they merit for their criems and misdeeds. Whatever may come to my knowledge hereafter, will be duly communicated.

---

*Foreign Secret Consultations, 29th Jan. 1858, Nos. 31—32 National Archines, New Delhi.

اشاریہ:-

شخصیات

احمد اللہ خاں :- (ا)
۹۳ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۱۸ ۱۲۱
۱۳۱ ۱۴۰ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱
۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۸ ۱۵۹
۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۸
۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۴
۱۸۵ ۲۰۱ ۲۱۹ ۲۲۱ ۲۲۲
۲۲۳ ۲۲۴ ۲۳۶ ۲۳۸ ۲۳۹
۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۶
۲۴۷ ۲۴۸ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵
۲۵۷ ۲۵۸ ۲۶۵ ۲۷۰ ۲۸۲
۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹
۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵
۲۹۷ ۳۰۱ ۳۰۲

امام بخش عرف مارے خاں :-
۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۶۱
۲۲۸ ۲۳۸ ۲۴۳ ۲۴۶ ۲۶۳
۲۶۴ ۲۶۵ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲
۲۸۴ ۲۸۶ ۲۸۹ ۲۹۳ ۳۰۱
۳۰۲ ۳۰۳

امراؤ سنگھ :- ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۸
۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴
۱۸۲ ۱۸۹ ۱۹۰ ۲۴۰ ۲۶۴
۲۷۰ ۲۸۴

الکزنڈر شیکسپیر :- ۹۲ ۹۶ ۱۰۱
۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۲ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۷
۱۸۱ ۱۹۰ ۲۱۴ ۲۳۰ ۲۸۳ ۳۰۱
۳۰۷ ۳۰۸

آسٹن کپتان ۲۹۴ امداد حسین ۹۳
اندر سین ۳۰۵ امید سنگھ ۲۶۹
اسماعیل (میجر) ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۵
۲۹۶ ۳۰۰ ۳۰۸
اڈورڈ فلپ ولیمس ۲۶۶ ۲۷۷
اکبر اعظم ۱۶۷
امام بخش ۹۴ احسان علی ۹۶
امیر خاں بنڈاری ۲۹۹ اسٹمن ۱۴۶
احمد بخش خاں ۲۴۴ اصغر علی ۱۷۷
اشرف علی ۲۱۶ ۲۳۴ ۲۴۲، ۲۵۸، ۳۰۲
امیر علی ۲۳۴ امتیاز علی ۲۳۰

امام الدین ۲۳۵ امام بی حلیم ۲۳۵
افضل خاں ۲۸۶ اکبر بادشاہ ۱۳۹

(ب)

بانکے رائے:- ۹۴ ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۶، ۲۳۹
بدھ سنگھ:- ۹۵ ۱۶۲ ۱۶۵ ۱۸۷ ۱۹۳
۱۹۶ ۲۱۸ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۴۱ ۲۴۲
۲۴۳ ۲۵۶ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۸۳
بسنت سنگھ:- ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳
۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۸
بنسی دھر ۹۵
بھولاناتھ ۹۵ بنسی دھر ۹۵
بہاری لال ناظر ۹۴ برٹن مسٹر ۱۴۶
بارگن مسٹر ۲۷۷ برن کپتان ۲۹۲
بٹ کپتان ۳۰۳ بساون پدھان ۹۹ ۱۴۳
بھاگیرت ۱۰۸ برہان الدین ۲۶۵
بھوپ سنگھ ۱۱۶ ۲۳۷ بشن لال ۹۴
بہاری لال گماشتہ ۹۴ ۱۴۷ بخشی رام ۹۴
بخشی سنگھ ۲۴۹
بہادر علی جمعدار ۱۲۰ ۱۳۴ ۱۳۷

(پ)

پرتاپ سنگھ:- ۹۸ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۲۷ ۱۲۹
۱۳۳ ۱۴۳ ۱۵۲ ۱۵۵ ۱۶۲
۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۲ ۱۸۶ ۱۸۷
۱۹۴ ۱۹۶ ۲۰۱ ۲۱۸ ۲۲۶
۲۳۲ ۲۴۰ ۲۴۳ ۲۴۶ ۲۴۷
۲۴۸ ۲۶۲ ۲۶۴ ۲۶۹ ۲۷۰
۲۷۲ ۲۸۴ ۳۰۶
پنڈت رادھا کشن:- ۹۶ ۱۴۱ ۱۴۸ ۱۸۳
۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۲۰۱ ۲۰۹ ۲۱۴
پامر:- (جارج) ۹۲ ۱۰۱ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۲ ۱۲۰
۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۳۶ ۱۴۸ ۱۸۸ ۱۹۰
۱۹۵ ۱۹۷ ۱۹۹ ۲۰۳ ۲۰۵ ۲۰۷ ۲۰۹
۲۱۴ ۲۱۹ ۲۲۱ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۹
۲۳۰ ۲۵۰ ۲۸۳ ۳۰۱ ۳۰۸
پرکھو لال ۹۵ پران سنگھ ۲۳۳ ۲۴۸

(ت)

تراب علی:- ۹۳ ۹۸ ۱۰۱ ۱۰۹ ۱۲۰
۱۲۳ ۱۲۵ ۱۲۸ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶
۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۶ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۳

۱۷۳ ۱۷۶ ۱۸۳ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸
۲۱۶ ۲۱۷ ۲۲۰ ۲۳۷ ۲۴۲ ۲۸۴
۲۸۵ ۳۰۶ ۳۱۵
تارا چند رسین:- ۹۲

(ٹ)

ٹکوجی:- ۲۹۸

(ث)

ثابت علی:- ۱۶۲ ۱۷۱

(ج)

جودھ سنگھ:- ۱۴۶ ۱۴۷ ۵۵ ۱۶۰
۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۸۵
۲۰۱ ۲۳۱ ۲۳۸ ۲۴۶ ۲۸۴
جلال الدین خاں:- ۱۳۹ ۲۵۵ ۲۵۶
۲۶۰ ۲۸۸ ۳۰۰
جیون علی:- ۲۲۳ جیراج سنگھ:- ۲۱۷
جمیت سنگھ:- ۱۴۶ ۲۵۳ ۲۵۴
جھنکو راؤ سندھیا:- ۲۹۸ جانسن مسٹر:- ۹۲
جونس (جنرل) ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۶
۲۹۷ ۳۰۰ ۳۰۷ ۳۰۸
جہانگیر (بادشاہ) ۱۶۸
جان محمد:- ۳۰۴

(چ)

چارلس وینگفلڈ:- ۱۵۲ چیت سنگھ:- ۱۳۸
چرچل (میجر) ۲۹۲ چندا بھان ۱۱۷
چھیدا لال:- ۹۵

(ح)

حبیب اللہ خاں:- ۱۴۰ ۱۴۱ ۲۲۸ ۳۰۲
حفیظ اللہ خاں:- ۲۸۹
حسن رضا خاں:- ۹۵ ۱۵۵ ۱۶۲ ۱۶۹ ۲۷۹

(خ)

خوشحال:- ۲۸۴
خوب چند وکیل ۲۵۳ ۲۵۴
خان بہادر خاں ۱۲۷ ۱۴۸ ۱۵۰

(د)

دلیل سنگھ:- ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۵، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۵
دلدار:- ۲۳۳ درگا پرشاد:- ۹۴
دھندوپت:- ۲۰۸
دوندے خاں:- ۱۳۷ ۱۳۸
دیبی داس بزاز:- ۹۸

(ڈ)

ڈرمینڈ (کپتان) ۲۷۷ ۲۷۸
۲۹۲ ۲۹۳

(ر)
رندھیر سنگھ :- ۱۱۵ ۱۳۳ ۱۳۷ ۱۶۲
۱۸۶ ۱۸۷ ۱۹۳ ۱۹۶ ۲۰۱ ۲۳۹
۲۴۰ ۲۵۶ ۲۶۳ ۲۷۱ ۲۹۶ ۳۰۱
رام دیال :- ۱۸۷ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۳۲
۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷
۲۳۸ ۲۵۱ ۲۷۱
رحمت خاں (حافظ) ۹۳ ۱۴۰
رستم علی :- ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸
رانی لنڈھورہ :- ۱۰۴
رابرٹ الکزنڈر :- ۱۲۰
ریڈ (مسٹر) ۲۷۵ رتن سنگھ :- ۹۵
راحت نقی :- ۹۶ رحیم اللہ :- ۹۶
رام سروپ :- ۹۶ ۱۱۰ ۱۴۰ ۱۴۲
۱۴۶ ۱۴۷ ۱۶۸
روپ چند :- ۱۵۰ رضا حسن ۲۷۳، ۲۷۵
راؤ گلاب سنگھ :- ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۹
(س)
سید احمد خاں (صدر امین) ۹۳ ۱۰۹
۱۱۰ ۱۳۰ ۱۴۰ ۱۴۸ ۱۸۳ ۱۸۶
۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۵
۱۹۸ ۲۰۳ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۹
۲۱۹ ۲۲۱ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۴۰
۲۴۸ ۲۵۰ ۲۵۲ ۲۸۳ ۳۱۵
سعد اللہ خاں :- ۹۳ ۱۲۸ ۱۴۳ ۱۴۴
سدا سکھ - ۹۴ سیڈھمل ۹۴ ۲۳۴
سعید خاں ۱۲۸ سلطان خاں (نواب) ۲۸۷
سید شجاع علی ۲۳۰ سردار سنگھ ۹۵
سیج (کپتان) ۳۰۸ سیتارام ۲۶۹
سید احمد شاہ ۲۵۷ سید محمد ۱۶۷
(ش)
شفیع اللہ خاں :- ۱۱۸ ۱۲۱ ۱۳۹ ۱۵۵
۱۸۵ ۲۰۱ ۲۱۹ ۲۳۸ ۲۴۲ ۲۴۳
۲۵۷ ۲۶۱ ۲۶۷ ۲۷۰ ۲۷۹ ۲۸۶
۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۵ ۳۰۲
شجاعت خاں ۱۶۷ ۱۶۸
شاہرخ (مرزا) ۱۵۷ شمش الدین ۲۴۴
شیوراج سنگھ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۹۰
شیو پرشاد ۱۷۸ ۱۸۰
شجاع الدولہ ۱۳۸ ۲۹۹

شاہجہاں (بادشاہ) ۱۶۷ ۱۶۸
شمبھوناتھ ۹۵ شاہ عالم ۲۹۸
شہامت علی ۹۳ شب لال ۹۴

(ص)

صادق علی (میر) ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸
۱۸۶ ۱۸۷ ۲۴۹
صادق علی خاں ۹۳

(ض)

ضابطہ خاں ۱۳۸ ۲۹۸

(ع)

عمدہ خاں:- ۱۵۰ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۸
علیم اللہ (مولوی):- ۱۴۸ ۱۴۹
عبداللہ خاں:- ۹۵ ۲۸۸
عباداللہ خاں:- ۱۴۴ ۲۱۶ ۲۷۸
عبدالرحمٰن:- ۲۵۷ ۲۷۸
عظمت اللہ خاں:- ۱۴۰ ۱۴۸ ۱۵۵
۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۹ ۲۶۷ ۲۸۸
عزیز اللہ ۲۸۹ علی بہادر ۲۷۵
عمر خاں ۲۷۵ عبدالاحد (نواب) ۱۳۸
عنایت رسول:- ۳۰۴

(غ)

غضنفر علی خاں:- ۱۷۴ ۲۶۳ ۲۶۴
۲۶۵ ۲۸۴ ۲۸۶ ۲۸۷
غلام قادر:- ۱۳۸ ۱۳۹
غلام قادر (جعلی):- ۱۳۹

(ف)

فتح چند:- ۱۶۰ فیضو:- ۲۳۳
فیروز شاہ:- ۳۰۷

(ق)

قاضی عنایت علی:- ۳۰۲ ۲۷۳ ۲۷۵
قادر علی:- ۹۳ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۳۳ ۱۴۳ ۱۴۴
۲۰۲ ۲۵۱ ۲۸۳ ۳۰۶
قاسم علی:- ۹۲ ۲۸۴ قطب الدین ۱۳۴

(ک)

کلن خاں عرف احمد یار خاں:- ۱۴۰ ۱۴۱
۱۴۴ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۲۵۷ ۲۸۷
۲۸۸ ۳۰۲
کپتان ریڈ ۱۴۶ کان (ڈاکٹر) ۱۴۶
کلو خاں (نواب) ۲۸۶
کاری:- ۹۳ ۹۸ ۱۳۰
کیموٹ ۹۲ کالی چرن (بابو) ۹۲

کالکاپرشاد ۹۳ ۲۸۴ کاسنلنگ ۳۰۶

کرانی (تار برقی والا) ۲۹۶ ۳۰۴

کوک :- ۲۹۲ ۲۹۷

کیورٹن (کپتان) ۲۹۴ ۳۰۳ ۳۰۴

کنھیالال ۱۸۷ کول ۲۷۵

کنور سین ۲۳۷ کریم اللہ خاں ۹۳ ۲۸۹

کیسری سنگھ :- ۲۸۴

کوامبرگ ۱۳۶ ۱۳۹ کریم بخش ۲۳۰

کنج لال ۲۰۰ کفایت اللہ ۲۷۵

(گ)

گھاسا سنگھ ۱۵۹ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴

گلاب سنگھ ۹۵ ۱۱۹ ۱۶۹ ۱۷۰

گنگاپرشاد ۹۵ گورسہائے (ناظر) ۱۷۱

گورسہائے ۲۶۷ گووند سنگھ ۲۴۳ ۲۴۷

گلزار لال ۹۴ گف (کپتان) ۱۲۴

گلاب سنگھ زمیندار ۲۸۱ ۲۸۴

(ل)

لطافت علی ۹۵ ۱۲۳ ۲۱۷

لطف علی ۹۵ لارڈ لیک ۲۴۴

لیکھراج سنگھ ۲۴۰ لمبیٹر ۹۲ ۱۲۶ ۱۴۴

لچھمن سنگھ ۱۵۹

(م)

محمود خاں (نواب) :- ۹۳ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۱۲ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۸ ۱۲۲ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۲ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۸ ۱۵۰ ۱۵۲ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۸۵ ۱۹۰ ۱۹۶ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۲۰ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۶۴ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۸۵ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۶ ۳۰۰ ۳۰۴ ۳۰۶

محمد رحمت خاں :- ۹۴ ۱۰۱ ۱۰۹ ۱۴۸ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۵ ۱۹۸ ۲۰۳ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۹ ۲۱۹ ۲۲۱ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۹ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۸۴ ۲۱۵

مرفی :- ۹۲ ملکہ وکٹوریہ ۱۹۵

مسٹر میجر :- ۲۹۴ ملول ۲۷۷

مولابخش ۲۷۶ محمد حسین ۲۷۶

مدح خاں ۱۰۲ مصطفیٰ خاں ۱۱۸ ۲۸۸

میر مراد علی:- ۹۲ منو لال ۹۳
متھرا داس:- ۹۴ ۱۵۴ ۱۵۸ ۱۶۰ ۱۶۱
منگل سین:- ۹۴ معین الدین خاں عرف بھنو خاں ۱۲۶ ۱۳۹
مہاراجہ پٹیل:- ۱۳۸ مصاحب علی ۱۴۲
محمد علی:- ۹۴ ۱۲۳ ۲۳۰ ۲۳۳
۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۷ ۲۴۲ ۲۸۵ ۳۰۶
مہاراج سنگھ:- ۱۷۲ ۱۷۶ ۲۵۶ ۲۶۱ ۲۸۳
مینڈھو خاں ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۳۲
۲۳۳ ۲۴۱
معظم علیخاں ۲۸۷ منشی امر سنگھ ۹۴
محمد حسین خاں ۹۵ منیر الدین ۹۵ ۱۰۶ ۱۰۷
موہن لال ۹۶ میران سنگھ ۲۱۷
مفتی اسحاق ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۲۷
مکھن لال ۱۶۰ منیر خاں ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹
مرزا الطاف ۲۷۴ مرزا مبارک شاہ ۲۷۴
محمد بہادر شاہ ظفر (بادشاہ دہلی) ۱۵۶
محمد سلطان خاں ۲۸۶ ملھو خاں ۲۸۶
موتی سنگھ ۲۳۷ ملھار راؤ ۲۹۸
مرتضیٰ خاں ۲۰۶ مظہر اللہ ۹۴

(ن)

نین سنگھ:- ۱۰۱ ۱۱۴ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۵۵ ۱۶۰
۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۸۵ ۱۸۶
۱۹۴ ۲۰۱ ۲۳۱ ۲۳۹ ۲۴۶ ۲۸۴
نائٹ (ڈاکٹر) ۹۲ ۱۷۴ نجف علی ۱۱۹ ۲۳۰
نواب رامپور ۱۹۰ ۱۹۱ نبی بخش ۱۶۰
نادر شاہ خاں ۱۴۷ ۱۵۵ ۱۶۲ ۱۶۹
۱۷۰ ۱۷۱ نجف علی شیخ ۲۳۷ ۲۴۱
نجف علی خاں ۲۹۸
نتھے خاں ۱۱۸ ۱۸۷ ۲۲۷ ۲۳۳
۲۴۱ ۳۰۲
نجیب خاں:- ۱۳۸ ۲۸۷ ۲۹۸ نبی بخش ۲۳۰

(و)

ولی محمد ۱۲۸ ولیم (مسٹر) ۱۸۸
ولسن (جان کری کرافٹ) ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۷
۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۲۱۴ ۲۲۲
۲۲۹ ۲۳۲

(ہ)

ہوپس (جنرل) ۲۹۶ ۳۰۵ ۳۰۸ ہر سہائے ۹۵
ہری سنگھ ۲۴۳ ۲۴۷ ہردیال سنگھ ۳۰۲
ہمت سنگھ ۲۰۲ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۲۰ ۲۲۳
۲۸۴
ہر سکھ رائے:- ۱۱۴

مقامات

(ا)

ابوالخیر پور بن کر:- ۹۹ الہ باس:- ۱۰۲
امروہہ:- ۱۷۳ افضل گڑھ:- ۲۲۲ ۳۰۲
اکبرآباد:- ۱۱۷ الاہیڑی:- ۱۱۷
امین پور:- ۱۲۴ آسوکھیڑی:- ۱۲۳
آگرہ:- ۳۱۵ آنبہ سوت:- ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶
آنبہ سوت کی لڑائی:- ۲۹۳

(ب)

بجنور:- ۹۱ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۲ ۱۰۳
۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۲ ۱۱۴
۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱
۱۲۲ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۷ ۱۲۹ ۱۳۰
۱۳۲ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۹
۱۴۰ ۱۴۲ ۱۴۴ ۱۴۶ ۱۵۰ ۱۵۳
۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۸ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۳
۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۵ ۱۷۶
۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴
۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱
۱۹۲ ۱۹۴ ۱۹۶ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۱۸
۲۲۳ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸
۲۳۱ ۲۳۶ ۲۳۸ ۲۴۰ ۲۴۱
۲۴۲ ۲۴۶ ۲۵۰ ۲۵۳ ۲۶۵
۳۰۲ ۳۰۸ ۳۱۵
بلندشہر:- ۳۱۵ برم پور:- ۱۱۰ ۱۱۱
بخارہ:- ۱۷۳ بیگراج پور:- ۲۴۳
بریلی:- ۱۲۰ ۱۲۴ ۱۲۷ ۱۳۴ ۱۳۹ ۲۸۱ بڑھ پور ۱۱۸ ۳۰۵
بلدیہ کی بھوڑ:- ۲۵۳ بدایوں ۱۲۵
بانی سہارنپور:- ۱۳۸ بچھراؤں ۲۵۰
بسی کوٹلہ:- ۱۳۲ ۱۳۴ ۱۳۹ ۲۴۰
بسی گورداں:- ۲۱۹ بشوئی سرائے ۲۳۳ ۲۴۱
بھوج پور:- ۱۲۴ بورہ کری ۱۲۱
بھاگو والہ:- ۱۲۱ ۲۹۵ ۲۹۶
بکسار:- ۱۴۶

(پ)

پیلی بھیت ۱۲۵ پورینی ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۲۵
۲۲۶ ۲۳۳ ۲۶۴ پھریا پور ۲۴۶
پھلینہ ۲۴۷ ۲۵۴ پلانہ ۲۴۹
پیجنیاں:- ۲۴۹ پرتاپ پور ۱۱۷

(ت)

تاج پور:- ۱۱۶ ۱۲۷ ۱۳۳ ۱۵۵ ۱۵۸
۱۶۰ ۱۶۱ ۱۸۷ ۱۹۴ ۲۲۷ ۲۳۲ ۲۴۷
۲۵۳ ۲۵۵ ۲۶۴ ۲۷۲

تھانہ بھون:- ۲۶۷ ۲۷۳

(ٹ)

ٹھاکردوارہ:- ۱۴۰

(ج)

جلال آباد:- ۲۳۶ ۲۳۸

جھالو:- ۱۷۲ ۲۴۶ جولی:- ۱۹۷

جہان آباد:- ۱۶۶ ۱۶۸ جھڑولی (موضع ۲۴۳

(چ)

چھال وادلیت نڑھ ۸۰ چھیل (موضع) ۱۱۹

چاندپور:- ۱۱۵ ۱۱۹ ۱۲۲ ۱۴۲ ۱۶۶
۱۶۸ ۱۸۷ ۲۴۷ ۲۴۹ ۲۵۲

چانڈی:- ۲۹۸ چھتاور:- ۱۷۷

چچول:- ۲۵۰

(ح)

حاجی پور:- ۱۱۷ حسین پور زرائن:- ۱۲۴

(خ)

خورجہ:- ۲۵۰

(د)

دارانگر:- ۱۲۲ ۱۲۶ ۱۳۷ ۲۰۰ ۲۹۳
۲۹۴ ۳۰۰ ۳۰۸

دھرم پورہ:- ۲۰۱ ۲۰۰ ۲۵۰

دہلی:- ۱۳۹ ۱۴۹ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۸ ۲۸۱

دھامپور:- ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۵۱
۱۵۳ ۱۵۴ ۱۶۲ ۱۶۶ ۱۶۸ ۱۷۲ ۲۴۴
۳۰۱ ۳۰۵

دھنورہ:- ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱

(ر)

رام جی والا ۹۹ رتن گڑھ ۲۶۹

رڑکی:- ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۳۰ ۱۳۷ ۱۴۶ ۲۷۷
۲۸۳ ۲۸۹ ۲۹۱ ۲۹۲

ریٹر، ۱۱۶ رامپور (موضع) ۱۱۷

رام پور (ریاست):- ۱۷۱ ۱۶۰ ۲۲۲

رانی:- ۱۹۷ ۲۰۰

(س)

سہارنپور:- ۱۰۲ ۱۰۴ ۱۲۴

سواہیڑی:- ۱۷۷ ۲۲۰ ۲۲۲ ۲۲۵
۲۲۶ ۲۳۸ ساہن پور:- ۲۰۵

سیوہارہ:- ۱۹۶ ۳۰۲ ۳۰۶ سکندرپور ۱۱۷

(ش)

شہباز پور رکھدر:- ۹۸ ۹۹
شیخو پورہ:- ۹۹ ۱۲۳ ۱۲۴
شیر کوٹ:- ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۸ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۶ ۱۶۸ ۱۷۱ ۱۷۴ ۱۷۷ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۹ ۲۲۳ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۹ ۲۵۰ ۲۸۷ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۸۶
شبنم والی گھاٹ:- ۲۹۲
شاہجہاں پور ۱۲۵ شام پور (موضع) ۲۹۴
شریف الملک پور:- ۳۰۵
شیخ کی سرائے ۱۳۳ شفیع آباد ۲۲۷

(غ)

غوث گڑھ:- ۱۳۸

(ف)

فیروز پور:- ۲۴۴ فضل پور:- ۱۲۴

(ق)

قاضی کھیڑہ:- ۲۷۵

(ک)

کالی گھاٹ (راوی) ۹۸ کانٹھ ۱۶۲ ۱۷۹ ۲۵۳
کرت پور:- ۱۱۱ ۲۱۹ ۱۲۱ ۲۲۰ ۲۵۶ ۳۰۸
کوٹ قادر:- ۳۰۰ ۳۰۹ کھاری ۱۷۶ ۱۷۷
کن کھل:- ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۹۲
کنج پورہ:- ۱۴۷ کاشی پور ۱۴۴ ۲۷۰
کارولی:- ۲۲۷ کنک پور ۱۲۱
کھیڑی:- ۱۴۹

(گ)

گڑھ مکتیسر:- ۲۶۹ ۲۷۲

(ل)

لنڈھورہ:- ۱۰۴ لال ڈھانگ ۳۰۸

(م)

میرٹھ:- ۹۶ ۱۱۴ ۱۲۴ ۱۶۰ ۱۸۳ ۱۸۵ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۷ ۲۰۰ ۲۲۲ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۵۰ ۲۶۶ ۲۸۳
مرادآباد:- ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۱۲ ۱۱۴ ۱۲۰ ۱۲۴ ۱۲۷ ۱۲۹ ۱۳۲ ۱۴۲ ۱۷۱ ۱۹۱ ۱۹۴ ۱۹۷ ۲۲۲ ۲۷۱ ۳۰۵ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۱۵
محمد پور:- ۱۲۰ مالاگڑھ ۲۴۷
محلہ کوٹڑہ:- ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۷۱ ملتان ۱۴۷
محلہ پکہ باغ:- ۱۷۵ محلہ قاضی پاڑہ ۱۷۷

محلہ مردہگان ۱۷۷ محلہ بتیاپاڑہ ۲۴۹

مجھیڑہ (موضع) ۳۰۴ مجاہدپور ۲۷۵

میراں پور:- ۱۹۰ ۱۹۵ ۱۹۷ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۱۷ ۳۰۸

منڈاور:- ۱۱۲ ۱۲۰ ۱۲۳ ۱۲۴ ۲۱۷ ۲۲۰ ۲۲۲ ۳۰۸

مظفر نگر:- ۱۵ ۱۳۰ ۱۹۰ ۱۹۷ ۲۰۰

منصوری:- ۱۱۲ ۲۲۸ میمن ۱۹۶

موہن پور:- ۲۲۷ موسیٰ پور ۲۲۷

(ن)

نجیب آباد:- ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۷ ۱۱۰ ۱۱۳ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۳۲ ۱۳۶ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۶ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۳ ۱۵۵ ۱۶۲ ۱۶۸ ۱۷۰ ۱۷۲ ۱۷۴ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۹۶ ۲۰۱ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۸ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۸۱ ۲۸۵ ۲۹۰ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۵ ۳۰۸

نرائن سہائے ۲۶۱ نرائن پور ۲۲۷

نگینہ:- ۱۰۶ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۸ ۱۳۶ ۱۴۰ ۱۴۳ ۱۵۰ ۱۵۳ ۱۶۴ ۱۷۲ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۹۶ ۲۱۷ ۲۱۹ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۵۱ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۸۵ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۸

نانگل (موضع):- ۱۶۳ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۹۲ ۲۹۵ ۲۹۶

نہٹور:- ۱۹۶ ۲۳۰ ۲۴۲ ۲۴۷ ۲۶۴

نورپور ۳۰۰ ۳۰۷ نینی تال ۲۳۲ ۲۶۹

(ھ)

ہلدور:- ۱۱۵ ۱۲۶ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۶ ۱۵۵ ۱۶۳ ۱۷۲ ۱۷۶ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۶ ۱۸۸ ۲۱۸ ۲۲۷ ۲۳۷ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۵۲ ۲۵۵ ۲۷۰ ۲۷۲

ہردوار:- ۲۷۶

منفرقات

آنبہ سوت کی لڑائی :- ۲۹۳

بجنور کی لڑائی :- ۱۷۳ ۱۸۳

بادشاہ دہلی :- ۱۵۰ ۱۵۲ ۱۵۸ ۱۶۶

بان ندی :- ۲۴۳

بدری والے باغ کی لڑائی :- ۲۳۳

بیلی ندی :- ۲۹۴

پلٹن "۲۹" :- ۱۰۲

پتھر گڑھ قلعہ :- ۱۳۸ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰

پھڑاولی کی لڑائی :- ۲۶۰

تلنگا :- ۱۰۲ ۱۰۷ ۱۱۰ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۶ ۱۲۰ ۱۲۵ ۱۲۹ ۱۴۰ ۱۴۶ ۲۷۸ ۱۹۱ ۲۸۱ ۲۹۵

دوگنگ :- ۲۳۸

سفر مینا :- ۱۰۳ ۱۰۷ ۱۰۹ ۱۱۳ ۳۰۳

شیر کوٹ کی لڑائی :- ۱۵۹

شیر کوٹ کی دوسری لڑائی :- ۱۷۱

فرمان بادشاہی :- ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۶۶ ۱۸۵

کٹرہ خاں توپ :- ۲۴۵ ۲۶۱

کونسل کا تقرر :- ۲۵۶ ۲۵۷

محمدی جھنڈا :- ۱۶۸ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۸ ۲۴۱ ۲۵۲

ملک کٹھیر :- ۱۵۰

مالن ندی :- ۲۹۶

نجیب آباد والی مصالحت :- ۱۰۵ ۱۰۷ ۱۱۰ ۱۱۲ ۱۳۹

نیل دھارا :- ۲۷۹ ۲۸۰

نگینہ کی لڑائی :- ۳۰۳ ۳۰۵ ۳۰۸

ہینڈن ندی :- ۱۹۱

ہلدور کی پہلی لڑائی :- ۱۶۵ ۱۴۲

ہلدور کی دوسری لڑائی :- ۲۵۳

ہلدور کی تیسری لڑائی :- ۲۷۱

کتابیات

۱- ۱۸۵۷ء :- غلام رسول مہر

۲- ۱۸۵۷ء کے مجاہد :- غلام رسول مہر (اشاعت دوم)

۳- ۱۸۵۷ء :- ڈاکٹر سین (ہندی اڈیشن) ۔

۴- ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء :- مفتی انتظام اللہ شہابی

۵- بہادر شاہ ظفر :- امیر احمد علوی

۶- پانی پت اور بزرگان پانی پت : محمد میاں

۷- تاریخ ہند (عہد برطانیہ) جے ۔ سی مارشمین مترجم عبد السلام

۸- تاریخ ہند (عہد جدید) : ڈاکٹر یوسف حسین خاں

۹- تاریخِ ہندستان جلد نہم :- ذکاء اللہ

۱۰- تاریخ اودھ جلد پنجم :- نجم الغنی

۱۱- حیاتِ جاوید : مولانا حالی (انجمن ترقی اردو)

۱۲- حیاتِ جاوید :- مولانا حالی (پنجاب اکیڈمی)

۱۳- حیاتِ سرسیّد :- نور الرحمٰن

۱۴- داستانِ غدر :- ظہیر دہلوی

۱۵- سرکشی ضلع بجنور :- سید احمد خاں

۱۶- سرکشی ضلع بجنور :- سید احمد خاں مرتبہ ڈاکٹر امین الحق

۱۷- شعرِ اقبال : سید عابد علی

۱۸- شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات :- خلیق احمد نظامی

۱۹- عروجِ سلطنت انگلشیہ :- ذکاء اللہ

۲۰- علما کا شاندار ماضی جلد ۴ :- محمد میاں

۲۱- مکتوبات سرسید :- شیخ محمد اسمٰعیل

۲۲- مسلمانوں کا روشن مستقبل :- طفیل احمد

۲۳- مغل اور اردو :- نصیر حسین خیال

۲۴- نوائے آزادی :- مرتبہ عبدالرزاق قریشی (ادبی پبلیکیشنز بمبئی)

۲۵- ہندوستانی مسلمان :- سید ابوالحسن علی ندوی

۲۶- ہندوستان کے عہد وسطی کا فوجی نظام :- صباح الدین عبدالرحمٰن

اردو اخبارات و رسائل

۱- الجمعیتہ آزادی نمبر ۱۹۵۸ء (دہلی)

۲- دہلی اردو اخبار جلد ۳ شمارہ ۱۹۵ (این-اے-آئی-نئی دہلی)

۳- دہلی اردو اخبار جلد ۴ شمارہ ۲۱۶ (〃 〃 〃)

۴- دہلی اردو اخبار جلد ۴ شمارہ ۲۳۰ (〃 〃 〃

۵- دہلی اردو اخبار جلد ۱۹ شمارہ ۱۵ (〃 〃 〃)

۶- دہلی اردو اخبار جلد ۱۹ شمارہ ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ (〃 〃)

۷- قرآن السعدین جلد ۳ شمارہ ۶ (〃 〃)

مخطوطے

۱- روزنامچہ غدر :- نواب شجاع اللہ خاں ۱۸۶۹ء
(مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ)

۲- نجیب التواریخ :- نصیر الدین (حبیب گنج)

۳- سرگذشت نجیب الدولہ :- نواب عبدالسلام خاں۔ (قلمی)

انگریزی کتب

Books :

(1) A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English : John T. Platts.

(2) Civil Rebellion in the Indian Mutiny 1857—59 : S B. Chowdhari.

(3) 1857 : Dr. Se n.

(4) Gazetteer of Bijnor.

(5) Gazetteer of Moradabad.

(6) Gazetteer of Muzeffer Nagar.

(7) Gazetteer of Meerut.

(8) Gazetteer of Saharanpur.

(9) Life of Lord Lawranee V. 2 : Baswarth Smith.

(10) Struggle for Freedom in Uttar Pradesh : Dr. A. A. Rizvi.

(11) Unhappy India : L, Lajpat Rai.

(12) Sepoy Revolt Its Causes and Consequences (1858) : Henry Mead (N.A.I. New Delhi) – Rare Book

ریکارڈز

Records :

(1) Foreign Secrete Consultation No. 14. 30th april 1858. (N.A.I. New Delh

(2) Letter from R. Alexender, Com. of Rohilcund, to F. Williams Com. of Meerut Division

D/Nani Tal 23 Sept. 1857—(Foreign Deptt. ; Index 1850, A—B. Vol. I S-No 14, Page 297 "Bijnore", No :—S. C. No. 2—8 March 1958—N. A. I. New Delhi.

(3) Letter No. 231

from G. C. Barues Com. & Supt. Cis Sutlej States, to A. Brandreth Office Secty. & Chief Com. for the Punjab D/Umbala 15th August 1857—(The Same)

(4) Memo, G. C. Barues, Com. & Suptt. Cis Satlej States

(5) Memo, J. Lawrence dated 18th August, 1857 : (The Same)

(6) Letter ——————————————————

No. 106 from A. Shakespear Magistrate and Collector, to R. Alexander, Com. of Rohilcund dated Bijnor 2nd August/58. (Deptt.—XXIV File : "Narative of Events attending the outbreak of Disturbances at Bijnor ; Bareilly Com.'s office, Mutiny Records—(State Archives of Uttar Pradesh, Allahabad —of Mutiny Narratives, N. W. P. Agra, Bijnor District) (7) Letter No. 55, from A. Shakespear, Collector and Magistrate Bijnor, to W. Muir, Secty. to Govt. N. W. P. allahabad, dated Bijnour 30th. April 1858.—(Deptt.—XXIV, file No. 2, Serial No. 1 : "Reoccupation of Bijnour and arrangments made by the Callector ;" Bareilly Com.'s Office—Mutiny Records. (State Archives of Uttar Pradesh, allahabad). (8) Saharanpur Pre-Mutiny Records, May 1857—Judicial Letters issued to the Com.—Book No. 233, Page 254—(State Archives of Uttar Pradesh, allahabad). A. Shakespear. R. Alexender. A. Shakespear. W. Muir. G. C. Barues. A. Brandreth. R. Alexender. F. William. G. C. Barues. J. Lawrence

(9) Bijnour Collectorate Mutiny Basta No. 7/1, File No. 46/59 (old

10) Foreign Secrete Consultations, 29th Jan. 1858 No 5—31—3:

(11) The Bengal Harkara India Gazettee 28-7-1859 (National Lib. Calcutta).